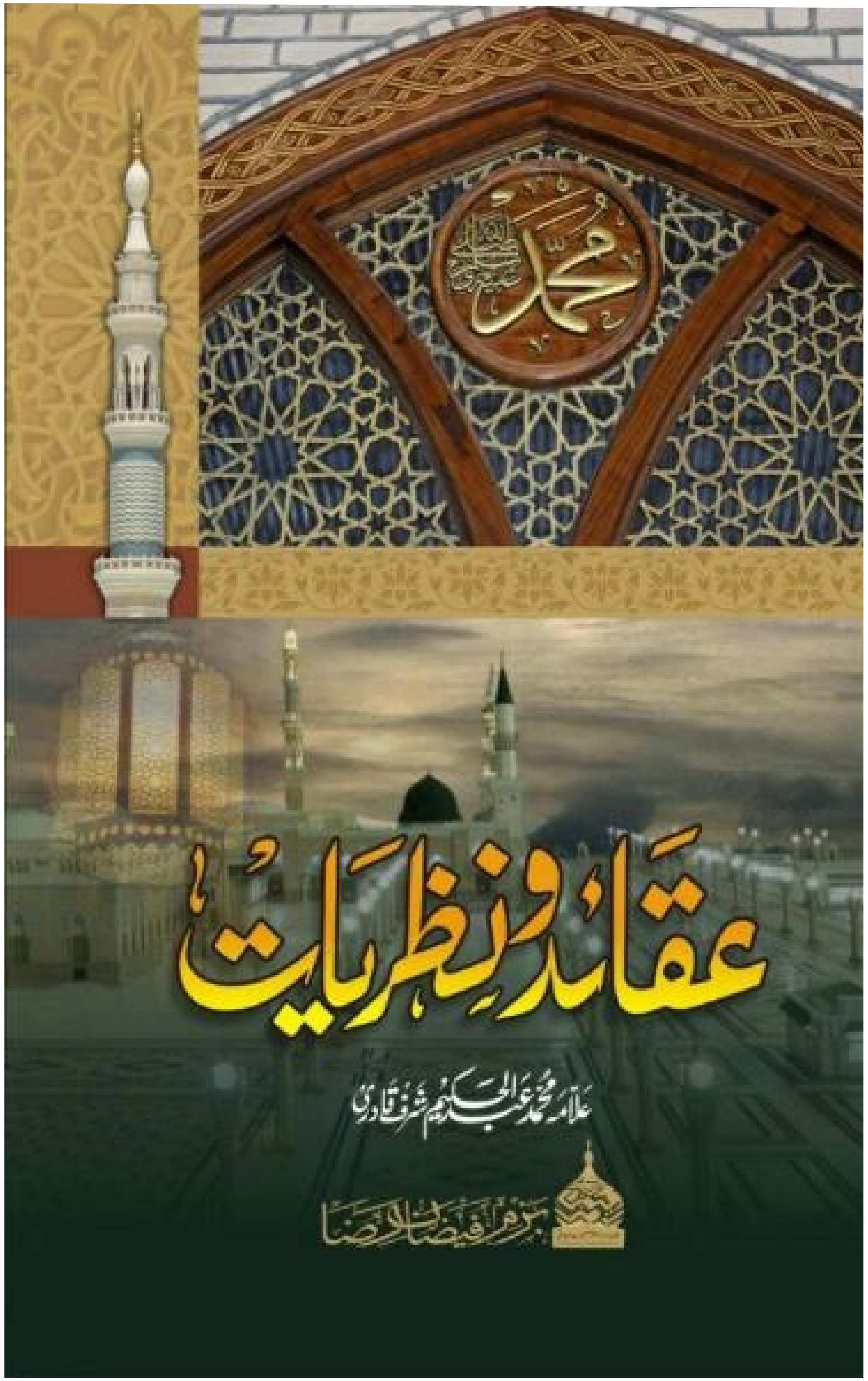

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستان میں پہلی بار ''من عقائدِ اہل السنہ'' کا سلیس اردو ترجمہ

عقائد و نظریات

مترجم

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ

ناشر

بزمِ فیضانِ رضا

طلبۂ دارالعلوم محبوب سبحانی امام احمد رضا چوک، نیول روڈ، کرلا (ویسٹ) ممبئی ۷۰

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ

سلسلۂ اشاعت نمبر ۲۳

نام کتاب	:	من عقائد اہل السنہ
ترجمہ	:	عقائدونظریات
مترجم	:	علامہ عبدالحکیم شرفؔ قادری علیہ الرحمہ
تقدیم	:	علامہ سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی
تحقیق وتسہیل	:	مفتی فاروق خاں مہائمی مصباحی
پروف ریڈنگ	:	مہائمی صاحب، مولانا ذیشان رضا سیفی (متعلم جماعت فضیلت)
صفحات	:	۳۴۴
کمپوزنگ	:	مولانا نصرالدین سبحانی، محمد ضمیر خان، محمد طلحہ نظامی، غلام عسقلانی
تعداد	:	گیارہ سو
اشاعت اول	:	صفر/۱۴۲۶ھ مارچ/۲۰۰۵ء پاکستان
اشاعت دوم	:	جمادی الآخرہ/۱۴۳۸ھ مارچ/۲۰۱۷ء ممبئی، انڈیا
قیمت	:	300/-

ملنے کا پتہ	:	دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلا ممبئی

مختصر فہرست

تقریظ جلیل	خیرالاذکیاء علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ	۱۱
تقریظ	علامہ عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۳
پیشِ لفظ	مفتی فاروق خاں مہائمی مصباحی	۱۵
تقدیم	علامہ سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی	۲۱
مقدمۂ مؤلف	علامہ عبدالحکیم شرف قادری برکاتی رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۰
تعارفِ مصنف	پروفیسر، ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری	۳۷
مقالہ	عالمِ ربانی سید یوسف سید ہاشم رفاعی	۴۱
مقالہ	مفسرِ قرآن پیر محمد کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ تعالیٰ	۴۵
مقالہ	ماہرِ رضویات، پروفیسر مسعود احمد مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ	۴۹

تفصیلی فہرست

باب نمبر ۱

حیاتِ جاودانی

موت کے بعد کی زندگی	۵۵
اولیاے کاملین کے دیکھنے اور سننے کی قوت	۵۷
حیاتِ شہدا رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۵۹
حیاتِ انبیا علیہم السلام	۶۰

- احادیثِ مبارکہ ۶۲
- شواہد ۶۴
- ائمۂ اسلام کے ارشادات ۶۵
- مکۂ معظّمہ سے ۶۸
- علمائے دیوبند ۶۹
- حرف آخر ۷۰

باب نمبر ۲

معجزات وکرامات

- انسانی اختیار ۷۳
- خلق اورکسب ۷۳
- خلاف عادت افعال کی قسمیں ۷۴
- سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ۷۶
- موت کے فرشتے ۷۶
- منتظم فرشتے ۷۶
- جبرائیل علیہ السلام نے بیٹا عطا کیا ۷۶
- نبیِ اکرم ﷺ کا اعجاز اور تصرف واختیار ۷۹
- چاروز پر ۸۰
- چابیاں عطا کی گئیں ۸۰
- باطن میں تصرف ۸۵
- کلمۂ کن سے تصرف ۸۶
- قیامت کے دن نبیِ اکرم ﷺ کا تصرف ۸۸

- انبیائے کرام علیہم السلام کی قدرت اور تصرف ۸۹
- کرامات کے بارے میں مذاہب ۹۰
- اولیائے سابقین کی کرامات ۹۱
- کراماتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۹۲
- امت مسلمہ کے اولیا کی کرامات ۹۶
- ایک اعتراض ۹۸
- جواب ۹۹
- برکاتِ ابدال ۱۰۱

باب نمبر ۳

حدیثِ توسل کا تحقیقی جائزہ

- اس روایت پر اعتراض ۱۰۸
- جواب ۱۰۸
- دوسرا اعتراض ۱۱۰
- جواب ۱۱۰
- تیسرا اعتراض ۱۱۱
- جواب ۱۱۱
- چھوتھا اعتراض ۱۱۳
- جواب ۱۱۴
- پانچواں اعتراض ۱۱۴
- جواب ۱۱۴

باب نمبر ۴

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

توسل ـــــ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اعمال اور ذوات کو وسیلہ بنانا ۱۲۱
سید عالم محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل ۱۲۴
ولادتِ باسعادت سے پہلے توسل ۱۲۴
حیاتِ ظاہرہ میں توسل ۱۲۵
وصال کے بعد توسل ۱۲۹
امت مسلمہ اور توسل ۱۳۳
اجماعِ صحابہ ۱۳۳
توسل اور ائمۂ اربعہ ۱۳۵
توسل اور ائمۂ اعلام ۱۳۷
حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل اور امام ابن الحاج ۱۳۹
توسل اور اہل حدیث کے مسلّم علما ۱۴۱
توسل اور علمائے دیوبند ۱۴۲
توسل اور عالمِ اسلام کے موجودہ علما ۱۴۴
علمائے بغداد ۱۴۴
علمائے حماۃ، شام ۱۴۵
فاضلِ دمشق ۱۴۶
مفتیِ لبنان ۱۴۶
صدرِ مجلس اتحادِ مبلغین، انڈونیشیا ۱۴۶
ندوۃ العلماء، لکھنؤ ۱۴۷

دار العلوم دیوبند ۱۴۷
سعودی عرب کے شیخ عبد العزیز بن باز ۱۴۷
سید یوسف سید ہاشم رفاعی، کویت ۱۴۸
حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے دن توسل ۱۴۹
اربابِ ولایت سے توسل ۱۴۹
جواہر خمسہ میں یہ عمل بھی ہے ۱۴۹
صلاۃِ غوثیہ ۱۵۳
استعانت ۱۵۷
امام احمد رضا بریلوی کا عقیدۂ استمداد ۱۵۷
استعانت اور توسل ایک ہی شے ہے ۱۵۸
اقسامِ نسبت ۱۵۸
قولِ فیصل ۱۶۱
استعانت اور قرآن ۱۶۱
نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استعانت ۱۶۳
نواب وحید الزماں اور مسئلۂ استعانت ۱۶۵
اعرابی کا استغاثہ ۱۷۰
تحریفِ معنوی ۱۷۲

باب نمبر ۵

شہر یارِ علم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غیب کی تعریف ۱۷۹
قرآنی آیات ۱۸۰

- احادیثِ مبارکہ ۱۸۱
- مغیباتِ خمسہ اور روح ۱۸۶
- قیامت کا علم ۱۸۷
- وقتِ قیامت کا علم ۱۸۸
- بارش کے آنے کی خبر ۱۹۱
- مافی الارحام کا علم ۱۹۲
- کل کیا ہوگا؟ ۱۹۴
- جاے وفات کا علم ۱۹۶
- روح کا علم ۱۹۸
- مسئلۂ علمِ غیب اور ائمۂ دین ۲۰۰
- قاضی شوکانی کا موقف ۲۰۴
- علماے دیو بند ۲۰۵
- ایک وہم کا ازالہ ۲۰۵
- علمِ الٰہی اور علمِ مخلوق برابر نہیں ۲۰۹
- خلاصۂ کلام ۲۱۱
- اولیاے کرام اور علمِ غیب ۲۱۲

باب نمبر ۶

پیکرِ نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

- پہلا اعتراض ۲۲۷
- جواب ۲۲۸
- مخالفین کی گواہی ۲۳۲

- تطبیقِ احادیث ۲۳۳
- دوسرا اعتراض ۲۳۷
- جواب ۲۳۷
- تیسرا اعتراض ۲۳۸
- جواب ۲۳۸
- چوتھا اعتراض ۲۳۹
- جواب ۲۳۹
- پانچواں اعتراض ۲۴۰
- جواب ۲۴۱
- چھٹا اعتراض ۲۴۲
- جواب ۲۴۲
- ساتواں اعتراض اور اس کا جواب ۲۴۳
- لطیفہ ۲۴۳
- بے سایہ سایۂ بانِ عالم ۲۴۴

باب نمبر ۷

روحِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کائنات میں جلوہ گری

- ہدیۂ سپاس وتشکر ۲۵۱
- سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ مشاہدہ ۲۵۸
- مشاہدۂ اعمال ۲۶۳
- عقیدۂ حاضر وناظر ۲۶۴
- آیاتِ مبارکہ ۲۶۵

احادیثِ مبارکہ ——— پہلی حدیث ۲۷۲
پہلا اشکال ۲۷۴
اشکال کا جواب ۲۷۵
دوسرا اشکال ۲۷۶
اس اشکال کے کئی جواب ہیں ۲۷۶
دوسری حدیث ۲۷۷
حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ۲۷۹
خواب میں زیارت ۲۸۲
بے داری میں زیارت ۲۸۳
شخصِ واحد متعدد مقامات میں ۲۸۸
ائمۂ دین کے ارشادات ۲۹۴
البریلویہ کے مؤلف کی سخت دلی اور غلط بیانی ۳۰۲
بریلوی اہلِ سنت کا علامتی نشان ۳۰۳
ایک مغالطہ ۳۰۶
اختلاف کی بنیاد ۳۰۸
مآخذ ومراجع ۳۰۹
اربابِ دانش کا خراجِ تحسین ۳۱۹

تقریظ جلیل

خیر الاذکیاء صدر العلماء حضرت **علامہ محمد احمد مصباحی** دام ظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدا ومصلیا ومسلّما

دار العلوم محبوبِ سبحانی کرلا، ممبئی کے طلبہ کی انجمن ''**بزمِ فیضانِ رضا**'' قابلِ تحسین و مبارک باد ہے کہ وہ اپنی تعلیمی جدوجہد جاری رکھنے کے ساتھ اشاعت سے بھی دلچسپی رکھتی ہے اور ۱۹۸۳ء سے اب تک ہر سال کوئی اہم اور مفید کتاب شائع کرتی آرہی ہے۔ امسال طلبۂ دار العلوم نے حضرت مولانا عبد الحکیم شرفؔ قادری علیہ الرحمہ کی کتاب ''**عقائدونظریات**'' کا انتخاب کیا اور سابقہ اشاعت پر مزید کدّ و کاوش کر کے اسے زیادہ عمدہ اور معیاری بنانے کی کوشش کی، مولا تعالیٰ اس مہم میں حصہ لینے والے تمام طلبہ و اساتذہ کو اپنی جزائے فراواں سے نوازے۔

البریلویۃ۔ عقائد وتاریخ، بقلم احسان الٰہی ظہیر کے ذریعہ پورے روئے زمین میں بسنے والے اہل سنت کے خلاف ایک مسموم فضا تیار کرنے کی کوشش کی گئی اور وہابی نظریات کی روشنی میں اہل سنت کے عقائد کو نشانہ بنایا گیا۔ اس کے جواب میں علامہ شرف قادری نے پہلے عربی میں ''**من عقائد اہل السنۃ**'' لکھی پھر اس کا اردو ترجمہ بنامِ ''**عقائد ونظریات**'' شائع کیا۔ اس میں بڑی متانت کے ساتھ قرآن وحدیث سے اور وہابیہ کے مستند حضرات کی تحریروں سے اہل سنت کے عقائد کی حقانیت ثابت کی گئی ہے۔ بطور خاص درج ذیل موضوعات پر بحث کی

گئی ہے:

① حیاتِ انبیا علیہم السلام ② حضراتِ انبیا اور اولیا کے اختیارات ③ علم مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا
④ نورانیت وبشریت ⑤ توسّل ⑥ روحِ اعظم کی کائنات میں جلوہ گری

کتاب عوام وخواص سبھی کے لیے قابل مطالعہ واستفادہ ہے۔مولا تعالیٰ سبھی کو توفیق خیر سے نوازے۔آمین

ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
اعظم گڑھ۔یوپی

المجمع الاسلامی
۱۸؍جمادی الآخرہ ۱۴۳۸ھ
۱۸؍مارچ ۲۰۱۷ء شنبہ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی **محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی** رحمہ اللہ تعالیٰ
ناظمِ اعلیٰ تنظیم المدارس اہلِ سنت، پاکستان

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں،جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا،انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا،درودوسلام ہو اولادِ آدم کے سردار حضرت محمد مصطفی ﷺ پر،آپ کی آل، اور تمام صحابۂ کرام پر۔

زمانۂ ماضی میں مسلمانوں نے علمی اور قلمی کتابوں کے ذریعے عظیم الشان دینی خدمات انجام دیں،ان کے کارنامے یکے بعد دیگرے علما کی جماعتوں کے ذریعے ہم تک پہنچے، ہمارا یہ دور پریس کی بدولت علمی تحقیقات کے میدان میں اس مشقت سے بے نیاز ہے،کتابیں بکثرت شائع کی جاتی ہیں اور علما تک پہنچائی جاتی ہیں، آج علم کے مصادر ومراجع تک پہنچنا آسان ہوگیا ہے،لیکن شدید افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بعض اہل علم اصل کتابوں کی طرف رجوع نہیں کرتے؛اسی لیے محض سنی سنائی باتوں کی بنا پر حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دیتے ہیں، جیسا کہ یہ معاملہ علماے اہلِ سنت کی عظیم شخصیت یعنی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔کے بارے میں پیش آیا ہے۔

بعض لوگوں نے انھیں نئے فرقے کا بانی قرار دیا،اوران کی طرف باطل عقائد منسوب کیے، انھوں نے امام احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔کی تصانیف کا گہرا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی، اس لیے ضروری ہے کہ ہم ایسے لوگوں کی راے پر اعتماد نہ کریں،اور اصل کتابوں کا مطالعہ کر کے باطل کو باطل اور حق کو حق قرار دیں۔

استاد فاضل مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

نے ”من عقائد اھل السنۃ“لکھ کر اہلِ سنت و جماعت کے بعض ان عقائد کی وضاحت کی ہے جن میں بہت جھگڑا اوراختلاف پایا جاتا ہے، فاضلِ علامہ نے یہ عقائد قرآن وحدیث کے دلائل اوراکابرعلما کے اقوال سے ثابت کیے ہیں، جس سے قارئین پر یہ واضح ہوجائے گا کہ امام احمد رضا بریلوی –رحمہ اللہ تعالیٰ– کے وہ عقائد نہیں جو بطور افترا ان کی طرف منسوب کیے گئے ہیں، وہ اپنے عقائد میں اسلاف کے نقش قدم پر چلے ہیں۔

موجودہ دور کے مسلمان اس افتراق اورانتشار کی بناپر تمام دنیا میں اغیار کے مظالم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اورکفار کلمہ گومسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ اختلافات سے خوش ہیں؛ کیوں کہ یہ فرقہ وارانہ اختلاف اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے مفاد میں جاتا ہے۔

افسوس! ہمارے دشمن کفار پوری آزادی کے ساتھ مسلمانوں پر ظلم کررہے ہیں، اور کلمہ گو مسلمانوں کوفرقہ وارانہ اختلافات میں مشغول ہونے کے سبب ان کی طرف توجہ کی فرصت ہی نہیں ملتی؛ اسی لیے ضروری ہے کہ ہم موجودہ نامساعد حالات میں کھلی آنکھوں اور انصاف کی نظر سے دیکھیں، اور ہم تعصب یا سنی سنائی باتوں کی بناپر، باطل کوحق اورحق کو باطل قرار نہ دیں، موجودہ پریشان کن حالات میں ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم سنے سنائے شکوک وشبہات مسلمانوں میں نہ پھیلائیں، بلکہ ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ ہم حق اور صواب تک پہنچنے اوراتحاد اسلامی کے مقصد تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کریں؛ تاکہ ہم اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے مظالم سے اپنے آپ کو اور اپنے مسلمان بھائیوں کو بچا سکیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ فاضل علامہ کی کوشش کوقبول فرمائے، اوران کی کوششوں پر جزائے خیر عطا فرمائے، اوران کی کوشش کومسلمانوں کے درمیان پھیلائے گئے شکوک وشبہات دورکرنے کا وسیلہ بنائے۔ آمین

۲۳؍شعبان المعظم؍۱۵ ۱۴ھ محمد عبدالقیوم قادری غفرلہ

۲۵؍جنوری؍۱۹۹۵ء

پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدًا ومصلیًا مسلّما

”من عقائد أہل السنۃ“ پہلی مرتبہ ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۵ء میں پاکستان سے شائع ہوئی، اس کے بعد رضا اکیڈمی، ممبئی نے –حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب کی فرمائش پر اور حضرت علامہ یٰسٓ اختر مصباحی صاحب کے مشورے سے– ۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۵ء میں اسے شائع کرواکر مفت تقسیم کیا۔ پھر حضرت شرف قادری –علیہ الرحمہ– نے خود اس کا ترجمہ کرکے ”عقائد و نظریات“ کے نام سے اردو دنیا میں پیش کیا۔ یہ ترجمہ ہندوستان سے اب تک شائع نہ ہوا تھا، ”بزمِ فیضانِ رضا“ اپنے اشاعتی سلسلے کو برقرار رکھنے کے لیے کسی اہم اورمفید کتاب کے انتخاب میں لگی ہوئی تھی، چند کتابوں کی ایک فہرست بھی تیار ہوگئی تھی، میں نے بذریعۂ فون مبارک پور حضرت مصباحی صاحب قبلہ سے رابطہ کیا، ڈرتے کانپتے اپنی بات رکھی، حضرت نے اگلے دن فون کرنے کا حکم دیا، اوراگلے دن ”عقائدونظریات“ کا نام مع خصوصیات بتادیا۔ اس کال کے بارے میں جب بزم کومعلوم ہوا تو بشمول پرنسپل صاحب سارے ہی لوگ خوش ہوئے، اور ”عقائد ونظریات“ کی طباعت پر متفق ہوگئے۔

یہ تھی ”عقائدونظریات“ کوآپ کے مطالعے کی میز پر پہنچانے کی مختصر روداد، اب آئیں! دیکھیں! کہ ہم نے اس کتاب پر کیا کام کیا ہے۔

۞ استادِ محترم حضرت مولانا اختر حسین فیضی مصباحی –دام ظلہ– کی کتاب ”قواعدِ املا وانشا“ اور اس میں موجود حضرت مصباحی صاحب –ادام اللہ بقاءہ– کے مقدمے کے مطابق اس کتاب کا املا درست کردیا گیا ہے۔

۞ کتاب کی تسہیل کے لیے رموز واوقاف بھی جوڑ دیے گئے ہیں۔

۞ کہیں کہیں بیاض رہ گئی تھی، **''من عقائد أهل السنة''** سے دیکھ کر اس کی تکمیل کردی گئی ہے۔

۞ کمپوزنگ کی غلطیاں بھی سدھار لی گئی ہیں۔

۞ ایسی ترکیب جس سے جملے کی سلاست پر آنچ آتی تھی، اسے دیانت داری کے ساتھ بدل دیا گیا ہے۔ کوئی بھی تبدیلی **''من عقائد اهل السنة''** دیکھے بغیر نہیں کی ہے۔

۞ کچھ عبارتیں ترجمہ ہونے سے رہ گئی تھیں، ان کا بھی ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

۞ اسم منسوب (جس اسم کے آخر میں یاے نسبتی ہو) سے ''ال'' ہٹا دیا گیا ہے، مثلاً ''المالکی، الجزائری، الازهری وغیرہ'' کو ''مالکی، جزائری، ازہری'' کر دیا گیا ہے؛ کہ اردو میں یوں ہی استعمال ہوتا ہے۔

۞ اسی طرح اسماے مرکب جو اردو میں فارسی ترکیب کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں، اور کتاب میں عربی ترکیب کے ساتھ لکھے گئے تھے، ان کے مضاف الیہ سے ''ال'' ہٹا دیے گئے ہیں۔ مثلاً ''ام الفضل، بلال ابن الحارث وغیرہ'' کو ''امِ فضل'' اور ''بلال بن حارث'' لکھا گیا ہے۔

۞ ''ابن'' نام کے شروع میں آیا ہے تو اسے برقرار رکھا گیا ہے، اور جہاں بیچ میں آیا ہے وہاں ''ابن'' سے ''الف'' حذف کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ''ابن عباس'' کے الف کو برقرار رکھا گیا ہے، اور ''عبداللہ ابن عمر'' کو عبداللہ بن عمر'' کر دیا گیا ہے۔

۞ کنیت والے اسما کو ''ابو'' سے ہی لکھا گیا ہے، چاہے شروع میں ہو یا بیچ میں۔ جیسے ''ابوبکر''، اور ''علی ابن ابی طالب'' کو ''علی بن ابو طالب'' کر دیا گیا ہے؛ اردو میں ایسا ہی لکھا جاتا ہے۔

۞ کئی مقامات پر نئی ہیڈنگ لگائی گئی ہے؛ تاکہ کتاب سمجھنے میں آسانی ہو۔

۞ ابوالحسنات حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی کو ''لکھنوی'' لکھا گیا تھا، اسے ''فرنگی محلی'' کر دیا گیا ہے۔ تاکہ ''مولوی عبدالحی لکھنوی، مصنفِ نزہۃ الخواطر'' سے التباس نہ ہو۔

۞ حوالہ جات میں بہت غلطیاں تھی، کئی کے صفحہ نمبر یا جلد نمبر غلط تھے، کئی کے حوالے آگے پیچھے ہو گئے تھے، اور کچھ کے تھے ہی نہیں، انھیں **''من عقائد اهل السنة''** سے صحیح کر دیا

گیا ہے۔

۞ حوالہ کہاں لکھا جائے، اس سلسلے میں علامہ یٰسٓ اختر مصباحی صاحب۔ اطال اللہ عمرہ۔ سے بات کی تو آپ نے تین طریقہ بتایا:

''۱۔ اسی صفحے پر لائن کے نیچے۔

۲۔ کتاب کے اخیر میں ایک ساتھ۔

۳۔ اقتباس کے بعد ہی۔

میں تیسرا طریقہ اپناتا ہوں''۔ حضرت ہی کا طریقہ اپنایا گیا ہے۔

۞ حوالے میں صرف جلد نمبر اور صفحہ نمبر پر اکتفا کیا گیا ہے، اور کتاب کے اخیر میں ''مآخذ ومراجع'' کی فہرست بنا دی گئی ہے، جس میں کتاب کے ساتھ مصنف کا نام، سنہ وفات، اور مطبع لکھ دیا، گیا ہے۔ میری سمجھ میں ایسا کرنے پر کتاب کی سلاست کو ٹھیس نہیں پہنچتی۔

۞ بعض مقامات پر بعض حضرات کا سنہ وفات بھی لکھا تھا۔ اسے حذف کر دیا گیا ہے۔ اور مآخذ ومراجع کی فہرست میں سب کا سنہ وفات لکھ دیا گیا ہے۔

۞ کسی حوالے کے معاً بعد اگر اسی کتاب کا حوالہ آیا ہے اور جلد وصفحہ نمبر بھی وہی ہے تو حوالے میں صرف ''ایضاً'' لکھا گیا ہے۔ اور اگر جلد وصفحہ نمبر یا صرف صفحہ نمبر الگ ہے تو ''ایضاً'' لکھنے کے بعد اس کی تعیین کر دی گئی ہے۔

ہم نے دو مقام چھوڑ کر کتاب میں کہیں بھی حاشیہ نہیں لگایا ہے، اسی لیے ہر کام کی تفصیل یہاں لکھ دی ہے۔ جو غالباً کچھ زیادہ ہی طویل ہو گئی ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ان تصرفات کو بیان کرنا ضروری تھا مگر پھر بھی کسی صاحب کا ذوق اسے قبول نہ فرمائے تو وہ ہماری جانب سے معذرت قبول فرمالیں۔ حاصل یہ کہ کتاب کو مفید اور جاذب نظر بنانے کا پورا اہتمام کیا گیا ہے، اور اس کی بھی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ جملوں کی سلاست وروانی بحال رہے۔

اس کام میں درج ذیل حضرات نے ہمارا ساتھ دیا:

کمپوزنگ کا کام:

۞ **مولانا نصر الدین سبحانی**، استاد شعبۂ کمپیوٹر دار العلوم محبوب سبحانی: آپ نے کتاب کا

ایک خمس کمپوز کیا، اور پروف کے بعد کمپوزنگ کی اصلاح، کتاب کی سیٹنگ اور ٹائٹل پیج بھی آپ ہی نے بنایا۔

۞ **محمد ضمیر خان** سلمہ، جماعتِ سابعہ: (ہر سال مدرسے بھر میں ٹاپ کرنے کا ریکارڈ انھی کا ہوتا ہے) آپ نے کتاب کا ایک خمس کمپوز کیا۔

۞ **محمد طلحہ نظامی** سلمہ، جماعت خامسہ: (رشتے میں آپ خطیب البراہین حضرت صوفی نظام الدین مصباحی -علیہ الرحمہ- کے پوتے لگتے ہیں) آپ نے کتاب کا دو خمس کمپوز کیا، اور پروف کے بعد کمپوزنگ کی اصلاح بھی کی۔

۞ **غلام عسقلانی** سلمہ، جماعت ثانیہ: آپ نے بھی کتاب کا ایک خمس کمپوز کیا۔

پروف ریڈنگ اور دوسرے کام:

۞ **محمد ذیشان رضا سیفی**، جماعت فضیلت: کتاب کی پانچ مرتبہ پروف ریڈنگ کی گئی، اور پانچوں مرتبہ بڑی متانت وسنجیدگی کے ساتھ، ڈانٹ ڈپٹ سنتے ہوئے، آپ نے ہمارا ساتھ نبھایا، کئی مقامات پر مفید مشورے بھی دیے، مستقبل ابھی سے روشن نظر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کامیاب کرے۔

۞ **بیت اللہ حسینی** سلمہ، جماعتِ ثالثہ **محمد عباس علی سلمہ**، جماعتِ رابعہ: آپ دونوں نے ماٰخذ ومراجع کی تیاری میں ہمارا بھرپور ساتھ دیا۔

مذکورہ تمام افراد نے بغیر کسی تکدُّر کے، خلوص وللّٰہیت کے ساتھ یہ کام کیا ہے۔ یہ چند جملے ان کے کام کا اجر کیسے بن سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ سب کی کاوش کو قبول فرمائے، اور سب کا مستقبل تابناک بنائے۔

۞ حضرت علامہ ومولانا **سید محمد اکرام الحق** قادری مصباحی قبلہ، پرنسپل دار العلوم محبوب سبحانی، نے اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود، ہمارے بار بار اصرار کرنے پر اپنی گراں قدر تقدیم سے بزمِ فیضانِ رضا کے حوصلوں کو بلند کیا ہے، کتاب پر کام کرنے کے لیے میرا انتخاب فرمایا، اور ہمت افزائی کرتے رہے۔

آپ اور آپ کے علاوہ دار العلوم محبوب سبحانی کے جملہ اساتذہ خاص طور پر

۞ حضرت علامہ ومولانا **محمد امجد علی** مصباحی -دام ظلہ- شیخ الحدیث ادارہ ہذا۔

۞ حضرت علامہ ومولانا مفتی **سید شاکر حسین** سیفی مصباحی، صدر شعبۂ افتا ادارہ ہذا۔

۞ حضرت علامہ ومولانا **محمد شمیم** عزیزی مصباحی، استاد ادارہ ہذا۔

۞ حضرت علامہ ومولانا **محمد بشیر اسلم** سبحانی، استاد ادارہ ہذا۔

۞ حضرت علامہ ومولانا **محمد ذوالفقار علی** برکاتی نظامی، استاد ادارہ ہذا۔

۞ حضرت علامہ ومولانا **محمد حبیب الرحمٰن** امجدی، استاد ادارہ ہذا۔

۞ حضرت علامہ ومولانا **محمد اظہر الدین** مصباحی، استاد ادارہ ہذا۔

۞ حضرت علامہ ومولانا مفتی **محمد وسیم احمد** مصباحی، استاد ادارہ ہذا۔

۞ حضرت علامہ ومولانا **محمد معظم رضا** علیمی، استاد ادارہ ہذا، دامت برکاتھم القدسیہ

اگر ہر قدم پر ہماری ہمت نہ بڑھاتے تو شاید یہ کام اتنی آسانی سے نہ ہو پاتا۔ یہ حضرات آفتاب وماہتاب اور ستارے ہیں، ان کے سامنے یہ ذرہ، ناچیز ہے۔ مگر یہ رائی کو پہاڑ بنانے کا ہنر جانتے ہیں۔ فقیر کے ساتھ ان کی ذرہ نوازی خوب رہی ہے۔ کبھی چھوٹا اور کم علم ہونے کا احساس نہیں دلاتے، یہ فطرتاً با اخلاق ملنسار اور مخلص ہیں، چھوٹے بڑوں کے مقام ومرتبہ کا لحاظ رکھتے ہیں، اور بڑے چھوٹوں کی نادانیوں کو نظر انداز کرتے ہیں، ان کے سامنے آقاے دو جہاں ﷺ کی یہ حدیث ہمیشہ رہتی ہے۔

من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منا.

یہ شاد وفرحاں رہ کر حضرت علامہ عبد الرحیم مصباحی علیہ الرحمہ (بانی ادارہ ھذا) کے گلشن کو اپنے خون سے سینچ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی خدمات کو قبول فرمائے۔

''**بزمِ فیضانِ رضا**'' بے حساب دادوتحسین اور مبارک باد کی مستحق ہے، جو ممبئی میں رہ کر بھی طلبۂ جامعہ اشرفیہ جیسا کام کر رہی ہے، ۱۹۸۳ء سے اس نے اپنے اشاعتی سلسلے کا آغاز کیا ہے، اور اب تک ۲۳؍ کتابیں منظر عام پر لا چکی ہے، (اللہ تعالیٰ کی مرضی شاملِ حال رہی تو دار العلوم محبوب سبحانی اور بزمِ فیضانِ رضا کی تاریخ جلد ہی آپ کی میز پر ہوگی۔) اس کے فعال ارکان اپنے اساتذہ کی راہ نمائی میں پوری تن دہی کے ساتھ مصروف عمل رہتے ہیں۔ امسال اس کے

ارکان یہ حضرات ہیں:

صدر : **محمد صدام حسین رضوی**، گوونڈی، ممبئی۔ یہ جماعت سابعہ میں ہیں، بڑے ہی ہونہار، چالاک اور پھرتیلے ہیں، یہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ انتظامی امور میں جو مہارت رکھتے ہیں، سارے ہی طلبہ اس کے قائل ہیں۔

نائب صدر : **محمد ذیشان رضا سیفی**، بھیونڈی، مہاراشٹرا، جماعت فضیلت۔

سیکریٹری : **محمد ذاکر حسین**، کٹیہار، بہار، جماعت خامسہ۔

نائب سیکریٹری : **محمد حنیف پٹھان**، پونہ، مہاراشٹرا، جماعت سابعہ۔

خزانچی : **محمد حسیب رضوی**، الہ آباد، یوپی، جماعت خامسہ۔

نائب خزانچی : **شیخ محمد فیضان**، بھیونڈی، مہاراشٹرا، جماعت رابعہ۔

بچوں کی حوصلہ افزائی مقصود تھی ورنہ اتنی دیر تک آپ کے اور اس کتاب کے درمیان حائل نہ رہتا۔ کتاب پر کام کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ مستقل ترجمہ نہیں ہے، بلکہ حضرت شرف قادری ۔علیہ الرحمہ۔ نے مزید کئی حوالوں کا اضافہ کیا ہے، کچھ چیزیں حذف بھی کی ہیں اور کہیں کہیں ترتیب بھی بدلی ہے، بہرحال کتاب ہر لحاظ سے قابل استفادہ ہے، اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ عربی اور اردو دونوں ہی کتاب حضرت علامہ مصباحی صاحب ۔دام ظلہ، سابق صدرالمدرسین و موجودہ ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔ کی فرمائش پر ہندوستانی مسلمانوں کے ہاتھوں میں آئی ہے۔ اب ورق الٹیں اور سنجیدگی سے بغور مطالعہ کریں۔

۱۲/ جمادی الآخرہ/ ۱۴۳۸ھ فاروق خاں مہائمی مصباحی

۱۱/ مارچ/ ۲۰۱۷ء خادمِ تدریس وافتا: دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلا، ممبئی۔

موبائل:7860311024 khan170690@gmail.com/ E-mail: ساکن: ماہم ایسٹ، ممبئی۔

تقدیم

حضرت علامہ ومولانا سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی دام ظلہ

صدرالمدرسین دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلا، ممبئی۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ممبئی عظمیٰ (صوبۂ مہاراشٹر، ہند) میں دارالعلوم محبوب سبحانی مسلک حق اہلِ سنت و جماعت مسلکِ اعلیٰ حضرت کی صحیح ترجمانی کرنے والا ایسا معروف ادارہ ہے، جو اپنے ٹھوس اور مستحکم نظامِ تربیت، بلند وبالا معیارِ تدریس اور عصرِ جدید سے ہم آہنگ نصابِ تعلیم کی بنیاد پر اپنی الگ ہی شناخت رکھتا ہے۔

کوئی ۳۹ برس قبل، فاضلِ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، تلمیذِ حضور حافظِ ملت، حضرت علامہ مفتی شاہ عبدالرحیم صاحب قبلہ ساحلؔ مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفّٰی ۲۷/ مئی/ ۲۰۰۵ء) نے سرزمینِ کرلا ویسٹ ممبئی میں بالکل لبِ روڈ اس ادارے کی بنیاد ڈال کر تعلیم وتدریس کا آغاز فرمایا تھا، شروع ہی سے یہ ادارہ معیاری تعلیم اور عمدہ نظم ونسق کے سبب عوام وخواص کے مابین متعارف رہا، اور اب تقریباً چار دہائیاں گزرنے کے بعد، اس کا علمی، تعلیمی، تربیتی، تبلیغی اور اشاعتی منہاج اس قدر صاف وشفاف اور مستحکم و پائیدار ہو چکا ہے کہ پورے ملک میں اسے ایک کامیاب ادارے کے طور پر دیکھا جا رہا ہے، اگر اس کے اراکین ومنتظمین کی مساعیِ جمیلہ اور اساتذہ ومدرسین کی پیہم کاوشیں یوں ہی جاری رہیں تو مستقبل قریب میں یہ ادارہ ایک عظیم الشان جامعہ بن کر ابھرے گا، ان شاء اللہ **تبارک وتعالیٰ**

ویسے تو یہ ادارہ صوبۂ مہاراشٹر میں کسی تعارف وتذکرے کا محتاج نہیں، مگر چوں کہ آج سائنس وٹکنالوجی کی ترقی نے پوری دنیا کو ایک شہر، بلکہ ایک چھوٹے سے محلے میں تبدیل کر دیا ہے، یہ

انٹرنیٹ کا زمانہ ہے، نیٹ پر دستیاب کتابوں کا مطالعہ کسی بھی ملک وشہر سے کیا جاسکتا ہے، اس لیے پوری دنیا کے علمی حلقوں میں متعارف ومانوس کرانے کے لیے ادارہ اور اس کے متحرک وفعال طلبہ کی انجمن ''بزمِ فیضانِ رضا'' کا مختصر اَتعارف کردینا مناسب معلوم ہورہا ہے۔

دارالعلوم محبوبِ سبحانی، ممبئی، مہاراشٹر، ہند: ایک صحیح اندازے کے مطابق ۱۹۴۹ء کے آس پاس چند دین دار حضرات نے ایک مسجد کا سنگِ بنیاد رکھ کر سرکارِ غوثِ اعظم کی نسبت سے اسے ''محبوبِ سبحانی مسجد'' کے نام سے موسوم کیا، تلاشِ بسیار کے باوجود یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کِن سعادت مندوں کے ہاتھوں اس کی تعمیر عمل میں آئی۔ ۱۹۴۹ء سے ۱۹۷۶ء تک اسی مسجد کے احاطے میں اہلِ محلہ کے نونہالوں کے لیے دینیات وناظرہ کی تعلیم ہوتی رہی۔ ۱۹۷۶ء کے اواخر میں اس خطے کا اقبال بلند ہوا اِسے ایک عالمِ باعمل عارف باللہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور بفضلہ تعالیٰ پروردۂ حضور حافظِ ملت، زاہدِ بے ریا، عمدۃ الأصفیاء، زبدۃ الأتقیاء حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم صاحب قبلہ ساحلؔ مصباحی۔رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔کی آمد سے اِس کی رونقِ ظاہری وباطنی دوبالا ہوئی، حضور والا مرتبت کی اَن تھک کوششوں کا ثمرہ یوں برآمد ہوا کہ ۱۹۷۷ء ہی سے حفظ ودرسِ نظامی کی تعلیم کا باضابطہ آغاز ہوگیا اور مسجد ہی کی عمارت میں یہ سلسلۂ تعلیم ۱۹۹۵ء تک مسلسل جاری رہا۔

۱۹۹۵ء تک حضرتِ موصوف اپنی مخلصانہ وداعیانہ کوششوں کی بدولت اراکین ومنتظمین کے دلوں کو دین ومذہب کی خدمت کے جذبۂ صادق سے لبریز کرچکے تھے، چناں چہ حضرتِ ممدوح کی تحریک پر آپ ہی کی سرپرستی میں اربابِ حل وعقد نے ادارے کی تعمیرِ نو کا منصوبہ بنایا، سرمایہ جمع کیا اور خانوادۂ مارہرہ کے عظیم روحانی پیشوا، حضور احسن العلماء سے سنگِ بنیاد رکھنے کی التجا کی، حضور اپنی علالت کے سبب خود تو نہ آسکے، لیکن اپنے شہزادے حضرت سید محمد اشرف میاں مارہروی مد ظلہ العالی کو سنگِ بنیاد کے لیے ایک اینٹ دے کر بھیجا، اور اِس طرح سے حضرت سید محمد اشرف صاحب قبلہ اور حضرت سید کمیل اشرف صاحب قبلہ رفعت معالیھما و بورکت ایامھما و لیالیھما کے مبارک ہاتھوں سے ادارے کی تعمیرِ نو کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور چار منزلہ نہایت مضبوط، شان دار، زلزلہ پروف، سنگ مرمر سے مرصع بہت خوب صورت عمارت کی تعمیر عمل میں آئی، ساتھ ہی مسجد سے بالکل متصل ایک ''زبیدہ'' نامی وسیع وعریض تین منزلہ ہوٹل خرید کر ادارے کے نام وقف

کیا گیا، تادمِ ایں انھی دونوں عمارتوں میں ادارے کی تعلیمی سرگرمیوں کا سلسلہ جاری ہے۔

اِس برقی دور میں سائنسی علوم وفنون کی اہمیت وافادیت سے کسی بھی صاحب عقل کو انکار نہیں ہوسکتا، پھر طلبۂ اسلام کو کامیاب داعی بنانے کے لیے جدید آلاتِ تبلیغ سے لیس کرنا اور اُن میں دینی وعصری علوم کا امتزاج پیدا کرنے کے لیے ٹیکنیکل کورسز کے ادارے اور انسٹی ٹیوٹس قائم کرنا بھی ضروری ہے؛ اِس لیے طالبانِ علوم شرعیہ کے لیے بالخصوص اور مسلمانانِ اہلِ سنت کے بچوں کے لیے بالعموم ''ٹیکنکل اور میڈکل کالجز، نیز قوم کو فنِّ تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے والیں معلمہ ومبلغہ عطا کرنے کے لیے ایک بڑے ''کلیۃ البنات (گرلس کالج)'' کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس ہوئی، لیکن اِن اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لیے اِس کی موجودہ عمارت کافی تنگ ثابت ہورہی ہے اور تشنگاہِ علومِ نبویہ کی کثرت وہجوم نے بھی اِسے ناکافی بنادیا ہے، اِس لیے کرلا ممبئی سے تقریباً ۷۰ کلومیٹر دور بیرونی شہر مہاپولی، بھیونڈی میں تقریباً چھ ایکڑ (تیس بیگھا) پر مشتمل نہایت وسیع وعریض ہموار زمین کی خریداری دوسال قبل عمل میں آچکی ہے، اگر اہلِ ثروت حضرات نے توجہ مبذول فرمائی تو جلد ہی تعمیری کام کا آغاز ہوگا اور اِس کی فلک بوس، پرشکوہ عمارتیں دیکھ کر اہلِ باطل کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، اِن شاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔

موجودہ اراکین ومنتظمین میں یہ حضرات اہم ہیں: (۱) عالی جناب الحاج سید سہیل اشرف صاحب قبلہ اشرفی (سرپرستِ اعلیٰ) (۲) الحاج جناب محمد عارف نسیم خان صاحب قبلہ (صدرِ اعلیٰ) (۳) الحاج جناب محمد یعقوب خان صاحب قبلہ برکاتی (نائب صدر) (۴) الحاج جناب کلیم اللہ صاحب قبلہ نظامی (سکریٹری) (۵) جناب الحاج اظہار الحسن صاحب قبلہ (نائب سکریٹری) (۶) جناب الحاج عنایت اللہ صاحب قبلہ برکاتی۔

اسٹاف ۳۵؍ ذی استعداد افراد پر مشتمل ہے، جن میں قابلِ ذکر یہ ہیں: (۱) راقم الحروف : صدر المدرسین (۲) حضرت علامہ محمد امجد علی صاحب قبلہ مصباحی: شیخ الحدیث (۳) حضرت علامہ مفتی سید محمد شاکر صاحب قبلہ سیفی مصباحی: مفتیِ ادارہ (۴) حضرت علامہ محمد شمیم صاحب قبلہ عزیزی مصباحی: نائب شیخ الحدیث (۵) حضرت علامہ محمد اظہر الدین صاحب قبلہ مصباحی: استاد درسِ نظامی (۶) حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ امجدی: استاد درسِ نظامی (۷) حضرت علامہ مفتی محمد

فاروق خان صاحب قبلہ قادری مصباحی: نائب مفتی (۸) حضرت علامہ مفتی محمد وسیم صاحب قبلہ قادری مصباحی: نائب مفتی (۹) حضرت علامہ بشیر اسلم صاحب قبلہ سبحانی: استاد درسِ نظامی (۱۰) حضرت علامہ ذوالفقار علی صاحب قبلہ برکاتی سبحانی: استاد درسِ نظامی (۱۱) حضرت علامہ محمد معظم صاحب قبلہ علیمی: نگراں و استاد درسِ نظامی (۱۲) حضرت حافظ وقاری منور حسین صاحب قبلہ: ناظمِ اعلیٰ (۱۳) حضرت مولانا قاری محمد مزمل صاحب قبلہ: شیخ القراء (۱۴) حضرت حافظ وقاری محمد حسیب الرضا صاحب قبلہ نوری ضیائی: استاد شعبۂ حفظ وقراءت (۱۵) حضرت مولانا حافظ وقاری جاوید اختر صاحب قبلہ: استاد شعبۂ حفظ وقراءت (۱۶) حضرت حافظ وقاری سید محمد حسن صاحب قبلہ: استاد شعبۂ حفظ (۱۷) حضرت مولانا حافظ وقاری ارشاد احمد صاحب قبلہ سبحانی: استاد شعبۂ حفظ (۱۸) حضرت مولانا حافظ وقاری غلام احمد رضا صاحب قبلہ: استاد شعبۂ حفظ (۱۹) حضرت حافظ وقاری اسرار احمد صاحب قبلہ: استاد شعبۂ حفظ (۲۰) حضرت مولانا حافظ وقاری محمد کلیم احمد صاحب قبلہ: استاد شعبۂ حفظ (۲۱) حضرت مولانا نصر الدین صاحب قبلہ سبحانی: استاد شعبۂ کمپیوٹر (۲۲) حضرت مولانا معین الدین صاحب قبلہ سبحانی: استاد دینیات (۲۳) حضرت مولانا رفیق احمد صاحب قبلہ سبحانی: استاد دینیات (۲۴) حضرت مولانا نسیم احمد صاحب قبلہ سبحانی: استاد دینیات (۲۵) حضرت مولانا محمد خورشید رضا صاحب قبلہ سبحانی: استاد دینیات (۲۶) حضرت مولانا محمد عتیق اللہ صاحب قبلہ سبحانی: آفس انچارج (۲۷) حضرت مولانا منصور احمد صاحب قبلہ: استاد انگلش (۲۸) جناب ماسٹر حسین صاحب: استاد انگلش وغیرھم۔

تعلیمی شعبے یہ ہیں: (۱) دینیات بالتجوید: تعدادِ طلبہ تقریباً ۲۰۰ (۲) تحفیظ بالحدر: تعدادِ طلبہ ۱۵۰ (۳) قراءت بروایتِ حفص: از طلبۂ ثانیہ تا رابعہ لازم (۴) مشق وترتیل: برائے طلبۂ حفظ، اعدادیہ اور اولیٰ لازم (۵) قراءت بروایتِ سبعہ (۶) درسِ نظامی از اعدادیہ تا فضیلت: تعدادِ طلبہ ۱۵۰ (۷) تخصص فی الفقہ (۸) انگلش: از اعدادیہ تا فضیلت لازم (۹) کمپیوٹر: از رابعہ تا فضیلت (۱۰) اسکول از کے۔جی تا ۸ کلاس برائے اطفال۔

خلاصہ یہ کہ دارالعلوم محبوبِ سبحانی اپنی تعلیمی وتبلیغی سرگرمیوں کے باعث مہاراشٹر کی سرزمین پر ایک امتیازی شان رکھتا ہے، سرکارِ غوثِ اعظم -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کے فیضانِ کرم اور

مشائخِ کرام کی دعاؤں سے روز بروز ترقی کی طرف گامزن ہے، اِس کے تعلیمی وتعمیری، علمی وتحریری شعبے ہنوز ترقی پزیر ہیں، ادارے سے اب تک ایک ہزار سے زائد طلبہ فارغ ہوکر ملک کے گوشے گوشے میں مسلکِ اہلِ سنت کی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہاں ازہرِ ہند "الجامعۃ الاشرفیہ" مبارک پور، اعظم گڑھ کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ یہاں کے متعلمین "جامعہ اشرفیہ" و "جامعہ علیمیہ" وغیرہما ملک کے مایۂ ناز اداروں میں نہ صرف یہ کہ داخلہ لینے میں کامیاب ہوجاتے ہیں بلکہ ششماہی وسالانہ امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کرکے فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے سندِ فراغت حاصل کرتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

بزمِ فیضانِ رضا: دارالعلوم محبوبِ سبحانی کے متحرک وفعال، حوصلہ منداور باذوق طلبہ کی انجمن کا نام "بزمِ فیضانِ رضا" ہے، یہ انجمن بانی ادارہ حضرت علامہ عبدالرحیم خان صاحب قبلہ -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کی سرپرستی میں ۱۹۸۳ء میں قائم ہوئی، یومِ قیام سے لے کر اب تک اِس بزم پر مجددِ اعظم امام احمد رضا خان -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کا فیضِ کرم ابرِ بارندہ بن کر برس رہا ہے۔

یہ بزم درحقیقت اِن شاہین صفت طلبہ کا ترویجی، اشاعتی، تربیتی اور تبلیغی ادارہ ہے، جس کا مقصد اگر ایک طرف مطبوعہ درسی وغیر درسی کتب ورسائل وجرائد کی ذخیرہ اندوزی ہے تو دوسری طرف یہ بھی ہے کہ دنیائے سنیت کے اربابِ فکرو دانش، سنجیدہ اسلوبِ بیان کے ماہر قلم کاروں بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی قلمی خدمات کو سلیس اندازِ بیان اور خوش اسلوبی سے مزین کرکے طباعت کے مرحلے سے گزار کر اُن کی اشاعت وترسیل کا منظم انتظام کیا جائے اور ملک کی اہم دانش گاہوں اور معروف لائبریریوں میں انھیں ارسال کیا جائے، نیز عوام وخواص میں اُنھیں بلا قیمت مفت تقسیم کیا جائے۔

یہ بزم بحمد اللہ تعالیٰ اپنے اغراض ومقاصد میں صد فی صد کامیاب وکامران ہے، ادارے کو کفیل نہ بناتے ہوئے اِس نے اپنے ذاتی فنڈ سے نہ صرف یہ کہ اپنی مستقل لائبریری قائم کرکے اُس میں لاکھوں روپے کی کتابیں مہیا کرائیں، بلکہ تقریباً سوا لاکھ روپے خرچ کرکے ۱۲ بائی ۲۵ کے ہال میں جملہ سہولیات سے لبریز ایک دیدہ زیب "حافظِ ملت دارالمطالعہ" بھی قائم کیا،

اراکین بزم کی کارکردگی کا اندازہ اِس سے لگائیں کہ یومِ تاسیس سے لے کر اب تک یہ انجمن تقریباً ہر سال کوئی نہ کوئی اہم کتاب منتخب کر کے اپنے صرفۂ خاص سے اس کی ترسیل و اشاعت کا بوجھ برداشت کرتی آئی ہے۔

اگست ۱۹۸۶ءمطابق ۱۴۰۶ھ میں بزم فیضانِ رضا نے پہلی کتاب” **اظہار الحق الجلی**،، (مصنف: امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شائع کرا کر مفت تقسیم کرنے پر عوام و خواص سے دادِ تحسین وصول کی ، اِس کتاب کی طباعت کے بعد اِس بزم پر، فیضِ رضا کی ایسی برکھا برسی کہ اس کی جانب سے علمی، تحقیقی، قیمتی اور معیاری کتب کی طباعت واشاعت کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور ان شاءاللہ تبارک و تعالیٰ کل بھی جاری رہے گا، بزمِ فیضانِ رضا نے اب تک درج ذیل کتابیں شائع کی ہیں۔

(۱) **اظہار الحق الجلی**: از امام احمد رضا (۲) **برکات الامداد**: از امام احمد رضا (۳) میلاد مصطفی: از امام احمد رضا (۴) **سید المرسلین**: از امام احمد رضا (۵) گستاخِ رسول کی شرعی سزا: از امام احمد رضا (۶) **الحجۃ الفائحۃ**: از امام احمد رضا (۷) دس عقیدے: از امام احمد رضا (۸) اکرامِ امام احمد رضا: از حضرت مفتی برہان الدین جبل پوری (۹) **کتاب التراویح**: از غزالیِ دوراں پاکستان (۱۰) فاضلِ بریلوی اور امورِ بدعت: از سید فاروق القادری صاحب (۱۱) اندھیرے سے اجالے تک: از علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب (۱۲) مسائل سبعہ: از مفتی رضوان الرحمٰن مالوی (۱۳) مدارِ نجات: از مولانا رضوان احمد صاحب شریفی (۱۴) رضا کوئیز بک: از پروفیسر حافظ شکیل پاکستان (۱۵) دینِ حسن: از استاذِ زمن علامہ حسن رضا بریلوی (۱۶) قیامت: از پروفیسر مسعود احمد صاحب (۱۷) جشنِ بہاراں: از پروفیسر مسعود صاحب (۱۸) عظمتِ نماز: از علامہ ساجد علی صاحب مصباحی (۱۹) بولتی تصویریں: از ڈاکٹر جابر شمس صاحب مصباحی (۲۰) ادلۂ ایمانیہ شرحِ قصیدۂ نعمانیہ: از سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی (۲۱) تابناک موتی: از سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی (۲۲) تجلیاتِ امام احمد رضا۔

یہ بائیس کتابوں کی وہ فہرست ہے جو بزمِ فیضانِ رضا کی طرف سے شائع ہو کر مقبولِ عام ہو چکی ہیں، کتابوں کی طباعت و اشاعت و تقسیم کے علاوہ بھی طلبہ کی دیگر سرگرمیاں ہیں، جو قابلِ

تحسین بھی ہیں اور لائقِ تقلید بھی۔ اِن کی تعلیمی سرگرمیوں کا خاکہ ملاحظہ فرمائیں:

دعوتی، فکری اور معلوماتی مضامین سے آراستہ پندرہ روزہ چار جداریے پابندی کے ساتھ منظرِ عام پر لانا، اُن کے نام حسب ذیل ہیں

(۱) **المصباح** : عربی (۲) خیابانِ حرم : فارسی (۳) پیغامِ ساحلِ ملت : اردو (۴) Edify of Sahil e Millat: انگلش

اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ہفتہ واری بزموں کا انعقاد، یہ کیف آفریں بزمیں درج ذیل خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں۔

(۱) بزموں کا انعقاد بروزِ پنج شنبہ از: صبح ۱۰ تا ۱۲:۳۰ تین بڑے ہال میں ہوتا ہے۔

(۲) ہر بزم میں چار طلبہ کی خطابت، چار کی نعت خوانی اور چار کی قراءت ہوتی ہے جب کہ چار چار طلبہ مختلف عناوین پر تین تین احادیثِ کریمہ اور دیے گئے مسائلِ فقہیہ حفظ کر کے باحوالہ پیش کر کے دادِ تحسین حاصل کرتے ہیں۔

عقائد و معمولات اور احکامِ فقہیہ پر وقتاً فوقتاً کوئیز کونٹسٹ کرانا (اِن پروگرامز کا مواد جمع کر کے بشکلِ کتاب ان شاءاللہ جلد ہی منظرِ عام پر لایا جائے گا)

نعت و خطابت کی خصوصی مزاولت کرانے کے لیے طلبہ کے مابین مسابقۂ نعت و خطابت کرانا۔

اپنے موقر اساتذۂ کرام کے زیرِ سایہ رہ کر ہر سال ایک عظیم الشان محفل بنام ”جشنِ امام احمد رضا“ منعقد کر کے، ملک کے مایۂ ناز علما اور خطبا کو بلا کر اُن کے مقدس ہاتھوں سے مطبوعہ کتاب کی رونمائی کرانا۔

مطبوعہ کتاب کو مدارسِ اسلامیہ کی لائبریریوں، مشائخِ کرام اور ائمۂ مساجد کی بارگاہوں تک مفت پہنچانا۔

تحفظِ ناموسِ رسالت، تشہیرِ مسلکِ اعلیٰ حضرت اور فکرِ امام احمد رضا کی اشاعت کے لیے ٹھوس و مضبوط اقدام کرتے رہنا۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر و ستائش ہے کہ طلبہ، بزم کی سرگرمیوں کے نتیجے میں سال بھر خرچ

ہونے والی رقم کا انتظام واہتمام خود ہی کرتے ہیں، سرمایہ کے بوجھ سے اراکین و منتظمین کی پشتوں کو گراں بار نہیں کرتے، اِس بزم پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے فیوض وبرکات کی برکھا ایسی برس رہی ہے کہ اِنھیں قلتِ سرمایہ کی شکایت کبھی نہیں ہوتی، بلکہ ہر سال بزم کے جملہ اقدامات بحسن وخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں، **فالحمدللہ علیٰ ذٰلک**۔

طلبۂ کرام کی پیہم تگ ودو اور مسلسل کاوشیں آج بھی جاری ہیں اور آج بھی یہ نونہالانِ اسلام اپنے خونِ جگر سے ملکی سطح پر علمی ودینی گل بوٹے اگا رہے ہیں، اِس سال اِن فیروز بخت نوجوانوں کی طرف سے جس کتاب کی اشاعت وترسیل عمل میں آرہی ہے وہ ''**من عقائدِ اهلِ السنة**''، کا اردو ترجمہ ''عقائد ونظریات''، ہے، جس کے مصنف ومترجم ماضی قریب کے عظیم محقق، ماہر رضویات جامعِ علومِ نقلیہ وعقلیہ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری **رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ** ہیں، اِس کتاب کی طباعت واشاعت یقیناً علمی حلقے میں اِن طلبہ کی زریں خدمت شمار ہوگی، ہمیں یقین ہے کہ اہلِ علم اِن باذوق وسعادت مند طلبہ کی سراہنا کریں گے اور اِنھیں اِس انتہائی اہم اور کامیاب پیش رفت پر دادِ تحسین سے نوازیں گے اور کتاب اپنا خاطر خواہ حقّ پزیرائی ضرور حاصل کرے گی۔

اب اِس حقیقت کے اعتراف کے ساتھ میں گفتگو ختم کررہا ہوں کہ اگر حضرت علامہ مفتی محمد فاروق خان صاحب قبلہ مصباحی **رفعت معالیه وبورکت فی ایامه ولیالیه** (نائب مفتی ادارہ ہذا) کی شب خیزی وعرق ریزی نہ ہوتی تو شاید یہ کام اتنی برق رفتاری وخوش اسلوبی کے ساتھ تکمیل آشنا نہ ہو پاتا، حضرت موصوف نے کمالِ دیانت ومہارت اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اِسے گویا کہ ازسرِ نو مرتب کیا ہے، اِس کتاب کی قدر ومنزلت بھی اِس بات کی متقاضی تھی کہ اِسے ایک امتیازی شان کے ساتھ پیش کیا جائے، تاکہ اِس کتاب کی تالیف سے حضرت مؤلف **علیه الرحمه** کا جو مقصد تھا، اُس کی طرف عوام وخواص کی توجہ ہوسکے اور وہ مقصد جلد تر حاصل ہوسکے، حضرت مفتی صاحب قبلہ کی محنت ومشقت کا صحیح اندازہ اُن کے ''پیش لفظ'' کے مطالعے سے لگایا جاسکے گا، جس میں اُنھوں نے اِس کتاب پر کیے گئے کام کو بالتفصیل بیان کردیا ہے، کتاب پڑھنے سے قبل، اِن کے ''پیش لفظ'' کا مطالعہ بڑا مفید وکارآمد ثابت ہوگا۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ بزمِ فیضانِ رضا کے جملہ اراکین ومنتظمین بالخصوص حضرت مولانا

مفتی فاروق صاحب قبلہ مصباحی کی اِس کاوش کو مقبولیت کا جوہر بخش کر اِنھیں وہ جزا عطا فرمائے جو اُس کی شانِ کریمی کے لائق ہو، مستقبل میں بھی اِن حضرات کو، مشائخِ کرام کی قلمی خدمات کو متعارف کرانے کی توفیق مرحمت فرمائے اور دینی کتب ورسائل کی اشاعت وترسیل کے لیے اِن کی عقل وفکر کو دوآتشہ بنائے! **آمین بجاہ حبیبه سید المرسلین**

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا مولانا محمد وعلیٰ آله وصحبه وبارک وسلم

۱۲/ جمادی الاٰخرہ/ ۱۴۳۸ھ — از: خاکسار سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی **عفی عنه**
۱۱/ مارچ/ ۲۰۱۷ء — صدر المدرسین: دارالعلوم محبوبِ سبحانی، کرلا ویسٹ، ممبئی ۷۰
فون: 9029249679
E-mail: smikram786@gmail.com

مقدمۂ مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان. والصلاۃ والسلام علی سید الانس والجان، وعلی آلہ واصحابہ ما استدار القمران وتعاقب الملوان.

آج جب کہ روس شکست وریخت سے دوچار ہو چکا ہے، سرمایہ دارانہ نظام اور کمیونزم کے تصادم کا خاتمہ ہو چکا ہے، لادینی قوتیں اپنے لیے صرف اسلام کو خطرہ محسوس کر رہی ہیں؛ کیوں کہ اسلام ہی وہ زندہ و پائندہ دین ہے جو ہر قسم کے حالات میں نہ صرف زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے، بلکہ زمانے کے ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ اسلام ہی وہ دین ہے جو بیک وقت دل اور دماغ دونوں کو اپیل کرتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ اسلام دنیا بھر میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اسلام کے اس پھیلاؤ سے خوف زدہ ہو کر یہود، ہنود اور عیسائی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ بنا چکے ہیں، ان حالات میں وقت کی اہم ترین ضرورت عالم اسلام کا اتحاد ہے، دنیا بھر کے مسلمان اگر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں تو دنیاے کفر کی یلغار ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

عالمی سطح پر اسلامی اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ انفرادی سوچ پر اجتماعی فکر کو ترجیح دی جائے، باہمی اختلافات کے سلسلے میں وسعتِ نظری سے کام لیا جائے، اپنا موقف کسی پر ٹھونسنے اور فریقِ مخالف کی کردار کشی کی بجاے معقولیت اور دلائل سے گفتگو کی جائے، تو کوئی وجہ نہیں کہ دوریاں کم نہ ہوں، غنیمت ہے کہ عالمی سطح پر یہ احساس بے دار ہو رہا ہے۔

یکم ربیع الاول ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۸ء کو جدہ میں عالم اسلام کے وزراے اطلاعات کی ایک اہم کانفرنس موتمر اسلام کے زیرِ اہتمام منعقد ہوئی، جس میں خادم الحرمین شریفین شاہ فہد نے خطاب کرتے ہوئے یہ وضاحت کی:

''یہ بات اگرچہ آپ کے نزدیک زیادہ اہمیت نہیں رکھتی، تاہم اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے میں وزارت اطلاعات سے متعلق اپنے بھائیوں اور قلم کاروں کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اس جگہ (سعودی عرب میں) وہابی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

جب کوئی شخص سعودی عرب اور یہاں کے باشندوں کی توہین کرنا چاہتا ہے تو انھیں وہابی کہہ کر یاد کرتا ہے، اگر ہم اس نام کو قبول کر لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارا مذہب، اسلامی عقیدے سے الگ ہے۔

انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور عظام کی ذوات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا اور محفلِ میلاد کا منعقد کرنا دنیا بھر کے مسلمانوں کا معمول ہے، بعض متشدد قسم کے علما اسے شرک و کفر قرار دیتے ہیں، چند سال قبل سعودی عرب کے مفتیِ اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز کے حوالے سے یہ فتوی شائع ہوا کہ محفلِ میلاد منعقد کرنا کفر ہے، اس کی انھوں نے باقاعدہ تردید کی، جدہ سے شائع ہونے والے روزنامہ ''المدینۃ'' میں یہ بیان اس طرح شائع ہوا۔

"ابن باز ينفى تكفيرالاحتفال بالمولد النبوى وقال سماحه إن مقاله الذى نشر وانيع من قبل أجهزة الاعلام السعودية قبل أيام لم يتضمن هذا الحكم"۔ (المدینۃ، جدہ، شمارہ: ۶، صفر/۱۴۰۲ھ)

ابن باز نے محفلِ میلاد منعقد کرنے کو کفر نہیں قرار دیا، شیخ نے کہا کہ وزارتِ اطلاعات کی طرف سے چند دن پہلے سعودی ذرائع ابلاغ کی طرف سے نشر کیے جانے والے میرے بیان میں یہ بات (کہ محفلِ میلاد منانا کفر ہے) نہیں تھی۔

شیخ عبداللہ بن باز نے اپنے ایک اور بیان میں کہا:

"التوسل بحياة فلان أوببركة فلان أو بحق فلان هذا بدعة وليس بشرك"۔ (الرابطۃ، مکۂ مکرمہ، صفر/۱۴۰۹ھ، ص: ۶۰)

فلاں کی زندگی فلاں کی برکت یا بحق فلاں سے توسل بدعت ہے اور شرک نہیں ہے۔

ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تشدد کی بجاے اعتدال کی طرف سفر جاری ہے، جو خوش آئند بھی ہے، اور وقت کا تقاضا بھی۔

بعض لوگوں کا مشغلہ ہی اختلافات کی آگ کو تیز تر کرنا ہے، وہ ملت اسلامیہ کی بھلائی اسی میں تصور کرتے ہیں کہ افتراق کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کر دیا جائے، اس کی نمایاں ترین مثال لاہور کے احسان الٰہی ظہیر کی تالیف "البريلوية" ہے جو غیر ملکی سرمایے کے بل بوتے پر عربی، اردو اور انگریزی میں شائع کر کے وسیع پیمانے پر دنیا بھر میں مفت تقسیم کی گئی اور غلط بیانی کی بنیاد پر فرقہ واریت کو فروغ دیا گیا۔

احسان الٰہی ظہیر نے نہ صرف امامِ اہلِ سنت وجماعت مولانا احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی، بلکہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ ایک نئے فرقے کے بانی تھے، حالاں کہ ان کی تصانیف کی کثیر تعداد مطبوعہ حالت میں موجود ہے، جن کے مطالعے سے کوئی بھی انصاف پسند صاحبِ قلم اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ انھوں نے تمام زندگی قرآن وحدیث اور ارشاداتِ ائمۂ دین کی روشنی میں مسلکِ اہلِ سنت اور مذہبِ حنفی کی تائید اور تبلیغ میں صرف کی۔

امام احمد رضا بریلوی کے علم وفضل اور وسعتِ نظر کا اعتراف عرب وعجم کے علما اور دانشوروں نے کیا۔

احسان الٰہی ظہیر اس امر کے اعتراف اور اظہار کے لیے بھی تیار نہیں ہیں، آئندہ سطور میں چند اہلِ علم ودانش اور مشاہیر کی آرا پیش کی جاتی ہیں۔

علامہ اقبال۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔نے امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی:

"وہ بے حد ذہین اور باریک بیں عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے، اور ہندوستان کے کیسے نابغۂ روزگار تھے، ہندوستان کے اس دورِ متاخرین میں، ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ نہایت مشکل سے ملے گا۔"

ابوالاعلیٰ مودودی نے ۲۸؍مئی ۱۹۶۸ء کو ایک پیغام میں کہا:

"مولانا احمد رضا خان صاحب کے علم وفضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے، فی الواقع وہ علومِ دینیہ پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے، اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان

سے اختلاف رکھتے تھے۔"

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صدر شعبۂ عربی، پنجاب یونیورسٹی ایک مقالے میں لکھتے ہیں:

"فاضل بریلوی، دیگر مفتیانِ برصغیر پاک وہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں، اور ان کے یہ فتاوے اپنی عظیم افادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں جو تنوع ایجاد، جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے کمالِ حسن، وسعتِ نظر، عمیق بصیرت ظرافتِ طبع اور جزئیات میں کلیات، اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوتِ فیصلہ اور قلب وروح کو متاثر کرتی نظر آتی ہے، یہ وہ انفرادیت وامتیاز ہے جو برِ عظیم، پاک وہند کے مفتیانِ عظام کے حصے میں بہت کم کم آیا ہے، مگر فتاویٰ رضویہ کے مصنف کے یہاں کثرت ومقدارِ وافر کے ساتھ میسر ہے۔

فتاویٰ رضویہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا فاضل مصنف، کوئی عام عالمِ دین یا محض مفتی وفقیہ نہیں، بلکہ ایک کثیر الجوانب عبقری، یعنی ورسٹائل جینئس ہے، اس لیے نہ تو ان کی نظر محض فقہی پہلو پر محدود ومرکوز رہتی ہے، اور نہ ان کی بات میں کسی پہلو کی تشنگی یا اسے نظر انداز کرنے کا احساس ہوتا ہے، بلکہ ان کے اندازِ بیان سے منقولات اور معقولات کے ہر علم وفن کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے"۔ (نوائے وقت، لاہور، ۲؍دسمبر؍۱۹۹۳)

امام اہلِ سنت شاہ احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔کے مخالفین نے انصاف ودیانت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے، غلط بیانی سے بھی گریز نہیں کیا، کبھی کہا گیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو صرف نور مانتے ہیں بشر نہیں مانتے، حالاں کہ یہ بات دین کا معمولی فہم رکھنے والا شخص بھی نہیں کہہ سکتا، شاہ احمد رضا بریلوی تو علومِ دینیہ کے یکتائے روزگار فاضل تھے، انھوں نے تصریح کی ہے:

"جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے، قال تعالیٰ: قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا" ۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۶، ص:۶۷۰)

کبھی یہ کہا گیا کہ وہ قبروں کو سجدہ کرنا جائز قرار دیتے تھے، حالاں کہ انھوں نے ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل رسالہ لکھا، جس کا نام "الزبدة الزكية فى حرمة سجود التحية" ہے، جس میں قرآن پاک کی آیت کریمہ، چالیس احادیث اور ڈیڑھ سو تصریحاتِ فقہا

سے ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی تعظیماً سجدہ کرنا حرام ہے اور مخالفین کے شبہات کی دھجیاں بکھیر دیں۔

قبر کو سجدہ کرنا، اس کے گرد طواف کرنا تو ایک طرف، وہ تو حضور سید عالم ﷺ کے مزار اقدس کو ہاتھ لگانے سے بھی منع کرتے ہیں، ملاحظہ ہو! فرماتے ہیں:

''خبر دار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو؛ کہ خلاف ادب ہے، بلکہ چار ہاتھ فاصلے سے زیادہ قریب نہ جاؤ، یہ ان کی رحمت کیا کم ہے؟ کہ تم کو اپنے حضور بلایا اور اپنے مواجۂ اقدس میں جگہ بخشی''۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص:۷۲۶)

احسان الٰہی ظہیر نے اہلِ سنت و جماعت (بریلویت) کے چند عقائد بڑے مضحکہ خیز انداز میں اپنی کتاب ''البریلویۃ'' میں پیش کیے ہیں، اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ معاذ اللہ! ان عقائد کا قرآن و حدیث اور عقل و نقل سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ بریلویوں کے خود ساختہ عقائد ہیں، الحمدللہ! راقم نے یہ مسائل قرآن و حدیث اور ائمۂ دین کے ارشادات بلکہ ان کی اور علماے دیوبند کی مسلّم شخصیات کے حوالے سے پیش کیے ہیں، ان عقائد کے بارے میں زیادہ سے زیادہ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں انھیں تسلیم نہیں کرتا، لیکن کوئی بھی صاحبِ علم اور صاحبِ انصاف و دیانت، ان کے ماننے والے کو کافر اور مشرک قرار نہیں دے سکتا، بشرطے کہ غیر جانب دارانہ سوچ کے ساتھ ان مقالات کا مطالعہ کرے۔

پیش نظر کتاب ''عقائد و نظریات'' کے ابتدا میں دنیاے عرب کے عظیم محقق اور بین الاقوامی دینی و مذہبی اسکالر علامہ سید یوسف سید ہاشم رفاعی -مدظلہ- کا مقالہ ''العلامۃ الکبیر الشیخ احمد رضا خاں فی المیزان'' شامل کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری -رحمہ اللہ تعالیٰ- جسٹس سپریم کورٹ، کا ایک مقالہ شامل کیا گیا ہے، نیز محقق رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ، کا ایک مقالہ ''امام احمد رضا اور ردِّ بدعات'' شامل کیا گیا ہے۔

عقائد اہلِ سنت کے سلسلے میں راقم کے درج ذیل مقالات بصورت ابواب شامل کتاب ہیں

- الحیاۃ الخالدۃ: انبیاے کرام اور اولیاے عظام کی بعد از وصال، زندگی۔

- المعجزۃ و کرامات الاولیاء: انبیاے کرام -علیہم السلام- اور اولیاے کرام -رحمہم اللہ تعالیٰ- کو دی ہوئی قدرت اور تصرفات کی تفصیل۔
- حول مبحث التوسل: مسئلۂ توسل کی تحقیق اور مدینۂ منورہ میں رہنے والے شیخ ابوبکر جابر جزائری کے، حضرت بلال بن حارث -رضی اللہ عنہ- کی حدیثِ توسل پر اعتراضات کے جوابات۔
- التوسل والاستعانۃ: اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے توسل اور استعانت کی تحقیق۔
- مدینۃ العلم: نبی اکرم ﷺ کے خداداد علوم غیبیہ، اور اولیاے کرام کے علوم کی بحث۔
- سیدنا محمد ﷺ نور الحق واول الخلق: نبی اکرم ﷺ کی نورانیت، بشریت اور اول مخلوق ہونے کا بیان، نیز سرکار دو عالم ﷺ کے جسدِ اقدس کے بے سایہ ہونے کی تحقیق۔
- الحبیب فی رحاب الحبیب حاضر و شاھد علی اعمال الأمۃ: روحِ اعظم ﷺ کی کائنات میں جلوہ گری۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اہلِ سنت و جماعت کے مخالفین کے پھیلائے ہوئے پروپیگنڈے اور اختلاف و انتشار کو دور کرنے کا ذریعہ بنائے، آمین۔

یاد رہے کہ پاک و ہند اور بنگلہ دیش ہی نہیں، دنیا بھر کے مسلمانوں کی اکثریت مسلک اہلِ سنت و جماعت سے وابستہ ہے، ائمۂ اربعہ کے مقلدین کی اسلامی دنیا میں غالب اکثریت ہے، انھیں نظر انداز کر کے اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر، اتحادِ عالمِ اسلامی کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اور کون نہیں جانتا کہ آج ہم اپنی صفوں کے افتراق اور انتشار کو دور کر کے ہی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دنیاے کفر کی یلغار کو روک سکتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ احسان الٰہی ظہیر جیسے مخالف پر اعتماد کر کے بریلویوں کو کافر و مشرک قرار دینے کی بجائے براہ راست ان کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے اور دیانت دارانہ راے قائم کی جائے۔

احسان الٰہی ظہیر نے ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء میں "البریلویۃ" نامی کتاب لکھی اور اس کے مقدمہ میں لکھا:

"میں بریلویوں کے بارے میں کچھ لکھنا نہیں چاہتا تھا؛ کیوں کہ یہ فرقہ جہالت کی پیداوار ہے، جوں جوں علم پھیلے گا اور جہالت کا خاتمہ ہوگا اس فرقے کی کوششیں دم توڑ جائیں گی، لیکن میں نے دیکھا کہ ان کی مستعدی اور کوششوں میں تیزی آ رہی ہے اور تین سال قبل انھوں نے ایک بڑی کانفرنس منعقد کی، جس میں دنیا کے اکثر ممالک سے بدعت کے حامیوں نے شرکت کی"۔

یہ کانفرنس جمعیت العلماء پاکستان نے ویمبلے ہال، لندن میں منعقد کی تھی، احسان الٰہی ظہیر نے بڑی چابک دستی سے فائدہ اٹھایا اور سعودی عرب کے آل شیخ سے تعلق رکھنے والے شیوخ کو یہ تاثر دیا کہ یہ لوگ تمھارے دشمن ہیں، اس طرح مفادات کے حصول کی راہ ہموار کی، علماے اہلِ سنت و جماعت کی ذمہ داری ہے کہ عربی میں لٹریچر شائع کریں اور انھیں ں بتائیں کہ تم تو اپنے آپ کو حنبلی کہلواتے ہو اور یہ لوگ تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں، تمھارے اور ان کے درمیان کیا قدر مشترک ہے؟

یکم ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری

۸ ستمبر ۱۹۹۴ء — شیخ الحدیث: جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

تعارف مصنف

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی (جامعہ ازہر، قاہرہ، مصر)

نام	:	محمد عبدالحکیم شرف قادری
ولدیت	:	مولوی اللہ دتا بن صوفی نور بخش رحمہما اللہ تعالیٰ
مسلک و مذہب	:	اہلِ سنت و جماعت، حنفی، ماتریدی
مشرب	:	قادری
تاریخ پیدائش	:	۲۴ شعبان ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۴۴ء
جائے پیدائش	:	مرزا پور، ضلع ہوشیار پور، (مشرقی پنجاب، انڈیا)

تعلیم

پرائمری	:	۱۹۵۵ء تا ۱۹۵۷ء جامعہ رضویہ، فیصل آباد
متوسط کتب درس نظامی	:	۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۱ء جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
منتہی کتب درس نظامی	:	۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۴ء جامعہ امدادیہ مظہریہ، بندیال، ضلع خوشاب میں

درج ذیل علوم کی تحصیل کی، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد، منطق، فلسفہ، ہیئت، ہندسہ، نحو۔

اسی دوران ۱۹۶۳ء میں تین ماہ دار العلوم ضیاے شمس الاسلام، سیال شریف میں سراجی، حماسہ، اور شرحِ وقایہ پڑھیں، آئندہ سطور میں ہم حضرت موصوف کے جلیل القدر اساتذۂ کرام کی مختصر فہرست پیش کرتے ہیں۔

- استاذ الاساتذہ ملک المدرسین حضرت علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ
- استاذ العلماء شارحِ بخاری حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ
- مناظرِ اسلام حضرت علامہ مولانا اشرف سیالوی مدظلہ العالی
- حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ

- حضرت علامہ مولانا حافظ احسان الحق رحمہ اللہ تعالیٰ
- حضرت علامہ مولانا سید منصور حسین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ
- حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امین نقشبندی مدظلہ العالی
- حضرت علامہ مولانا محمد شمس الزماں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

علمی خدمات

صاحبِ تذکرہ نے متعدد علمی، تاریخی اور ادبی موضوعات پر معرکۃ الآرا تصانیف قلم بند کی ہیں، مثلاً عقائد، حدیث، اخلاق، سیرت و فضائل، افتا، نحو، منطق، تاریخ، تنقید اور اسلام کی عظیم الشان شخصیات کا تذکرہ، اور مختلف تصانیف۔ علاوہ ازیں اردو میں نہایت دل پسند اور عام فہم تراجم بھی تحریر فرمائے ہیں۔

علامہ نبہانی کی کتاب ''الشرف المؤبد'' کا ترجمہ ''برکات آلِ رسول''، علامہ عبدالغنی نابلسی کے رسالۂ مبارکہ ''کشف النور عن اصحاب القبور'' کا ترجمہ ''مزارات اولیا پر چادر چڑھانا''، حضرت علامہ سید یوسف سید ہاشم رفاعی ۔مدظلہ العالی ۔کویت، کی تصنیف ''أدلة اهل السنة والجماعة'' کا ترجمہ ''اسلامی عقائد'' کے نام سے کیا ہے۔

شیخ محقق علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی فارسی تصنیف ''اشعة اللمعات شرح مشکاۃ'' کی تیسری، چوتھی جلد کا اردو ترجمہ کیا ہے، حضرت شیخ ہی کی غیر مطبوعہ تصنیف ''تحصیل التعرف فی معرفة الفقه والتصوف'' کا اردو ترجمہ ''تعارف فقہ وتصوف'' کے نام سے کیا ہے، جو المتاز پبلی کیشنز، لاہور کی طرف سے شائع ہوگیا ہے۔ حضرت شیخ محمد صالح فرفور، دمشق ۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔ کی تصنیف لطیف ''من نفحات الخلود'' کا اردو ترجمہ ''زندہ جاوید خوش بوئیں'' کے نام سے کیا ہے اور حال ہی میں حضرت کی ایک دوسری کتاب ''من رشحات الخلود'' کا اردو ترجمہ ''سدا بہار خوش بوئیں'' اور تیسری کتاب ''من نسمات الخلود'' کا اردو ترجمہ ''ولولہ انگیز خوش بوئیں'' کے نام سے مکمل کیا گیا ہے، یہ کتابیں مکتبۂ قادریہ، لاہور سے شائع ہو چکی ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت علامہ محمد مہدی فاسی ۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔ کی عربی تصنیف لطیف

''مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات'' کا ترجمہ مکمل کرلیا ہے، اس کے علاوہ دلائل الخیرات شریف کا اردو ترجمہ بھی مکمل ہوکر منظر عام پر آ گیا ہے۔

حضرتِ علامہ فضلِ حق خیر آبادی کی فارسی تصنیف ''تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی'' کا اردو ترجمہ ''شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ'' کے نام سے کیا ہے۔

نیز آپ نے علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔ کی منطق میں مشہور درسی کتاب ''المرقاۃ'' پر ''المرضاۃ'' کے نام سے عربی حاشیہ بھی لکھا ہے۔

ان کے علاوہ فقہ واخلاق سے متعلق فارسی کی بعض کتابوں پر اردو میں حواشی لکھے ہیں:

سید یوسف حسینی راجا کی کتاب ''تحفۂ مشائخ''

شیخ علی رضا کی کتاب ''بدائع منظوم''

شیخ شرف الدین سعدی شیرازی کی کتاب ''کریما''

شیخ شرف الدین سعدی شیرازی کی کتاب ''نامِ حق''

نحو کی مشہور کتاب ''نحومیر'' (تصنیف: میر سید شریف جرجانی) پر بھی آپ نے اردو میں حاشیہ لکھا ہے۔

پیش نظر کتاب ''عقائد ونظریات'' خود حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری ۔دامت برکاتہم العالیہ ۔کی عربی تصنیف ''من عقائد اهل السنة'' کا اردو ترجمہ ہے۔

مشہور غیر مقلد احسان الٰہی ظہیر نے ''البریلویہ'' نامی کتاب لکھی تو ہمارے ممدوح علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ۔مدظلہ العالی ۔نے اس کے جواب میں اردو تصنیف ''اندھیرے سے اجالے تک'' (یہ کتاب بزمِ فیضانِ رضا، دار العلوم محبوب سبحانی کی جانب سے ۱۹۹۸ء شائع ہو چکی ہے، مہائی) لکھی ہے، جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی ۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔ پر لگائے گئے اتہامات کا علمی اور تحقیقی انداز میں جواب دیا ہے۔ ''شیشے کے گھر'' لکھ کر بتایا کہ غیر مقلدین کے اکابر کس طرح انگریز نوازی میں غرق تھے۔ اور بعد میں ان دونوں کتابوں کو یکجا کر کے ''البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ'' کے نام سے شائع کیا۔

''من عقائد اهل السنة'' لکھ کر اہلِ سنت و جماعت کے ان عقائد کو قرآن و

حدیث اور سلف صالحین کے ارشادات کی روشنی میں مدلل طور پر بیان کیا ہے، جن کو احسان الٰہی ظہیر نے "البریلویة" میں تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔ اب اس کتاب "من عقائد اهل السنة" کا اردو ترجمہ "عقائد ونظریات" کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ رب العزت اسے عوام وخواص کے لیے باعثِ نفع اور مخالفین کے لیے باعثِ ہدایت بنائے، روشن اور سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کتاب اور دیگر تصانیف کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

علمی مصروفیات

آپ محدث، محقق، مدرس، مصنف اور شارح کی بلند پایہ مسند پر فائز ہیں، تحصیل علوم سے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیے ہیں، آخر میں اہلِ سنت وجماعت کے عظیم الشان دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور تشریف لے آئے، آپ عرصہ تینتیس سال سے درس وتدریس میں ہمہ تن مصروف ہیں اور اس طویل عرصے میں حدیث، تفسیر، فقہ، عقائد، اصولِ فقہ، صرف ونحو، منطق، فلسفہ، ہیئت، بلاغت، قدیم ادب عربی اور فارسی پڑھانے میں مصروف ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی علمی، عملی، ادبی اور مجاہدانہ خدمات سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کا سایہ۔ صحت وتندرستی کے ساتھ۔ ہمارے سروں پر دراز فرمائے۔ آمین

صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبه محمد وعلی آله واصحابه وسلم

آپ کے دریائے علم سے فیض حاصل کرنے والا

۲؍ربیع الاول، ۱۴۱۵ھ ۲۹۹۳ء، ممتاز احمد سدیدی

نوٹ: یہ مقالہ حضرت شرفِ ملت کی حیات میں لکھا گیا تھا، ۱۸؍شعبان؍ ۱۴۲۸ھ، یکم ستمبر ۲۰۰۷ء کو اہلِ سنت وجماعت کا یہ عظیم محسن اس دنیا سے رخصت ہوگیا، اور اپنے پیچھے کبھی نہ پُر ہونے والا خلا چھوڑ گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، ۱۲ مہائی

عظیم المرتبت حضرت علامہ

شیخ احمد رضا خان کا علمی اور روحانی مقام

عالمی مبلغ اسلام فضیلۃ الشیخ سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ العالی، کویت

امام احمد رضا بریلوی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے، وہ نوعمری میں ہی علوم دینیہ پڑھنے میں مصروف ہوگئے اور مرتبۂ کمال کو پہنچے، یہاں تک کہ نوعمری میں ہی فتویٰ دینے لگے، اور یہ اس لیے تھا کہ آپ ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے، آپ کے والد اور آپ کے دادا اکابر علما اور اصحابِ زہد وتقویٰ میں سے تھے۔

جائے ولادت

آپ کی پیدائش شہرِ بریلی، یوپی، ہندوستان میں ہوئی، اسی شہر کی نسبت سے آپ کو بریلوی کہا جاتا ہے، جیسے کہ ہندوستان کے شہروں میں علما اور معروف شخصیات کی عادت ہے۔

دینی خدمات

علامہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ جب مختلف علوم شرعیہ سے فارغ ہوگئے تو تصنیف وتدریس، وعظ وارشاد، افتا اور امت مسلمہ کی اصلاح کے فرائض انجام دینے لگے۔

آپ کو سلسلۂ قادریہ کے علاوہ سلسلۂ عالیہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ میں بھی خلافت حاصل تھی۔

گراں قدر تصانیف

امام احمد رضا خاں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ نے عربی، اردو اور فارسی میں ایک ہزار کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں، الحمد للہ! ان میں سے اکثر طبع ہوچکی ہیں، آپ بلند صلاحیت رکھنے والے، عالی دماغ اور سریع القلم عالم دین تھے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی امداد اور رسول اللہ ﷺ کی برکت

سے آپ پر علوم ومعارف کی بارش ہوتی رہتی تھی، اس حقیقت کے بہت سے شواہد ہیں، جن کو ان کی کثیر التعداد اور مفید تصانیف کا مطالعہ کرنے والا، واضح طور پر محسوس کرتا ہے۔

شیخ -رحمہ اللہ تعالیٰ- اعلیٰ اخلاق اور معزز آداب کے حامل تھے، وہ اللہ رب العزت کے لیے محبت کرتے تھے اور اللہ رب اللہ العزت کے لیے ہی ناراض ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ کی صفات اور رسول اللہ ﷺ کے خصوصیات کے بارے میں شدید غیرت رکھتے تھے۔

محبت مصطفی ﷺ

امام احمد رضا بریلوی، سرکارِ دوعالم نورمجسم ﷺ کے عظیم محب تھے، نبی اکرم ﷺ کی شدید محبت اور اتباع کی بنا پر آپ نے اپنا لقب عبدالمصطفیٰ قرار دیا، وہ ذکروفکر اور مواعظ کی مجالس کو، نبی اکرم ﷺ کی تعریف اور آپ کے مقام کے بیان پر مشتمل اپنے مشہور سلام پر ختم کرتے تھے۔

مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام   شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

تصوف میں مقام

جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت شیخ -رحمہ اللہ تعالیٰ- نے اپنے زمانے کے اکابر مشائخ اور اربابِ معرفت کی بیعت کی، جنھوں نے اپنی رحلت کے بعد انھیں خلافت، تربیت اور تزکیہ کا مستحق قرار دیا، انھوں نے اس اہم ذمہ داری کو بہترین انداز میں ادا کیا۔

وہ بیک وقت شریعت وطریقت کے بارے میں غیور واقع ہوئے تھے، اور ان دونوں کے درمیان تفریق کارد کرتے تھے، وہ کہتے تھے کہ شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع ہے، شریعت سرچشمہ ہے اور طریقت اس سے پھوٹنے والا چشمہ ہے۔

وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ شریعت پر چلے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی ممکن نہیں ہے، اور جس شخص نے شریعت کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کیا، وہ ہلاک ہو گیا اور راہِ حق سے بھٹک گیا، حضرت شیخ -رحمہ اللہ تعالیٰ- کا یہ مسلک ان کے دشمنوں کے جھوٹ اور افترا کا پردہ چاک کر دیتا ہے، جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مخالفت کی ہے:

''اے ایمان والو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق خبر لائے، تو تحقیق کرو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو جہالت کی بنا پر نقصان پہنچا دو اور اپنے کیے پر شرم سار ہو۔''

وہ حضور نبی کریم ﷺ کی کامل محبت رکھتے تھے، اور شریعتِ مبارکہ کی مکمل پیروی کرتے تھے۔

جہاد

جب برطانوی استعمار سے ہندوستان کی آزادی کی تحریک شروع ہوئی، تو حضرت شیخ -رحمہ اللہ تعالیٰ- نے ہندوؤں اور انگریزوں کی محبت کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا، انھوں نے فتویٰ دیا کہ ہر مشرک کی محبت مطلقاً حرام ہے، اگرچہ وہ فرماں بردار ذمی، باپ، بھائی، بیٹا یا قریبی عزیز ہی ہو۔

تقویٰ اور پرہیزگاری

حضرت شیخ -رحمہ اللہ تعالیٰ- ہمیشہ پانچ نمازیں باجماعت ادا کرنے والے متقی اور پرہیز گار تھے، اور وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

انھوں نے فریضۂ حج اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے مزارِ پر انوار کی زیارت کرنے کے لیے ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں حرمین شریفین کا سفر کیا، انھوں نے اس فرصت کو غنیمت جانا اور ان مقدس بلاد میں علما، عارفین اور محدثین سے ملاقات کر کے علومِ شرعیہ، سلوک اور تصوف میں اجازتوں کا تبادلہ کیا، اس کے بعد بھی ایک دفعہ ۱۳۲۳ھ میں حج وزیارت اور علمی وروحانی فوائد حاصل کرنے کے لیے حرمین شریفین کا سفر کیا۔

مقام ومرتبہ

بہت سے علما حضرت شیخ -رحمہ اللہ تعالیٰ- کو ملت اسلامیہ، خصوصاً ہندوستان میں اپنے زمانے کا مجدد کہتے ہیں، اور انھیں "مجدد الامۃ" کا لقب دیتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ ہر صدی کے ابتدا میں اس امت کے لیے ایسا شخص بھیجے گا، جو امت مسلمہ کے لیے دین کی تجدید کرے گا۔

پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت انھیں آج بھی اپنا امام اور مرشد مانتے ہیں، اور ان کا ترجمۂ قرآن کریم ''کنز الایمان'' ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں اور اپنی مجلسوں اور محفلوں میں خاص طور پر محافل میلاد میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت موصوف کی پیش کی ہوئی پرخلوص اور روح پرور نعتیں پڑھتے ہیں۔

حضرت شیخ دین کی تجدید، اسلامی روح اور غیرت بے دار کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی محبت مسلمانوں کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کے بعد اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے، اللہ تعالیٰ انھیں وسیع جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے علوم وفنون اور مخلصانہ فیوض و برکات سے نفع عطا فرمائے۔

(آمین)

سید یوسف سید ہاشم رفاعی

ص۔ب ۴۲۰۔ الصفاۃ۔ الکویت۔

مفسرِ قرآن
حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ تعالیٰ
کا پرسوز: مقالہ

تمام تعریفیں، پاک پروردگار سب سے بہتر بنانے والے کے لیے، اور صلاۃ وسلام ہو اس ذات مقدس پر جنھیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا، اور آپ کی طیب وطاہر آل پر اور تمام ہدایت کے ستارے صحابۂ کرام پر۔

امتِ محمدیہ۔ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام۔ نے اپنی طویل تاریخ، پراگندہ اور پریشان کن حالات میں گزاری ہے، ان خوف ناک حالات میں امت مسلمہ شدید حملوں اور تیز آندھیوں کے درمیان مضبوط چٹان کی طرح ثابت قدم رہی ہے، چناں چہ تمام طاغوتی قوتیں، اسلام اور مسلمانوں کے قلعے کی دیواروں کو نقصان نہیں پہنچا سکیں، امتِ مسلمہ اپنے ایمان کی قوت اور صفوں کے اتحاد کے سبب کامیاب اور کامران رہی، گویا کہ وہ ایک مضبوط عمارت تھی، اختلاف اور دشمنی کو اس کی صفوں کی طرف کوئی راستہ نہیں ملا۔

لیکن آج امت مسلمہ کی حالت بہت تکلیف دہ اور رسوا کن ہو چکی ہے، مسلمان تمام دنیا خصوصاً اسرائیل، مقبوضہ کشمیر، بوسنیا، چیچنیا میں مظلوم ہیں، یہاں تک کہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن اخلاق، شرم وحیا اور انسانیت سے عاری ہو چکے ہیں، ایک طرف وہ مسلمان بیٹیوں اور بہنوں کی عزتوں کو کشمیر اور چیچنیا میں رسوا و پامال کر رہے ہیں، اور دوسری طرف ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ترقی یافتہ اور تہذیب وثقافت کے حامل ہیں، کتنے تعجب کی بات ہے کہ وہ ان سب باتوں کے باوجود انسانی حقوق کے دعوے دار اور پاسباں بنے ہوئے ہیں۔

یہ پے در پے مصائب کیوں ہیں؟ دن رات مسلمانوں کو ذبح کرنے کا یہ لامتناہی سلسلہ

کیوں اور کب تک جاری رہے گا؟ یہ خطرات، مصائب وآلام مسلمانوں کے شہروں کی سلامتی کے لیے کیوں چیلنج بنے ہوئے ہیں؟ یہ سب کیا ہے؟

شدید افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ امتِ مسلمہ فرقوں میں بٹ گئی، اور آج تک افتراق کا یہ سلسلہ جاری ہے، ان جھگڑوں اور اختلافات نے ملتِ اسلامیہ کو ریت کا ٹیلہ بنا دیا ہے، جو کسی وقت اپنے دشمنوں کے درمیان مضبوط قلعہ کی حیثیت رکھتی تھی، شدید اختلافات ہی ان مصائب و بلیات کا سبب ہیں۔

اس کا علاج صرف اور صرف یہ ہے کہ امت مسلمہ اسلامی جھنڈے کے نیچے متحد ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے۔

یہ حقیقت بڑی تکلیف دہ ہے کہ ایک فرقہ مسلمانوں کے دلوں میں دشمنی اور اختلاف کے بیج بونے میں مصروف ہے، یہ لوگ اپنے رب پر ایمان رکھنے والے اور اپنے خالق کے احکام کو تسلیم کرنے والے فرقوں میں اختلاف کی خلیج کو وسیع کرنے میں مصروف عمل ہیں، ان تکلیف دہ اور پرخطر حالات اور ناسازگار ماحول میں۔ جب کہ امت مسلمہ اپنی سلامتی کی جنگ لڑ رہی ہے اور اسے اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ اس فرقے نے اسلام کے قلعے کی فصیلوں میں شگافوں کو وسیع کرنے میں مسلمان دشمنوں کی خدمات سرانجام دی ہیں۔

بدقسمتی یہ ہے کہ یہ فرقہ اس بات پر مصر ہے کہ دوسری جماعت شرک اور بدعات کی مرتکب ہے، اس صورت میں ان کے درمیان اتحاد اور محبت کا رابطہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ لوگ جو اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں ان کے، اور ان مسلمانوں کے درمیان اتحاد ناممکن ہے، جن پر شرک اور بدعات کی تہمت لگائی گئی ہے۔

جیسے اندھیرے اور اجالے، رات اور دن میں اتحاد نہیں ہوسکتا، اسی طرح ان حالات میں ان غلط رجحانات کے ہوتے ہوئے دونوں گروہوں کے درمیان اتحاد کی کوششیں وقت ضائع کرنے کے مترادف ہیں، وہ لوگ جو واقعی دل کی گہرائی سے اس بات کی آرزو رکھتے ہیں کہ امت کے اختلاف کو اسلامی بھائی چارے میں تبدیل کردیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے دیانت داری سے اس بات کی تحقیق کریں کہ مسلمانوں پر جو شرک و بدعت کی تہمت لگائی گئی ہے وہ سچی ہے یا

جھوٹی؟ جن لوگوں پر شرک کی تہمت لگائی گئی ہے اگر انھیں واقعی مشرک پائیں تو پہلے انھیں کفر اور شرک کے اندھیروں سے نکالیں، پھر انھیں اخوت ومحبت کی لڑی میں پروئیں، اور اگر وہ محسوس کریں کہ ہم نے غلط بیانیوں پر اعتماد کیا تھا، تو انھیں اتحاد اسلامی کی دعوت دینے سے پہلے، دوسرے فرقے پر شرک، کفر اور بدعتوں کی تہمت واپس لینی ہوگی۔

ہمیں حضرت اسامہ بن زید۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ کا وہ واقعہ نہیں بھولنا چاہیے جو حدیث شریف میں واقع ہے اور صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ کتب حدیث کے مطابق اس طرح ہے:

حضرت اسامہ بن زید۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔فرماتے ہیں:

''ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوم ''جهينة'' کی طرف بھیجا، ہم نے ان کے ساتھ جنگ کی اور انھیں شکست دی، ان میں سے ایک شخص ایسا بھی تھا جو مسلمانوں میں سے جسے چاہتا اسے قتل کر دیتا، میں نے اور ایک انصاری صحابی نے اس کا تعاقب کیا، جب ہم اس کے سر پر پہنچے تو اس نے کہا:

''لا الہ الا اللہ'' انصاری نے تو اپنے ہاتھ روک لیے، لیکن میں نے اس پر نیزے کا وار کیا اور اسے قتل کر دیا، جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی، آپ نے فرمایا کہ اے اسامہ! کیا تو نے اسے ''لا الہ الا اللہ'' کہنے کے باوجود قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے ہتھیار کے خوف سے کلمۂ طیبہ پڑھا تھا، آپ نے فرمایا: کیا تو نے اس کے دل کو چیرا تھا؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس شخص کی توحید کی شہادت تلوار کے سائے میں بھی مقبول تھی، تو ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو اپنے آپ کو علومِ قرآنیہ اور معارفِ نبویہ کے حامل گمان کرتے ہیں اور مسلمانوں پر شرک کی تہمت لگاتے ہیں اور اس تہمت میں غلو بھی کرتے ہیں، حالاں کہ ان مسلمانوں نے مسلمان ماؤں اور مسلمان آبا کی آغوش میں پرورش پائی ہے، ارکانِ اسلام پر عمل پیرا ہیں، اور دینی فرائض باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔

ہم شک وشبہ کے مریضوں کے سامنے بار بار اپنے عقائد کا اعلان کرتے ہیں، لیکن وہ ہمارے اقرار اور اعلان کو نظر انداز کر دیتے ہیں، ہم نہیں جانتے کہ کافر اور مشرک قرار دینے کا اختیار

جوجلیل القدر صحابی اسامہ بن زید۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔کو حاصل نہیں تھا، وہ ان لوگوں کو کہاں سے حاصل ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور تمام اہلِ سنت و جماعت کی طرف سے حضرتِ فاضل علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کو انصاف پسند لوگوں کے سامنے اہلِ سنت و جماعت کے عقائد کی وضاحت اور تشہیر پر جزائے خیر عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں ہماری دعا ہے کہ ہماری ناگفتہ بہ حالتِ زار پر رحم فرمائے اور ہمیں اتحاد کی دولت نصیب فرمائے، اور ہمیں اتحاد اسلامی کے لیے اخلاص عطا فرمائے، یہاں تک کہ شکوک وشبہات دور ہو جائیں اور امت مسلمہ دورِ سعادت وخوش بختی کی طرف لوٹ جائے۔

۲۰ر رمضان ۱۴۱۱ھ خادم العلماء: محمد کرم شاہ
مطابق ۲۱ر فروری ۱۹۹۱ء

مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی حفظہ اللہ تعالیٰ

سابق سیکریٹری وزارتِ تعلیم سندھ، پاکستان

ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں ۔۔۔ اور درود وسلام بھیجتے ہیں اس کے رسول کریم ﷺ ۔۔۔آپ کی آل اور تمام اصحاب پر۔۔۔

امام احمد رضا بریلوی ۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔محقق عالمِ دین تھے۔جیسا کہ پروفیسر ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اشارہ کیا (صوت الشرق، قاہرہ، ص:۱۲، شمارہ: فروری، ۱۹۷۰ء)۔ڈاکٹر صاحب نے جامع ازہر، مصر سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔اسی طرح اس حقیقت کی طرف ابوالحسن علی ندوی۔جنھیں پندرہویں صدی کے ابتدا میں حکومت سعودیہ کی طرف سے شاہ فیصل ایوارڈ دیا گیا۔نے فقہِ حنفی میں امام احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔کے بلند مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”شیخ (امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اپنے والد سے علم حاصل کیا اور طویل مدت تک ان سے اکتساب علم کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ نے علم میں بلند مرتبہ حاصل کیا، اور بہت سے فنون خصوصاً فقہ اسلامی میں اپنے معاصرین پر فوقیت لے گئے، انھوں نے کئی مرتبہ حرمین شریفین کا سفر کیا اور بعض علمی اور اعتقادی مسائل میں علماے حجاز سے مذاکرہ کیا، حرمین شریفین میں قیام کے دوران بعض رسائل لکھے جو حرمین شریفین کے علما کے سامنے پیش کیے گئے، بعض مسائل کا جواب دیا تو علماے حرمین شریفین ان کے علم کی فراوانی، متون فقہیہ اور اختلافی مسائل پر ان کی وسیع نظر، ان کی تحریر کی تیزی اور ذکاوت پر حیران رہ گئے۔“ (مقدمۂ نزہۃ الخواطر، ج:۸، ص:۴۲)

استاد ندوی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”وہ وسیع مطالعہ اور اطلاع والے متبحر عالم دین تھے، تصنیف وتالیف میں ان کا قلم تیز رفتار اور فکر بلند ہے، بعض سوانح نگاروں کے مطابق ان کی تصنیفات کی تعداد پانچ سو ہے، ان کی سب سے

بڑی تصنیف فتاویٰ رضویہ ہے''۔

فقہِ حنفی اوراس کی جزئیات پر آگاہی میں، ان کے زمانے میں،ان کی نظیرشاید ہی ملے، اس پر ان کے فتاوے اور ان کی تصنیف ''كفل الفقيه الفاهم فى أحكام قرطاس الدراهم'' شاہد ہے، یہ کتاب انھوں نے مکۂ معظّمہ میں ۱۳۲۳ھ میں لکھی، ان کی نظر بہت گہری، علوم ریاضیہ، ہیئت، نجوم اورتوقیت میں نہایت وسیع تھی۔''(ایضاً، ج:۸،ص:۴۴)

ایک اختلافی مسئلے کی نشان دہی مدینۂ منورہ کے ایک عالم دین سید احمد علی کے مکتوب سے ہوتی ہے، انھوں نے مجلہ''البیان''(طرابلس) کے ایڈیٹرکوارسال کیا، انھوں نے اپنے مکتوب میں تحریر کیا:

اس زمانے میں نبی اکرم ﷺ کے علم شریف کے مسئلے میں بکثرت بحث ہورہی ہے اور اقوال مختلف ہیں، اس لیے علماے اسلام کھڑے ہوگئے اور انھوں نے اس مسئلے کی تحقیق میں رسائل لکھے، ان میں سے ایک امام، علامہ، فاضل، مقتدا، ہمارے شیخ مولانا احمد رضا خان قادری ہندی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں امام علامہ کی درازیِ عمر کے ساتھ نفعِ کثیر عطا فرمائے۔آپ نے ایک خوب صورت رسالہ لکھا''الدولة المكية بالمادة الغيبية''پھر اسے عرب وعجم کے علما کے سامنے پیش کیا اور مشرق ومغرب کے علما سے اس پر تصدیقات طلب کیں، چناں چہ حرمین شریفین، مشرق ومغرب، شام اوراز ہر شریف کے اکثر علما نے اس کو قبول کیا اوراس پر تصدیقات لکھیں جن کی تعداد پچاس سے زائد ہے۔(مجلہ:البیان،ص:۹۱،شمارہ:ربیع الاول،۱۳۳۱ھ)

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے''الدولة المكية بالمادة الغيبية'' پر تقریظ لکھتے ہوئے جو گفتگو کی ہے، وہ ابوالحسن علی ندوی کی رائے کی تصدیق کرتی ہے۔ علامہ نبہانی فرماتے ہیں:

''میں جب اس سال(۱۳۳۱ھ) کو مدینۂ منورہ حضور سید المرسلین ﷺ کے قدموں میں مجاور ہونے کے شرف سے مشرف ہوا،تو مجھ سے مدینۂ منورہ کے اہل بیت میں سے بعض افاضل علماے اہلِ سنت نے مطالبہ کیا کہ میں اس کتاب پر تقریظ لکھوں، جس کا نام''الدولة المكية بالمادة الغيبية'' ہے،اورامام علامہ شیخ احمد رضا خان ہندی کی تالیف ہے۔

اس سے پہلے شیخِ فاضل، عالمِ کامل، شیخ کریم اللہ ہندی نے اسی مقصد کے لیے مجھے بیروت مکتوب ارسال کیا تھا،اس دفعہ جب وہ کتاب سید عبدالباری۔حفظہ اللہ تعالیٰ۔ نے ارسال کی تو میں نے

اسے اول تا آخر پڑھا،اسے دینی کتب میں مفید ترین پایا۔

اللہ تعالیٰ ان کی درازیِ عمر کے ساتھ ہمیں نفع عطا فرمائے،اس کا لہجہ بہت سچا اور دلیل نہایت مضبوط پائی، ایسی کتاب بڑے امام اور متبحر عالم ہی کی تحریر ہوسکتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف سے راضی ہو، اسے راضی کرے اور ہر خیر سے ان کا مقصد پورا کرے۔(ایضاً،ص:۹۲)

امام احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔کے بارے میں مولوی عبدالحی لکھنوی کا یہ قول گزر چکا ہے کہ فقہ حنفی اوراس کی جزئیات پر آگاہ ہونے میں، ان کے زمانے میں، ان کی نظیر شاید ہی ملے، تو جو فقہ میں باکمال ہوگا وہ ضرور حدیث شریف کا بھی بڑا عالم ہوگا۔

شیخ خالد حامدی نے''نورالهند فى نشر الحديث''کے عنوان سے ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا ہے،اورامام احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔ کی کتب، رسائل، حواشی اور تعلیقات کی بنیاد پر علم حدیث میں ان کی خدمات بیان کرنے کے لیے ایک باب مخصوص کیا ہے،اس باب کے چالیس سے زیادہ مآخذ ہیں۔ملک العلماء علامہ محمد ظفرالدین بہاری(۱۳۰۳ھ۔۱۳۸۰ھ) نے ان احادیث کو ابواب کی صورت میں ترتیب دیا ہے جن کا ذکر امام احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔ نے اپنی تصنیفات میں کیا ہے،اس مجموعے کا نام''صحیح البہاری'' رکھا، جو چھ ضخیم جلدوں میں ہے، اس کی دوسری جلد نو ہزار دوسو چھیاسی(۹۲۸۶)احادیث پر مشتمل ہے، اور حیدرآباد، سندھ سے دوبارہ چھپ چکی ہے، اس کی پہلی جلد ان شاء اللہ العزیز رضا فاؤنڈیشن، لاہور کی طرف سے چھپے گی۔

علم حدیث میں اتنا بلند مقام رکھنے والا عالم بدعات کی تائید نہیں کرسکتا، امام احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔بدعات ومنکرات کے شدید مخالف تھے، فاضل علامہ سید محمد فاروق القادری، پاکستان اور حضرت علامہ محمد یٰسین مصباحی، انڈیا نے''امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات'' کے عنوان پر مشتمل کتاب لکھی ہے، نہ معلوم بعض اہل علم کیوں اس شبہ میں مبتلا ہوگئے ہیں کہ امام احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔نے بدعات کے پھیلانے میں کوشش کی ہے،ڈاکٹر ظہور احمد اظہر۔چیرمین شعبۂ عربی اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔نے ایک مجلّے کے ایڈیٹر کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ مکۂ معظّمہ میں ایک سعودی پروفیسر سے ملاقات ہوئی، تو سعودی پروفیسر نے امام احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ قبروں کو سجدہ کرنے کا حکم دیتے ہیں! ڈاکٹر ظہور احمد نے کہا ہرگز نہیں! بلکہ وہ

توقبر کو بوسہ دینے سے بھی منع کرتے تھے، سعودی پروفیسر نے حیران ہوتے ہوئے کہا کہ ہمیں تو اسی طرح بتایا گیا ہے۔(ندائے اہل سنت، لاہور، شمارہ:۱۶،۱۳۱؍جنوری ر ۱۹۹۴ء) اوراس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امام احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔نے قبروں کو بوسہ دینے سے منع کیا ہے، اولیاے کرام اوران کی قبروں کوسجدہ کرنے کی حرمت پر ایک مبسوط رسالہ لکھا ہے۔

ابوالحسن علی ندوی اس رسالے پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انھوں نے اولیاء اللہ اور اہلِ قبور سے استعانت اور استمداد کے بارے میں رسائل لکھے، لیکن اس کے باوجود سجدہ تعظیمی کو حرام قرار دیتے ہیں اورانھوں نے اس بارے میں ایک رسالہ ”الزبدة الزكية لتحريم سجود التحية“ لکھا یہ ایک جامع رسالہ ہے جو ان کے علم کی وسعت اور استدلال کی قوت پر دلالت کرتا ہے۔(مقدمۂ نزہۃ الخواطر، ج:۸،ص:۴۰)

عظیم اسلامی شاعر ڈاکٹر علامہ محمد اقبال۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔نے کہا ہے:

وہ (امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ) بے حد ذہین اور باریک بیں عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور ہندوستان کے کیسے نابغۂ روزگار فقیہ تھے، ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بہ مشکل ملے گا۔(مقالات یوم رضا، ج:۳،ص ۱۰)

شیخ امام احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظمِ اعلیٰ مولانا محمد علی مونگیری کو امام ربانی مجدد الف ثانی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔کا یہ ارشاد ارسال کیا:

”بدعتی کی صحبت سو کافروں سے زیادہ بری ہے۔“(مکتوباتِ امام احمد رضا، ص:۹۱)

یہ تکلیف دہ حقیقت ہے کہ بعض جاہل جو اپنے آپ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔کے محبین قرار دیتے ہیں، وہی ان بدعتوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور وہی شبہات کو ہوا دیتے ہیں، امام احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔اوران کے سچے پیروکار ایسے لوگوں سے بری ہیں، امام احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔اپنے دور کے اکابر مصلحین اور مفکرین میں سے تھے، موجودہ تشویش ناک حالات میں دنیاے اسلام، ان کی آرا اور افکار سے استفادہ کر سکتی ہے۔

۱۹؍جنوری ۱۹۹۴ء محمد مسعود احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر ۱

حیاتِ جاودانی

إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۳، ص:۲۴۱)

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر رکھا ہے کہ وہ انبیا کے
جسموں کو کھائیں؛ لہٰذا اللہ کے نبی زندہ ہیں انھیں رزق ملتا رہتا ہے۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

موت کے بعد زندگی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ“۔ ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے۔

(اٰلِ عمران:۱۸۵)

یہ قطعی اور یقینی حقیقت ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ موت کے بعد انسان میں ثواب کی لذت اور عذاب کی تلخی کے ادارک کی صلاحیت ہوتی ہے یا نہیں، بعض معتزلہ اور روافض کہتے ہیں کہ انسانی جسم ادراک سے محروم اور بے جان لاشہ سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

بعض معتزلہ اور روافض نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے؛ کیوں کہ میت زندگی اور ادراک سے عاری، محض بے جان جسم ہے، لہٰذا اسے عذاب دینا محال ہے۔ (شرحِ عقائد، ص:۷۷)

اہلِ سنت کے نزدیک اسے ایک قسم کی زندگی دی جاتی ہے، جس کے ذریعے وہ ثواب و عقاب کا ادراک کرتا ہے۔

علامہ ابنِ قیم کہتے ہیں:

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ سوال کے وقت رُوح بدن کی طرف لوٹتی ہے، ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ بے روح جسم سے سوال کیا جاتا ہے، لیکن جمہور نے اس کا انکار کیا ہے۔ (کتاب الروح، ص:۸۴)

علامہ ابنِ تیمیہ کہتے ہیں:

میت کا قراءت وغیرہ آوازوں کو سُننا حق ہے، امام احمد بن حنبل کے اصحاب اور دیگر علما نے کہا ہے کہ میت کے پاس جو گناہ کیے جاتے ہیں، ان سے اسے اذیت ہوتی ہے، یہی قول انھوں نے امام احمد سے نقل کیا ہے اور اس بارے میں متعدد آثار روایت کیے ہیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میت کو تلاوت قرآن اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سننے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم، ص:۳۷۹)

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

مطلق ادراک، علم اور سننا تمام مُردوں کے لیے ثابت ہے۔

(نیل الاوطار، ج:۳، ص:۲۸۲)

انھوں نے ہر میت کے لیے علم اور سننے کے ثبوت کو تسلیم کیا ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

علامہ ابنِ قیم سماعِ موتیٰ پر احادیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے واپس جاتے ہیں، تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے کہ وہ اہلِ قبور کو خطاب کرتے ہوئے سلام کریں اور کہیں ”السلام علیکم دارقوم مومنین“ تم پر سلام ہو اے مومن قوم کے گھر والو! ظاہر ہے کہ یہ خطاب اس شخص سے ہے جو سننے والا اور سمجھ رکھنے والا ہو، ورنہ لازم آئے گا کہ کسی بے جان اور معدوم سے خطاب کیا ہو۔ (کتاب الروح، ص:۴)

نوٹ: اس دلیل پر اعتراض کرتے ہوئے احسان الٰہی ظہیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل نہیں بنتی کیوں کہ بسا اوقات ایسی چیزوں سے خطاب کیا جاتا ہے جو سنتی نہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاند کو دیکھ کر اس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ”میرا اور تیرا رب اللہ ہے“۔ ترمذی (البریلویہ، ص:۷۸) اب قارئین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ ظہیر صاحب کی بات مانی جائے یا ان کے امام ابنِ قیم کی؟ (۱۲-قادری)

ان عبارات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جاننا اور سننا تمام اموات کے لیے ثابت ہے اور

یہ کہ صاحبِ قبر، تلاوت اور سلام کہنے والے کی آواز سنتا ہے، ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہر میت کی زندگی دنیا جیسی ہے، حتیٰ کہ اسے کھانے اور پینے کی ضرورت ہو؛ کیوں کہ جسم کے ساتھ رُوح کے تعلقات کئی قسم کے ہیں۔

علامہ ابنِ قیم کہتے ہیں:

روح کے جسم کے ساتھ پانچ قسم کے تعلقات ہیں اور ان کے احکام الگ الگ ہیں (تین تعلقات بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں) جسم کے ساتھ روح کا چوتھا تعلق، برزخ میں ہے؛ کیوں کہ روح اگرچہ جسم سے الگ ہوچکی ہے لیکن وہ بالکل جُدا نہیں ہوئی، کہ جسم کی طرف اس کی توجہ نہ رہے، ہم نے جواب کے ابتدا میں وہ احادیث اور آثار ذکر کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جب سلام کہنے والا اسلام کہتا ہے تو روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے، یہ خاص قسم کا لوٹانا ہے جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسم قیامت سے پہلے (مکمل طور پر) زندہ ہوجائے گا۔ (کتاب الروح، ص:۷۱۔۷۴)

ان کی کتاب کا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اصحابِ قبور، زندوں کی زیارت اور ان کے سلام کو جانتے ہیں یا نہیں؟ پھر جواب میں متعدد ایسی حدیثیں پیش کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحابِ قبور زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں، انھوں نے یہاں تک تصریح کی ہے:

سلفِ صالحین کا اس پر اجماع ہے اور ان سے تواتر کے ساتھ ایسے اقوال مروی ہیں کہ میت کو زیارت کرنے والے کا علم بھی ہوتا ہے اور وہ زائر خوش بھی ہوتا ہے۔ (کتاب الروح، ص:۴)

اولیاے کاملین کے دیکھنے اور سننے کی قوت

حضرت ابوہریرہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جس نے میرے ولی سے دشمنی رکھی میری طرف سے اس کے لیے اعلان جنگ ہے، میرے بندے نے فرائض سے زیادہ محبوب کسی بھی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کیا، اور میرا

بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں،تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے،اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے،اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اوراس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے،اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دوں گا،اوراگر مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔(صحیح بخاری،کتاب الرقاق،باب:التواضع،ج:۲،ص:۹۶۳)

امام رازی آیتِ کریمہ ”اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اسی طرح انسان جب نیکیوں کا پابند ہوجاتا ہے تواس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:میں اس کے کان اوراس کی آنکھیں ہوتا ہوں۔بات صاف ہے جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نوراس کا کان ہوتا ہے تو وہ دوراورنزدیک سے سنتا ہے،اورجب وہ نوراس کی آنکھ ہوتا ہے تو وہ مشکل اورآسان قریب اوربعید میں تصرف پر قادر ہوتا ہے۔(تفسیر کبیر،ج:۲۱،ص:۸۹۱)

فاضلِ محقق ملاعلی قاری،حدیث شریف ”إن اللہ حرم علی الارض ان تأكل أجساد الأنبياء“ کی شرح میں فرماتے ہیں:

اسی لیے کہا گیا ہے کہ اولیا اللہ مرتے نہیں، بلکہ دنیا سے برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں۔(مرقاۃ المفاتیح،ج:۳،ص:۲۴۱،)

نیز حدیث شریف ”وصلوا علی فان صلاتكم تبلغنی“ کی شرح میں قاضی عیاض کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:

ایسا ہے کہ جب پاکیزہ اورمقدس نفوس جسمانی تعلقات سے جدا ہوتے ہیں،تو انھیں عروج حاصل ہوتا ہے،اوروہ عالمِ بالا سے جا ملتے ہیں اوران کے لیے کوئی پردہ باقی نہیں رہتا،تو وہ ہر چیز کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے کہ وہ ان کے سامنے ہوں،یا فرشتے انھیں خبر دیتے ہیں،اوراس میں ایک راز ہے،جسے حاصل ہوتا ہے وہی اسے جانتا ہے۔(مرقاۃ المفاتیح،ج:۲،ص ۲۴۲)

ایسی ہی تصریح محدثِ جلیل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ”تفہیمات الٰہیہ“ کی دوسری جلد میں کی ہے،فرماتے ہیں:

شیخ عبدالقادر جیلانی کو تمام جہان میں سرایت کرنے کی قدرت حاصل ہے؛ کیوں کہ جب ان کا وصال ہوگیا تو ملاء اعلیٰ کی صفت کے ساتھ موصوف ہوگئے اورتمام جہان میں سرایت کرنے والا وجود ان میں منقش ہوگیا،اس بنا پر ان کے طریقے میں روح پیدا ہوگئی۔

(حاشیہ لمعات،ص:۶۲)

اہلِ حدیث کے پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی کہتے ہیں:

اولیا کو دنیا میں معزول کیے جانے اورخاتمے کا خوف دامن گیر رہتا ہے،لیکن جب وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں تو صاحبِ ایمان بھی ہوتے ہیں اورصاحبِ ولایت بھی۔(بغیۃ الرائد فی شرح العقائد،ص:۸۷۔۸۸)

ان علما کے اقوال سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاے کرام کو جو قوتیں عطا فرمائی تھیں، وہ دنیا کی زندگی کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتیں بلکہ وصال کے بعد بھی حاصل رہتی ہیں؛ کیوں کہ جب ان کی ولایت باقی ہے تو اس کے آثار بھی باقی ہوں گے۔

حیاتِ شہدا رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حیاتِ شہدا قرآن پاک کی نص سے ثابت ہے،ارشاد ربانی ہے:

”وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا. بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ“ (آل عمران:۱۶۹)

وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے انھیں ہرگز مردہ گمان نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں،رزق دیے جاتے ہیں۔

قاضی شوکانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ شہدا حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، پھر ان میں اختلاف ہے بعض علما کہتے ہیں کہ قبروں میں اُن کی روحیں ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں تو وہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں،جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں کہ انھیں جنت کے پھل دیے جاتے ہیں،یعنی انھیں اُن کی خوش بو محسوس ہوتی ہے، حالاں کہ وہ جنت میں نہیں

ہوتے، جمہور کے علاوہ بعض علمانے کہا ہے کہ یہ زندگی مجازی ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں جنت کی نعمتوں سے متمتع ہونے کے مستحق ہیں، پہلا قول صحیح ہے، اور مجاز کی طرف رجوع کرنے کا کوئی باعث نہیں ہے۔ (تفسیر فتح القدیر، ج:۱،ص:۳۹۹)

اللہ تعالیٰ کے فرمان ”عِندَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُونَ“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس جگہ رزق سے مراد وہی رزق ہے جو عادتاً معروف ہے، یہی جمہور کا مذہب ہے، جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہوا، جمہور کے علاوہ بعض علما کہتے ہیں اس سے مراد اچھی تعریف ہے، حالاں کہ کتاب اللہ میں واقع عربی کلمات میں تحریف اور بغیر کسی سبب مقتضی کے، بعید مجازات پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (ایضاً)

حیاتِ انبیا علیہم السلام

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُونَ“ (الآیۃ) کا مطلب یہ ہے کہ شہداے کرام حقیقتاً زندہ ہیں اور انھیں معروف رزق دیا جاتا ہے، ماننا پڑے گا کہ انبیاے کرام بھی حقیقتاً زندہ ہیں اور انھیں معروف رزق دیا جاتا ہے؛ کیوں کہ شہید اس بلند مقام اور دائمی زندگی تک اُن کی پےروی کے سبب ہی پہنچتا ہے؛ لہٰذا انبیاے کرام اس زندگی کے زیادہ حق دار ہیں، بلکہ ان کی زندگی تو شہدا سے بھی ارفع واعلیٰ ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

علما کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ یہ زندگی شہدا کے ساتھ خاص ہے، میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ زندگی ان کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ انبیاے کرام کی زندگی ان سے زیادہ قوی ہے اور خارج میں اس کے آثار زیادہ ظاہر ہیں، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح جائز نہیں ہے، جب کہ شہید کی بیوہ سے (اس کی عدت کے بعد) نکاح کیا جاسکتا ہے۔ صدیقین بھی شہدا سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں اور صالحین یعنی اولیاے کرام ان کے ساتھ ملحق ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ترتیب دلالت کر رہی ہے ”مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ“؛ اسی لیے صوفیاے کرام فرماتے ہیں کہ

ہماری روحیں، ہمارے جسم ہیں اور ہمارے جسم، ہماری روحیں ہیں۔ بہت سے اولیاے کرام سے بتواتر منقول ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو خائب وخاسر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے، اسے ہدایت دیتے ہیں۔ (تفسیر مظہری، ج:۱،ص:۱۵۱)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس عبارت میں وصال کے بعد انبیاے کرام، صدیقین اور اولیا کی حیات بھی ثابت کی ہے اور یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ ان حضرات کی نصرت و اعانت، اللہ تعالیٰ کے اذن سے جاری ہے۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

شہدا کے بارے میں قرآن پاک کی نص وارد ہے کہ وہ زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں، اور ان کی زندگی جسمانی ہے، انبیا و مرسلین کا کیا مقام ہوگا؟ حدیث میں ثابت ہے کہ انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں، یہ حدیث امام منذری نے روایت کی ہے اور امام بیہقی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (نیل الاوطار، ج:۳،ص:۲۸۲)

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو معنوی شہادت سے نوازا ہے؛ کیوں کہ آپ کا وصال اس زہر کے اثر سے ہوا جو خیبر کی یہودی عورت نے آپ کو کھلایا تھا۔

امام بخاری اور امام بیہقی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مرضِ وصال میں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کھانا خیبر میں کھایا تھا اس کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں اور اس وقت اس زہر کے اثر سے میری انتڑیاں کٹ گئی ہیں۔ (الحاوی للفتاویٰ، ج:۲،ص:۱۴۹)

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا قبر انور میں زندہ ہونا نصِ قرآن سے ثابت ہے، یا تو لفظ کے عموم سے یا مفہومِ موافقت سے۔ (ایضاً)

یعنی اگر شہادت معنویہ کا اعتبار کیا جائے تو آپ کی حیاتِ اقدس عموم قرآن سے ثابت ہوگی؛ کیوں کہ آپ بھی شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتے ہیں، اور اگر شہادت معنویہ کا اعتبار نہ کیا جائے تو مفہوم موافقت سے حیات ثابت ہوگی؛ کہ جب شہید زندہ ہوتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ بطریق

اولیٰ زندہ ہوں گے۔

امام علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ ابنِ عقیل حنبلی سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم قبرانور میں ازواج مطہرات کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں اور اس پر علامہ زرقانی نے فرمایا کہ یہ ظاہر ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔(شرح مواہب لدنیہ، ج:۶، ص:۱۹۶) یاد رہے کہ ابنِ عقیل حنبلی اُن ائمہ میں سے ہیں جن کے اقوال علامہ ابنِ تیمیہ بطور حوالہ نقل کرتے ہیں۔

حیرت ہے کہ بعض لوگ اس قول پر اعتراض کرتے ہیں، حالاں کہ حدیث شریف میں ہے کہ قبر، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔قرآن پاک میں ہے ”وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ“ (البقرۃ:۲۵) اور ان کے لیے ان باغوں میں ستھری بیویاں ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے روضۂ مقدسہ سے بڑھ کر کس کی قبر جنت کا باغ ہوگی؟

احادیثِ مبارکہ

قاضی شوکانی کہتے ہیں: حدیثِ صحیح میں ہے۔ ”الانبیاء احیاء فی قبورھم“ انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور اس مسئلے پر ایک رسالہ ”حیات الانبیاء“ تصنیف کیا ہے۔(نیل الاوطار، ج:۵، ص:۱۰۸)

حضرت ابودرداء-رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو؛ کہ یہ دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور مجھ پر جو بھی درود بھیجے گا اس کا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا، یہاں تک کہ اس سے فارغ ہوجائے، فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: وصال کے بعد بھی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیا کے جسموں کو کھائے۔ ”فنبی اللہ حی یرزق“ اللہ کا نبی زندہ ہے، رزق دیا جاتا ہے۔ (سنن ابنِ ماجہ، ص:۱۱۸)

اس حدیث کو امام ابنِ ماجہ نے کتاب الجنائز کے آخری باب میں روایت کیا ہے، ابنِ قیم، امام طبرانی کے حوالے سے حضرت ابودرداء-رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے یہی حدیث نقل کرنے کے

بعد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

”لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان“۔(جلاء الافہام، ص:۶۳۔ و الجوہر المنظم، ص:۲۱) جو بھی بندہ مجھ پر درود بھیجے گا اس کی آواز مجھے پہنچے گی چاہے وہ کہیں بھی ہو۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر کثرت سے درود بھیجنا چاہیے، درود شریف آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہیں۔(نیل الاوطار، ج:۳، ص:۲۸۲)

مزید کہتے ہیں:

محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وصال کے بعد زندہ ہیں، اور اپنی امت کی نیکیوں سے مسرور ہوتے ہیں اور یہ کہ انبیاے کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی، جب کہ مطلق ادارک مثلاً علم اور سننا تمام مردوں کے لیے ثابت ہے۔(ایضاً)

حضرت ملا علی قاری حدیث شریف ”فنبی اللہ حی یرزق“ کی شرح میں فرماتے ہیں:

نبی اللہ سے جنس انبیا بھی مراد ہوسکتی ہے (جو تمام انبیا کو شامل ہے)، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صرف کامل ترین فرد (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) مراد ہوں، پہلا احتمال متعین ہے؛ کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت موسیٰ -علیہ السلام- کو قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا، اسی طرح حضرت ابراہیم -علیہ السلام- کو، جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے، صحیح حدیث میں آیا ہے کہ انبیاے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔امام بیہقی نے فرمایا کہ انبیاے کرام کا مختلف اوقات میں متعدد جگہوں میں تشریف لے جانا عقلا جائز ہے جیسا کہ نبی صادق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حدیث وارد ہے۔(مرقاۃ المفاتیح، ج:۳، ص:۲۴۱)

یہ، حدیث معراج کی طرف اشارہ ہے، جس میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت موسیٰ -علیہ السلام- کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا، پھر انھیں بیت المقدس اور اس کے بعد آسمانوں میں دیکھا۔

شواہد

حدیث، تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں اس حقیقت کے بکثرت شواہد ملتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی فرماتے ہیں:

(تدفین کے وقت) نبی اکرم ﷺ کی قبرانور سے، سب سے آخر میں نکلنے والے صحابی نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو قبر میں دیکھا کہ آپ ہونٹ ہلا رہے تھے، میں نے سننے کے لیے کان قریب کیا تو آپ فرما رہے تھے "رب امتی، رب امتی" یا اللہ! میری امت کو بخش دے، یا اللہ میری امت کو بخش دے۔ (مدارج النبوۃ، ج:۲،ص:۴۴۲)

امام ابونعیم اصبہانی حضرت سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں:

واقعۂ حرہ (جب یزید کی فوجوں نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی تھی) کے موقع پر مسجدِ نبوی میں میرے سوا کوئی نہیں تھا، جب بھی نماز کا وقت آتا تو میں قبرِ انور سے اذان کی آواز سنتا تھا، پھر میں تکبیر کہہ کر نماز پڑھتا تھا، اہلِ شام گروہ در گروہ مسجد میں داخل ہوتے اور کہتے اس بوڑھے مجنوں کو دیکھو۔ (دلائل النبوۃ، ص:۲۰۶)

امام دارمی حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں:

حرہ کے زمانے میں تین دن تک مسجدِ نبوی میں اذان اور تکبیر نہیں کہی گئی تھی، حضرت سعید بن مسیب تینوں دن مسجد ہی میں تھے، انھیں نبی اکرم ﷺ کے روضۂ انور سے اذان کی آواز سن کر ہی نماز کے وقت کا پتہ چلتا تھا۔ (سنن الدارمی، ج:۱،ص:۴۳)

ابنِ تیمیہ کہتے ہیں:

ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ یا دیگر اولیا کی قبروں سے سلام کا جواب سنا، اور سعید بن مسیب، حرہ کی راتوں میں قبر سے اذان سنا کرتے تھے۔ یہ، اور اس قسم کے دوسرے واقعات یہ سب حق ہیں۔ (اقتضاء الصراط المستقیم، ص:۳۷۱)

امام علامہ نسفی فرماتے ہیں:

ایک بدوی، نبی اکرم ﷺ کی تدفین کے بعد حاضر ہوا، اور اس نے اپنے آپ کو آپ کی قبرانور پر گرا دیا، اور روضۂ اقدس کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی، اور کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا اور ہم نے سنا، اور آپ پر جو نازل ہوا اس میں یہ بھی تھا "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ" (الآیۃ) اور میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں؛ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے میری مغفرت کی دعا فرمائیں، اسے قبرانور سے ندا دی گئی کہ تمھیں بخش دیا گیا۔ (تفسیر نسفی، ج:۱،ص:۲۳۴)

یہی روایت امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں معمولی اختلاف کے ساتھ بیان کی۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج:۵،ص:۲۶۵)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کی ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ کا جنازہ روضۂ نبوی کے دروازے پر لایا گیا اور عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ پر سلام ہو! یہ ابوبکر دروازے پر حاضر ہیں، اچانک دروازہ کھل گیا، اور اندر سے آواز آئی "ادخلوا الحبیب الی الحبیب" حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔ (التفسیر الکبیر، ج:۲۱،ص:۸۶)

ائمۂ اسلام کے ارشادات

نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں ائمۂ اسلام کے ارشادات اتنے زیادہ ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، ذیل میں چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

امام علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں:

ہمارے علما فرماتے ہیں کہ روضۂ رسول کی زیارت کرنے والا یہ خیال کرے کہ نبی اکرم ﷺ باحیات ہیں، اور میں آپ کے سامنے حاضر ہوں؛ کیوں کہ آپ کی حیاتِ طیبہ اور وصال فرمانے میں فرق نہیں ہے۔ یعنی امت کے مشاہدہ کرنے، ان کے احوال، نیتوں، عزائم اور خیالات کے پہچاننے میں، یہ سب آپ کے نزدیک ظاہر ہے، اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔ (المدخل، ج:۱، ص:۲۵۲)

شارحِ بخاری علامہ قسطلانی نے بھی بعینہٖ یہی تصریح فرمائی ہے۔

(مواہب لدنیہ، ج:۸،ص:۳۴۸)

علامہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

ان عبارات اور احادیث کے مجموعے سے ثابت ہوگیا کہ نبی اکرم ﷺ جسمانی اور روحانی طور پر زندہ ہیں، آپ تصرف فرماتے ہیں، اطرافِ زمین اور عالمِ بالا میں، جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں، آپ اسی حالت میں ہیں جو آپ کے وصال سے پہلے تھی، آپ کی کسی چیز میں تبدیلی نہیں آئی، اور آپ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، جیسے فرشتے جسمانی طور پر زندہ ہونے کے باجود نظروں سے پوشیدہ کیے گئے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو آپ کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہتا ہے تو اس کے لیے پردے اٹھا دیتا ہے، تو وہ آپ کی ہوبہو اسی حالت میں زیارت کرتا ہے جو آپ کو حاصل ہے، اس سے کوئی امر مانع نہیں ہے اور یہ کہنے کا بھی کوئی سبب نہیں ہے کہ مثال کی زیارت ہوتی ہے۔ (الحاوی للفتاوی،، ج:۲،ص:۲۶۵)

حضرت علامہ ملا علی قاری، حدیث شریف ”مامن مسلم یسلم علی“ کی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ (اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کے مشاہدے میں) محو ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی روح شریف کو متوجہ فرماتا ہے، تاکہ آپ سلام عرض کرنے والے کے دلِ ناتواں کی پاس داری کے لیے سلام کا جواب عنایت فرمائیں، ورنہ معتمد عقیدہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبرِ اطہر میں زندہ ہیں، جیسے کہ دیگر انبیائے کرام اپنی قبروں میں اپنے رب کی بارگاہ میں زندہ ہیں، اور ان کی ارواحِ مقدسہ کا دنیا اور عالَم بالا سے تعلق ہے، جیسے کہ دنیاوی زندگی میں تھا، وہ قلب کے اعتبار سے عرشی ہیں اور جسمانی طور پر زمین پر تشریف فرما ہیں۔ (شرحِ شفا، ج:۳،ص:۴۹۹)

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

مکمل حدیث امام طبرانی نے روایت کی ہے کہ جو نبی بھی رحلت فرماتے ہیں، وہ چالیس صبح اپنی قبر میں ٹھہرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کی روح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہے، اور میں شب معراج میں حضرت موسیٰ -علیہ السلام- کے پاس سے گزرا، تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے

تھے۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنی قبر میں مقیم نہیں رہتے، بلکہ وہاں سے چلے جاتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیا دوسرے مردوں کی طرح چالیس صبح سے زیادہ بحالت میت نہیں رہتے، بلکہ ان کی روح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہے، اور وہ زندہ ہوتے ہیں، اس مطلب کا، چالیس دن کے بعد قبر سے نکلنے کے دعوے کے ساتھ کیا تعلق؟ قبر میں زندہ ہونے کو باہر نکلنا لازم نہیں ہے۔ میں انبیائے کرام -علیہم السلام- کی حیات کا قائل ہوں۔ (روح المعانی، ج:۲۲، ص:۳۶)

اس مدت کے سلسلے میں مختلف روایات ہیں۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

امام الحرمین نے نہایہ میں پھر امام رافعی نے اس کی شرح میں فرمایا: مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کی بارگاہ میں اس سے زیادہ عزت والا ہوں کہ مجھے تین دن کے بعد قبر میں چھوڑ دے، امام الحرمین نے اتنا اضافہ فرمایا ہے: ”ایک روایت میں ہے کہ دو دن سے زیادہ“ ابوالحسن بن زغونی حنبلی نے اپنی بعض کتابوں میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کو ان کی قبر میں آدھ دن سے زیادہ نہیں چھوڑتا۔ (الحاوی للفتاوی، ج:۲،ص:۲۶۴)

شیخِ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

انبیائے کرام کی زندگی اتفاقی مسئلہ ہے، کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے، اور یہ جسمانی، دنیاوی اور حقیقی زندگی ہے، شہدا کی طرح معنوی اور روحانی نہیں ہے۔ (اشعۃ اللمعات، ج:۱، ص:۵۷۴)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

میں نے محسوس کیا کہ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ اپنی روح کو اپنے جسم کی صورت میں قائم کر سکتے ہیں، اسی طرف نبی اکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے: انبیائے کرام کو (حقیقی) موت نہیں آتی، وہ اپنی قبروں میں ہوتے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ وغیر ذالک (فیض الحرمین، ص:۸۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

فقیر -غفرلہ المولیٰ القدیر- نے اس رسالہ (حیات الموات) میں یہ التزام بھی رکھا ہے کہ

جوآثار واحادیث واقوالِ علمائے قدیم وحدیث، خاص حضور پرنور سیدِ عالم، حی، باقی، روحِ مجسم ﷺ کی حیاتِ عالی وعلمِ عظیم وسمعِ جلیل وبصرِ کریم میں وارد ہیں، انھیں ذکر نہ کرے، تین وجہ سے:

اولاً: مسلمانوں پر نیک گمان؛ کہ خاص حضورِ اقدس ﷺ کو، کوئی کلمہ گو مثل سائرِ اموات نہ جانے گا۔

ثانیاً: واللہ! فقیر کو حیا آئی کہ حضور پرنور ﷺ کا نام ایسی بحث ”لا“ و ”نعم“ میں بطور خود شامل کرے، ہاں دوسرے کی طرف سے ابتدا ہو، تو اظہارِ حق میں مجبوری ہے۔

ثالثاً: وہاں دلائل کی وہ کثرت کہ نطاق نطق، بیان سے عاجز، پھر انھی اقوال پر قناعت بس؛ کہ جس سرکار کے غلام ایسے۔ العظمۃ للہ۔ اس کا پوچھنا ہی کیا ہے؟ آخر انھیں یہ مدارج ومعارج کس نے عطا کیے؟ اسی سرکار ابد قرار نے ﷺ۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص:۳۰۵)

مکہ معظمہ سے

مکہ معظمہ کے جلیل القدر عالم، عظیم محدث، علامہ سید محمد علوی مالکی فرماتے ہیں:

برزخی زندگی، حقیقی زندگی ہے، اس پر واضح آیات اور احادیثِ صحیحہ مشہورہ، دلالت کرتی ہیں۔

یہ حقیقی زندگی اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انھیں موت کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے، جیسے کہ قرآن پاک میں ہے: ”وماجعلنا لبشر من قبلك الخلد“ اے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی۔ ”انك ميت وانهم ميتون“ بے شک آپ پر موت آنے والی ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ (منافات اس لیے نہیں کہ ہر ذی روح پر ایک دفعہ موت آتی ہے، اس کے بعد اسے زندگی دی جاتی ہے۔ ۱۲۔ شرف قادری)

ہم نے جو کہا ہے کہ برزخی زندگی، حقیقی زندگی ہے، تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ زندگی خیالی یا مثالی نہیں ہے، جیسا کہ بعض ملحدین گمان کرتے ہیں، جن کی عقلوں میں صرف چشم دید چیزوں پر ایمان لانے کی گنجائش ہے، انسانی تصور سے ماورا امورِ غیبیہ پر ایمان لانے کے لیے وہ تیار نہیں ہوتے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کیفیت کو ماننے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں۔

ہم جو کہتے ہیں کہ، برزخی زندگی حقیقی ہے، اس کے مطلب میں معمولی سوجھ بوجھ والا آدمی

چند لمحے غور کرے تو اسے ذرہ برابر اشکال نہیں رہے گا، حقیقی زندگی کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ زندگی باطل اور وہمی نہیں ہے، جیسا کہ بعض اوقات عالم برزخ اور عالم آخرت اور دوسرے جہانوں کے احوال، مثلاً حشر ونشر اور حساب وکتاب کے احوال کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ احادیث وآثار کثیرہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مردہ خواہ وہ مومن ہو یا کافر، سنتا ہے، محسوس کرتا ہے اور پہچانتا ہے۔ (مفاہیم یجب ان تصحح، ص ۱۵۹)

آپ نے تصریح فرمائی ہے:

انبیائے کرام کی زندگی بہت بلند وبالا ہے، ہمیں اس کے ثابت کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ برزخی زندگی، حقیقی زندگی ہے، اور نصوصِ ثابتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میت، مومن ہو یا کافر سنتا، محسوس کرتا ہے اور جانتا ہے، اور یہ کہ زندگی، رزق اور روحوں کا جنت میں داخل ہونا، شہید کے ساتھ خاص نہیں ہے، یہی وہ صحیح مذہب ہے جس کے ائمۂ دین اور جمہور اہلِ سنت قائل ہیں، اس لیے انبیائے کرام۔ علیہم السلام۔ کی زندگی کا بیان کرنا ضروری نہیں ہے، یہ آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے اور محتاجِ اثبات نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ بیان کیا جائے کہ ان کی زندگی بلند وبالا اور کامل ومکمل ہے، جیسے کہ روئے زمین پر رہنے والے لوگوں کی زندگیوں کے مراتب، مقامات اور درجات مختلف ہیں۔ (ایضاً، ص:۱۶۵)

حیاتِ انبیا۔ علیہم السلام۔ پر دلالت کرنے والی متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں:

احادیث مذکورہ اور دیگر احادیث سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کی وفات کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب کر دیے گئے ہیں اور ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے، اگرچہ وہ موجود اور زندہ ہیں، جیسے کہ فرشتے زندہ اور موجود ہیں لیکن ہم انھیں دیکھ نہیں سکتے۔ ایضاً، ص:۱۷۱)

علمائے دیوبند

المہند، ایک مختصر رسالہ ہے جس پر مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی محمود حسن وغیرہ چوبیس اکابر علمائے دیوبند کے تائیدی دستخط ہیں، اس میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک رسول ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ

ہیں، اور آپ کی زندگی دنیاوی ہے، لیکن آپ مکلف نہیں ہیں، اور یہ زندگی نبی اکرم ﷺ، تمام انبیا۔صلوات اللہ علیہم۔اور شہدا کے ساتھ مختص ہے اور برزخی نہیں ہے، جو کہ تمام مومنوں بلکہ تمام انسانوں کو حاصل ہے۔(المہند،ص:۱۳)

مولوی محمد قاسم نانوتوی، بانی دارالعلوم دیوبند، اپنی منفرد تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حیاتِ نبوی بوجہ ذاتیت، قابل زوال نہیں اور حیات مومنین بوجہ عرضیت، قابلِ زوال ہے، اس لیے وقت موت حیاتِ نبوی صلعم (نوٹ: نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ پورا درود شریف لکھنا پڑھنا چاہیے، اختصار کے طور پر ص یا صلعم لکھنا جائز نہیں ہے۔ ۱۲ اشرف قادری) زائل ہو جاوے گی، سو، درصورتِ تقابلِ عدم وملکہ اس استتارِ حیات میں رسول اللہ صلعم کو تو مثل آفتاب سمجھیے کہ وقت کسوفِ قمر، بے اوٹ میں حسب مزعوم حکما اس کا نور مستور ہو جاتا ہے، زائل نہیں ہوتا۔(آبِ حیات،ص:۲۰۹۔۲۰۸)

حرف آخر

بعض معاندین یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اہلِ سنت وجماعت کے نزدیک انبیائے کرام۔علیہم السلام۔ پر موت طاری ہی نہیں ہوتی، یہ محض افترا ہے، حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

غزالیِ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

جو شخص انبیا۔علیہم السلام۔کے حق میں موت اور قبض روح کا مطلقاً انکار کرے وہ نصوص قرآنیہ اور احادیث متواترہ کا منکر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:؎

انبیا کو بھی اجل آنی ہے — لیکن ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات — مثل سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا — جسمِ پرنور بھی روحانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح — اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حی ابدی ان کو رضاؔ — صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

(حدائق بخشش، حصہ:۲، ص:۵۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر ۲

معجزات وکرامات

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ۔

(النمل:۴۰)

اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ
میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔
(کنز الایمان)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہر شے کو پیدا کیا، پھر ہدایت عطا فرمائی، اور کائنات میں وہی حقیقی متصرف ہے، صلاۃ وسلام ہو تمام مخلوق سے افضل اور رسولوں کے سردار پر جنھیں اللہ تعالیٰ نے روشن معجزے اور غالب دلائل عطا فرمائے، اور آپ کی آل پاک، صحابۂ کرام اور اولیاے امت پر جو برکتوں اور بلند کرامتوں والے ہیں۔

انسانی اختیار

بندوں کے اختیاری افعال کے بارے میں مختلف مذاہب ہیں، ان میں تین مشہور مذاہب یہ ہیں:

- معتزلہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے اختیاری افعال کا خالق ہے۔
- جبریہ کہتے ہیں کہ یہ افعال، محض اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہیں، بندوں کا ان میں دخل ہے اور نہ اختیار، ان کے نزدیک بندہ پتھر کی حیثیت رکھتا ہے۔
- امام اہلِ سنت شیخ ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ بندے کا فعل اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے، بندے کو اللہ تعالیٰ نے قدرت عطا فرمائی ہے، جب وہ اس قدرت کو فعل کی طرف پھیر دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا فرماتا ہے؛ لہٰذا اللہ تعالیٰ، اس فعل کا خالق اور بندہ، کاسب ہے۔

(نبراس، ص:۲۷۲)

خلق اور کسب

علامہ سعد الدین تفتازانی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔خلق اور کسب میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
بندے کا اپنے ارادے اور قدرت کو فعل کی طرف پھیرنا کسب ہے، اور اس کے بعد اللہ

تعالیٰ کا فعل کو پیدا کرنا خلق ہے، ایک مقدور، دو قدرتوں کے تحت داخل ہے، لیکن دو مختلف جہتوں سے، پس فعل، اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہے ایجاد کے اعتبار سے، اور بندے کی قدرت کے تحت داخل ہے کسب کے اعتبار سے۔ (شرحِ عقائد، ص:۶۶۔۶۵)

اگر کسی کو وہم ہو کہ یہ تو شرک ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ بھی اس فعل پر قادر ہے اور بندہ بھی قادر ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ دونوں قدرتوں میں فرق ظاہر ہے (اللہ تعالیٰ کی قدرت ایجاد سے متعلق ہے اور بندے کی قدرت کسب سے) نیز بندے کی قدرت اللہ تعالیٰ کی عطا اور تخلیق سے ہے، تو شرک کس طرح لازم آیا؟ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب بندے کی قدرت اور اس کا اختیار تسلیم کر لیا گیا، تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ!) معزول اور معطل ہو جائے، تو اس کا یہ قول قابل توجہ نہیں، اس لیے کہ اگر ہم انسان کی قدرت کا سرے سے انکار کر دیں تو ہمیں جبریہ کا مذہب اور یہ قول اختیار کرنا پڑے گا کہ انسان محض پتھر ہے (اور یہ مذہب باطلِ محض، بلکہ کفر ہے)

خلافِ عادت افعال کی قسمیں

انسان سے اکثر و بیشتر افعال، معمول کے مطابق صادر ہوتے ہیں لیکن بعض افعال معمول کے خلاف ہوتے ہیں، جنھیں خوارق کہا جاتا ہے، ان کی متعدد قسمیں ہیں، یہ افعال کس مدعی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں؟ اور ان افعال کی کتنی قسمیں ہیں اس کی تفصیل امام فخر الدین رازی سے سنیے! وہ فرماتے ہیں:

• کوئی شخص خدا ہونے کا دعویٰ کرے، ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اس کے ہاتھ پر بلا مقابلہ خوارق ظاہر ہو سکتے ہیں، جیسے منقول ہے کہ فرعون الوہیت کا دعوے دار تھا، اس کے ہاتھ پر خوارق ظاہر ہوتے تھے، اسی طرح دجال کے بارے میں بھی منقول ہے، ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ یہ اس لیے جائز ہے کہ اس کی شکل اور اس کا مخلوق ہونا، اس کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے؛ لہٰذا اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا کسی التباس کا باعث نہیں ہوگا (یعنی اس سے اس کی سچائی کا شبہ پیدا نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اس کا جھوٹا ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہے)

• کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے، اگر وہ سچا ہے تو اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا

واجب ہے، انبیاے کرام کی نبوت کا اقرار کرنے والے جتنے علما ہیں، وہ سب اس پر متفق ہیں۔

• اگر وہ دعواے نبوت میں جھوٹا ہے تو اس کے ہاتھ پر خوارق کا ہونا جائز نہیں ہے، اور اگر بالفرض ظاہر ہو تو اس کا مقابلہ ضرور کیا جائے گا۔

• کوئی شخص ولایت کا دعویٰ کرے تو کرامات اولیا کے قائلین کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ جائز ہے کہ کرامتوں کا دعویٰ کیا جائے، اور دعوے کے مطابق کرامتیں ظاہر ہوں، یا نہیں؟

• ایک شخص جادو اور شیطان کی اطاعت کا دعویٰ کرے، تو ہمارے اصحاب (اہلِ سنت و جماعت) کے نزدیک اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا جائز ہے، معتزلہ کے نزدیک جائز نہیں۔

• ایک عام آدمی جو کوئی بھی دعویٰ نہیں کرتا اس کے ہاتھ پر خوارق ظاہر ہوں، تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ (متبع، شریف اور ولی) ہے تو یہ کرامات اولیا کی صورت ہے، تو ہمارے اصحاب (اہلِ سنت و جماعت) اسے جائز قرار دیتے ہیں، ابو الحسین بصری اور اس کے شاگرد محمود خوارزمی کے علاوہ، معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں (معتزلہ کرامات اولیا کو نہیں مانتے)

• اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منحرف شخص کے ہاتھ پر خلاف معمول افعال ظاہر ہوں، تو اسے استدراج کہا جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر، ج:۲۱، ص:۸۵)

علامہ عبد العزیز پرہاروی نے خوارق کی تقسیم ایک دوسرے انداز میں کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

خوارق کی سات قسمیں ہیں (۱) معجزہ: انبیاے کرام کے لیے (۲) کرامت: اولیاے کرام کے لیے (۳) معونت: عام مومن کے لیے، جو فاسق ہے اور نہ ہی ولی (۴) ارہاص: نبی کے لیے اعلانِ نبوت سے پہلے، جیسے پتھر نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا کرتے تھے بعض نے اسے کرامت میں شامل کیا ہے، اور بعض نے اسے مجازاً معجزے میں داخل کیا ہے (۵) استدراج: کافر اور نافرمان فاسق کے لیے، جب کہ اس کی غرض کے مطابق ہو، اسے استدراج اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ اس شخص کو آہستہ آہستہ آگ تک پہنچاتا ہے (۶) اہانت: کافر کے لیے، جب کہ اس کی غرض کے خلاف ہو، جیسے مسیلمہ کذاب سے ظاہر ہوا، اس نے پانی میں کلی کی تو وہ کھارا ہو گیا، اور بھینگے کی آنکھ کو چھوا تو وہ اندھا ہو گیا (۷) جادو: شریف نفس، شیطانوں کی مدد سے مخصوص کام کرتا ہے۔ (نبراس، ص:۴۳۰)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف (اور یہ کہے گا کہ) میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لایا ہوں، کہ میں تمھارے لیے مٹی سے پرندے جیسی صورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں، تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اڑنے لگے گا اور میں مادر زاد اندھے اور برص والے کو تندرست کرتا ہوں، اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ (آلِ عمران:۴۹)

موت کے فرشتے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آجائے، تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اسے قبض کرتے ہیں۔ (الانعام:۶۱)

منتظم فرشتے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قسم ہے ان فرشتوں کی جو سختی کے ساتھ (کافر کی) جان کھینچیں، اور جو نرمی سے بند کھولیں اور (زمین وآسمان کے درمیان) تیریں اور (اطاعت کے لیے) تیزی سے آگے بڑھیں، اور جو کام کی تدبیر کریں۔ (النازعات:۵-۱)

جبرائیل علیہ السلام نے بیٹا عطا کیا

حضرت جبرائیل -علیہ السلام- صحت مند انسان کی صورت میں حضرت مریم -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کے سامنے آئے اور فرمایا کہ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں؛ تاکہ تمھیں پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔ (المریم:۱۹)

ان آیات میں غور کیجیے! حضرت عیسیٰ -علیہ السلام- کی طرف پرندے کے پیدا کرنے کی نسبت کی گئی، انھوں نے پھونک ماری اور وہ اڑنے لگا، مادر زاد نابینے، اور برص کے بیمار کو شفا دینے کی نسبت ان کی طرف کی گئی، ساتھ ہی یہ تصریح فرمادی کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا، اسی

طرح روح کے قبض کرنے، مارنے اور نظام عالم کی تدبیر کی نسبت فرشتوں کی طرف، اور بیٹا دینے کی نسبت حضرت جبرائیل -علیہ السلام- کی طرف کی گئی۔ حالاں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، اب اگر اللہ تعالیٰ کے فعل کی نسبت مخلوق کی طرف مطلقاً شرک ہو تو کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن پاک شرک پر مشتمل ہے؟ واللہ! ہرگز نہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ افعال مجازاً مخلوق کی طرف منسوب ہیں، اور اس کے ساتھ اذن الٰہی کی قید بھی ہے، تو یہ نسبت ہرگز شرک نہیں ہوسکتی۔

ابنِ تیمیہ کہتے ہیں:

اس آیت اور دوسری آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ دونوں حق، لازم وملزوم ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول گرامی کی عزت وحرمت کی وجہ ایک ہے، پس جس نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دی، اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی، جس نے آپ کی اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی؛ کیوں کہ امت اپنے اور اپنے رب کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے واسطے کے بغیر تعلق قائم نہیں کرسکتی، آپ کے علاوہ کسی امتی کے لیے کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے امر، نہی، خبر اور بیان میں آپ کو اپنا قائم مقام بنایا ہے؛ لہٰذا ان امور میں سے کسی امر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم کے درمیان، فرق نہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (الصارم المسلول، ص:۴۱)

یہ بھی لکھتے ہیں:

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی محمد مصطفی ﷺ کے ذریعے ہدایت عطا فرمائی، اور آپ کی بدولت اندھیروں سے نور کی طرف نکالا، آپ کی رسالت وسفارت کی برکت سے ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا فرمائی، اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کا وہ بلند مرتبہ ہے جس کو پہچاننے اور بیان کرنے سے عقلیں اور زبانیں قاصر ہیں۔ (ایضاً، ص:۲)

احسان الٰہی ظہیر کہتے ہیں:

جب تک شیخ عبد القادر ماذون ومختار، متصرف، محی، ممیت (زندگی اور موت دینے والے) معطی اور موصل رہیں گے، تو اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں مانگی جائے گی اور اس سے استمداد، استعانت اور اس پر توکل کیوں ہوگا؟ انسان کو جو کچھ مانگنا ہے، شیخ عبد القادر جیلانی سے مانگ لے گا، معاذ اللہ! (البریلویہ، ص:۷۳)

اس منطق کے مطابق تو کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ جب تک حضرت عیسیٰ -علیہ السلام- بیماریوں سے شفا دینے والے، مردوں کو زندہ کرنے والے اور فرشتہ موت دینے والا، روح قبض کرنے والا، کائنات کی تدبیر کرنے والا، اور جبرائیل امین -علیہ السلام- بیٹا دینے والے رہیں گے، تو اللہ تعالیٰ سے دعا اور استعانت کی ضرورت ہی نہیں رہے گی، انسان جو کچھ مانگنا چاہے حضرت عیسیٰ -علیہ السلام- یا فرشتوں سے مانگ لے۔ کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ! قرآن پاک بھی شرک سے بھرا ہوا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کو بیٹا عطا فرمایا، لیکن حضرت جبرائیل -علیہ السلام- کے واسطے سے، جیسے غزوۂ بدر میں صحابۂ کرام کی امداد فرشتوں کے واسطے سے فرمائی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو، اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو اور دشمن تم پر فوری طور پر حملہ آور ہو جائیں، تو تمھارا رب تمھیں پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کے ذریعے امداد دے گا۔

(اٰلِ عمران: ۱۲۵)

پس حقیقت میں امداد کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اس کی امداد، فرشتوں کے ہاتھوں ظاہر ہوئی۔۔۔ کیا کوئی عقل مند یہ کہہ سکتا ہے؟ کہ ہمارے لیے فرشتوں کی امداد کافی ہے، اللہ تعالیٰ کی امداد کی کیا ضرورت ہے؟

اسی طرح اگر کسی انسان کا مقصد اللہ کے ولی کی دعا، یا اس کے ہاتھوں، پورا ہو جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی امداد ہے، لیکن ولی کے واسطے سے، اور اگر ولی کے "قم باذن اللہ" کہنے سے کوئی مردہ زندہ ہو جائے یا کوئی گستاخ، سراپا عناد، ولی کے قہر وغضب کا نشانہ بن کر ہلاک ہو جائے، تو حقیقتاً زندہ کرنے والا اور مارنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، ولی تو اس کی زندگی یا موت کا سبب بنا ہے اور سبب کی طرف نسبت مجازِ عقلی ہے، جو قرآن پاک میں بکثرت واقع ہے۔

اس بحث کے ابتدا میں گزر چکا ہے کہ بندہ اپنے افعالِ اختیاریہ کا، کاسب ہے، اور کسب یہ ہے کہ بندہ اپنے ارادے اور قدرت کو فعل کی طرف پھیر دیتا ہے، اس کے بعد وہ فعل اللہ تعالیٰ کے

پیدا کرنے سے موجود ہوتا ہے، اسی لیے درحقیقت التجا، استعانت اور استمداد اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتی ہے، اگرچہ بظاہر اس کی مخلوق اور بندوں سے ہو، یہ وہ گہرا راز ہے، جس تک ناقص عقل والوں کی رسائی نہیں ہوتی۔

سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں، ان کی فارسی عبارت کا خلاصہ یہ ہے:

اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے اس طرح مدد طلب کرنا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر سمجھا جائے، حرام ہے، اور اگر توجہ محض اللہ تعالیٰ کی امداد کی طرف ہو، نظامِ اسباب اور اللہ تعالیٰ کی حکمت پر نظر کرتے ہوئے اس غیر کو اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر قرار دیا جائے اور اس سے ظاہر کے اعتبا سے مدد طلب کی جائے، تو راہِ عرفان سے بعید نہیں ہے، اور شریعت میں جائز ہے، مخلوق سے ایسی استعانت انبیا اور اولیا نے کی ہے، اور حقیقت میں یہ استعانت اللہ تعالیٰ سے ہے، نہ کہ اس کے غیر سے۔

(تفسیر عزیزی، ج:۱، ص:۸)

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اگر کوئی پاکستانی اپنے حقوق اور مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے ہندوستان کے وزیر اعظم سے مدد طلب کرے تو وہ سزا کے لائق ہے، اور اسے ملک کا غدار قرار دیا جائے گا، لیکن اگر کسی صوبے کے وزیر اعلیٰ یا گورنر سے مدد طلب کرے، تو یہ حکومت پاکستان ہی کی طرف رجوع ہوگا، کوئی سچا پاکستانی اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے پاکستان کے دشمنوں کی طرف رجوع کرے، پس اللہ واحد قہار بھی اس بات کو پسند نہیں فرمائے گا کہ اس کا کوئی بندہ شیطانوں یا بتوں سے مدد طلب کرے؛ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں، لیکن اگر کوئی شخص اس کے انبیا اور اولیا سے مدد طلب کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض نہیں ہوگا؛ کیوں کہ وہ شخص درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعجاز اور تصرف واختیار

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات حدِ شمار سے باہر ہیں، علماے اسلام نے آپ کے معجزات کے بیان کے لیے کثیر کتابیں لکھی ہیں، ان میں سے بعض تو کئی کئی جلدوں میں ہیں، ان معجزات کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے، ہم چند معجزات کا ذکر کرتے ہیں۔

چار وزیر

امام ابونعیم "حلیۃ الاولیاء" میں اور امام طبرانی حضرتِ ابنِ عباس ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں چار وزیروں سے تقویت عطا فرمائی ہے، آسمان والوں میں سے دو جبرائیل و میکائیل ہیں۔ اور زمین والوں میں سے دو ابوبکر و عمر ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ، ص:۷۸)

وزرا تو بادشاہ کے ہوتے ہیں، تو یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو آسمانوں اور زمینوں کا بادشاہ بنایا ہے؛ کیوں نہ ہو، جب کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم ہیں۔

امام بیہقی حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ابوالقاسم ﷺ ہیں۔ (الخصائص الکبری، ج: ۲، ص:۱۹۸)

امام حاکم نیشاپوری نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (المستدرک، ج: ۴، ص:۵۶۸)

چابیاں عطا کی گئیں

حضرت ابوہریرہ ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں جوامع الکلم (جن کے الفاظ مختصر لیکن معانی بہت وسیع) کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ہمیں رعب کے ساتھ مدد دی گئی ہے، ہم محوِ خواب تھے کہ زمین کی چابیاں لاکر ہمارے ہاتھ میں دے دی گئیں۔ (مسلم شریف، ج:۱، ص۱۹۹)

حضرت عقبہ بن ۔عامر رضی للہ تعالیٰ عنہ ۔سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برسرِ منبر ارشاد فرمایا: بے شک ہمیں زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ (متفق علیہ، مشکاۃ المصابیح، ص:۵۴۷)

امام ترمذی اور امام دارمی حضرتِ انس ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن عزت و کرامت اور چابیاں ہمارے ہاتھ میں ہوں گی اور اس دن لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔ (ایضاً ص: ۵۱۴)

رسول اللہ ﷺ کو تین دعائیں عطا کی گئیں، جو یقینا قبول ہوں گی، آپ ﷺ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا! اے اللہ! میری امت کو بخش دے، اے اللہ! میری امت کو بخش دے اور تیسری دعا ہم نے اس دن کے لیے محفوظ کر لی ہیں جس دن تمام مخلوق یہاں تک کہ ابراہیم ۔علیہ السلام۔ ہماری طرف رجوع کریں گے۔ (مسلم شریف، ج:۱، ص:۲۷۳)

حدیث شریف میں ہے: "اللہ کی قسم! ہم کسی کو عطا نہیں کرتے اور ہم کسی کو انکار نہیں کرتے، ہم تو صرف تقسیم کرنے والے ہیں، ہم اس جگہ مال رکھتے ہیں، جہاں ہمیں حکم دیا گیا ہے"۔
اس حدیث کی شرح میں ابنِ قیم لکھتے ہیں:

پس آپ ان خزانوں میں خالص امر کے تحت تصرف کرتے ہیں، اس خالص عبد کی طرح جس کا وظیفہ اپنے آقا کے احکام کو نافذ کرنا ہے۔ (طریق الہجرتین، ص:۱۷)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ہمیں زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں، اس حدیث کی شرح میں علامہ مناوی فرماتے ہیں:

یا تمام جہان کے خزانے مراد ہیں، لوگ جتنی مقدار کے مستحق ہیں، انھیں عطا فرماتے ہیں، پس جہاں میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہ عطا فرماتے ہیں جن کے ہاتھ میں چابی ہے، جس طرح علمِ غیبِ کلی کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں، انھیں وہی جانتا ہے، اس نے اپنے حبیب ﷺ کو خاص طور پر عطیات کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی ہیں؛ لہٰذا ان میں سے جو چیز بھی ملتی ہے، آپ ہی کے ہاتھ ملتی ہے۔ (فیض القدیر شرح جامع صغیر، ج:۱، ص: ۵۶۴)
یہ بھی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اختیار دیا کہ نبی عبد بنیں، یا بادشاہ نبی بنیں، آپ نے پہلے مرتبے کو اختیار کیا اور زمین کے خزانوں میں تصرف کو ترک فرمایا، اس کے عوض آپ کو آسمان کے خزانوں میں تصرف عطا کیا گیا، غروب کے بعد سورج لوٹا دیا گیا، چاند دو ٹکڑے کیا گیا، شیطانوں کو شہاب مارے گئے، آسمانوں کے دروازے کھل گئے، بارش عطا کی گئی اور روک دی گئی، ہوائیں چلائی گئیں، اور روک دی گئیں، بادل نے سایہ کیا، اور دیگر خوارق ظاہر ہوئے۔ (ایضاً، ج:۱، ص:۱۴۸)

امام ابونعیم حضرت عبادہ بن صامت ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سے روایت کرتے ہیں کہ

ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

ہمارے پاس جبرائیل امین تشریف لائے، انھوں نے ہمیں خوش خبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرشتوں سے امداد دی، ہمیں فتح ونصرت عطا فرمائی، ہمارے آگے رعب رکھ دیا، اور ہمیں سلطنت اور حکومت عطا فرمائی۔ (الخصائص الکبری، ج ۲: ص: ۱۹۴)

نبی اکرم ﷺ کے مقام شریف کے یہی لائق ہے؛ کیوں کہ آپ دنیا اور آخرت میں تمام مخلوق کے ملجا و ماویٰ ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ ہم قیامت کے دن تمام لوگوں کے سید (سردار) ہیں، اس کی شرح میں امام نووی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

قاضی عیاض فرماتے ہیں: سید اسے کہا جاتا ہے جو اپنی قوم پر فائق (بلند وبالا) ہو، جس کی طرف مشکلات میں رجوع کیا جائے، نبی اکرم ﷺ دنیا وآخرت میں تمام انسانوں کے سید (ملجا و ماویٰ) ہیں، قیامت کے دن کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ اس دن آپ کے علاوہ کسی کی سرداری نہیں ہوگی اور سب آپ کو تسلیم کریں گے۔ (شرح مسلم، ج: ۱، ص: ۱۱۱)

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو اگرچہ منکرین نے نبی اکرم ﷺ کی سیادت کا انکار کیا ہے، لیکن قیامت کے دن انکار نہیں کرسکیں گے، اس دن آپ ہی سب کے مرجع اور ماویٰ ہوں گے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں: ؎

آج لے ان کی پناہ، آج مدد مانگ ان سے　　کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

قصیدہ بردہ میں ہے: ؎

نبينا الآمر الناهي فلااحد　　ابرفي قول لامنه ولانعم

• ہمارے نبی ﷺ آمر (حکم دینے والے) بھی ہیں اور ناہی (منع کرنے والے) بھی پس کوئی شخص "ہاں" یا "نہیں" کہنے میں آپ سے زیادہ سچا نہیں ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح میں کہتے ہیں:

اس شعر کا معنی یہ ہے کہ (مخلوق میں) آپ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے، تو آپ ہی حاکم ہیں، آپ پر (مخلوق میں سے) کوئی حاکم نہیں ہے، پس جب آپ کسی معاملے میں "ہاں" یا "نہیں" فرمادیں، اور آپ جو بھی فرمائیں گے وہ درست اور اللہ کی رضا کے موافق ہی ہوگا، اس وقت آپ کی

مخالفت کوئی مانع ہی کرسکتا ہے، حالاں کہ آپ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے، جو آپ کے حکم کو روک سکے، اور آپ کے حکم کو رد کرسکے، لہٰذا آپ جو فرماتے ہیں اس میں سب سے زیادہ سچے ہیں۔ (نسیم الریاض، ج: ۲، ص: ۳۵)

محدثِ جلیل علامہ احمد بن حجر مکی فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے وہ خلیفہ ہیں کہ اس نے اپنے کرم کے خزانے اور نعمتوں کے دسترخوان آپ کے ہاتھ میں دے دیے ہیں، اور آپ کے ارادے کے ماتحت بنادیے ہیں، آپ ان میں سے جسے چاہیں، عطا فرمائیں اور جسے چاہیں منع فرمادیں۔ (الجوہر المنظم، ص: ۴۲)

شارحِ بخاری علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

آپ، رازق کا خزانہ اور حکم کے نافذ کرنے کا مرکز ہیں؛ لہٰذا جو حکم نافذ ہوگا آپ ہی سے ہوگا اور جو بھلائی بھی منتقل ہوگی آپ ہی کے ذریعے ہوگی۔ (مواہب لدنیہ، ج: ۱، ص: ۳۴)

امام علامہ زرقانی مالکی فرماتے ہیں:

جب آپ کسی امر کا ارادہ فرمائیں، تو اس کے خلاف نہیں ہوگا، کائنات میں اس امر کو روکنے والا کوئی نہیں۔ (شرحِ مواہب لدنیہ، ج: ۱، ص: ۳۵)

یہ بھی فرماتے ہیں: مسلم شریف میں نبی اکرم ﷺ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک نام "شافی" بھی ہے، یعنی آپ بیماری، تکلیف اور امت پر نازل ہونے والی ہر مصیبت کو دور کرنے والے ہیں۔ (ایضاً، ج: ۳، ص: ۱۵۲)

غالباً اسی حدیث شریف کے پیش نظر درود تاج میں کہا گیا ہے: "دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم"۔

اِن احادیث اور اقوالِ ائمہ سے اہلِ ایمان موحدین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں، اور حضور سید المرسلین ﷺ کے محب مسلمانوں کے دل، راحت کی خنکی محسوس کرتے ہیں، بعض لوگ شانِ مصطفی ﷺ کی رفعت سے متعلق ان تصریحات سے چیں بہ چیں ہوتے ہیں، اور انھیں عقیدۂ توحید اور اسلام کے منافی قرار دیتے ہیں، ایسی فکر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ!

یہ ہیں ان کے امام مولوی محمد اسماعیل دہلوی، جو کائنات میں اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم کے

اختیار اور آپ کی قدرت کی سرے سے نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں: جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان، ص:۷۴)

ان کا خیال ہے کہ وہ پرچمِ توحید بلند کر رہے ہیں، انھیں خبر نہیں کہ رسالت کی تنقیص کرنے سے پرچمِ توحید قائم ہی نہیں رہتا۔

آیئے! آپ کو سرکارِ دوعالم ﷺ کے اختیار کی وسعت دکھائیں، اگر آپ سنی حنفی ہیں، تو امام علامہ ملا علی قاری اور شیخِ محقق کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں! اور اگر آپ غیر مقلد ہیں تو اہل حدیث کے سردار نواب صدیق حسن بھوپالی کی عبارت پڑھیں!

حضرت ربیعہ - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا: سَل (مانگو) اس کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

یعنی ہم سے کوئی سی حاجت طلب کرو؛ کیوں کہ یہی سخیوں کی شان ہے، نبی اکرم ﷺ سے زیادہ سخی کوئی نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے انھیں بغیر کسی قید کے مطلقاً مانگنے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قدرت عطا فرمائی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو چاہیں عطا فرمائیں، اسی لیے ہمارے ائمہ نے نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ شمار کی ہے کہ آپ جسے چاہیں جس چیز کے ساتھ چاہیں مخصوص فرمادیں، جیسے آپ نے تنہا حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی، دو گواہوں کے برابر قرار دی، اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے، اور آپ نے امِ عطیہ کو خاص طور پر آل فلاں کے بارے میں نوحہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی، اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ شارع - علیہ السلام - کے لیے جائز ہے کہ آپ عموم میں سے جو چاہیں خاص فرمادیں، جیسے ابو بردہ بن نیار کو اجازت دے دی کہ وہ چھ ماہ کے بکری کے بچے کی قربانی کرسکتے ہیں۔

ابنِ سبع وغیرہ نے آپ کی یہ خصوصیت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین آپ کو عطا فرمادی ہے، آپ اس میں سے جتنی چاہیں اور جسے چاہیں عطا فرمادیں۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۲، ص:۳۲۳)

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے جو حضرت ربیعہ کو فرمایا: سَل (مانگو) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کی جو بھلائی چاہو، مانگ لو! نبی اکرم ﷺ نے جو مطلقاً فرمایا کہ مانگو! اور کسی خاص مطلوب کی قید نہیں لگائی، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ نبی اکرم ﷺ کے دستِ ہمت و کرامت میں ہے، جو چاہیں اور جسے چاہیں اپنے رب کی اجازت سے عطا فرمائیں۔

فان من جودك الدنيا و ضرتها　　ومن علومك علم اللوح والقلم

• دنیا اور آخرت آپ کی سخاوت کا ایک حصہ ہے، اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا بعض ہے۔

اگر خیریت دنیا وعقبیٰ آرزو داری　　بدرگاہش بیا وہرچہ می خواہی تمنا کن

• اگر تم دنیا اور آخرت کی خیریت کی آرزو رکھتے ہو تو آپ کی بارگاہ میں آؤ اور جو چاہو آرزو کرو۔ (مسک الختام، ج:۱، ص:۲۷۶)

یہ بعینہ وہی عبارت ہے جو شیخِ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی - رحمہ اللہ تعالیٰ - نے "اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ" میں بیان کی ہے۔ (اشعۃ اللمعات، ج:۱، ص:۳۹۶)

باطن میں تصرف

نبی اکرم ﷺ کے تصرف کی روشن ترین مثال وہ ہے جو امام مسلم نے حضرت ابی بن کعب - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

میں مسجد میں تھا، ایک شخص مسجد میں داخل ہوکر نماز پڑھنے لگا، اس نے ایسی قراءت کی جو میرے لیے اجنبی تھی، پھر ایک دوسرا شخص داخل ہوا، اس نے پہلے شخص کی بنسبت مختلف قراءت کی، جب میں نے نماز پوری کرلی، تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، میں نے عرض کیا: اس شخص نے جو قراءت کی وہ مجھے اجنبی محسوس ہوئی، پھر دوسرا شخص آیا، اس نے پہلے سے مختلف قراءت کی، رسول ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا، انھوں نے قراءت کی، آپ نے ان دونوں کے حال کی تحسین فرمائی، میرے دل میں ایسا انکار پیدا ہوا جو دورِ جاہلیت میں بھی کبھی پیدا نہ ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے جب مجھ پر طاری ہونے والی کیفیت ملاحظہ فرمائی تو آپ ﷺ نے میرے

سینے پردستِ اقدس رکھ دیا، میں پسینے میں نہا گیا، اور میری حالت یہ ہوگئی کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔(صحیح مسلم، ج:۱،ص:۲۷۳)

ایک دوسری روایت ملاحظہ کیجیے! ابنِ ہشام روایت کرتے ہیں:

فضالہ بن عمیر لیثی نے، فتح مکہ کے سال بیتُ اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا (وہ نومسلم تھے اور ابھی باطن کا مکمل تزکیہ نہیں ہوا تھا) جب رسول اللہ ﷺ ان کے قریب ہوئے تو آپ نے فرمایا: کیا تم فضالہ ہو؟ عرض کیا: جی ہاں! فضالہ ہوں، یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم دل میں کیا سوچ رہے تھے؟ عرض کیا: کچھ نہیں، میں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا، نبی اکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرو، پھر اپنا دستِ اقدس ان کے سینے پر رکھ دیا، تو ان کا دل پرسکون ہوگیا، حضرت فضالہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! میرے سینے سے دست مبارک اٹھانے سے پہلے یہ حالت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے کوئی چیز مجھے آپ سے زیادہ محبوب نہ تھی۔(السیرۃ النبویہ مع الروض الانف، ج:۲،ص:۲۷۶۔ و فقہ السیرت،ص:۲۶۳)

ایسی بہت سی مثالیں ہیں جو تھوڑی سی تلاش سے جمع کی جاسکتی ہیں۔

کلمۂ کن سے تصرف

یہ نبی اکرم ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ آپ نے کسی شخص کو فرمایا کہ تو اس طرح ہوجا! تو وہ اسی طرح ہوگیا۔

امام حاکم نے یہ حدیث روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا، امام بیہقی اور امام طبرانی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق سے روایت کرتے ہیں کہ حکم بن ابوالعاص، حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا کرتا تھا، جب آپ گفتگو فرماتے تو وہ نقل اتارا کرتا تھا، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسی طرح ہوجا! تو اس کا چہرہ مرنے تک اسی طرح بگڑا رہا۔(الخصائص الکبری، ج:۲،ص:۷۹)

امام بیہقی، حضرت ابنِ عمر-رضی اللہ تعالیٰ عنہما-سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: ایک شخص آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا منہ بگاڑ کر نقلیں اتار رہا تھا،

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تو اسی طرح ہوجا! (تو وہ بے ہوش ہوکر گر پڑا) اس کے گھر والے اسے اٹھا کر لے گئے، دو ماہ اس کی یہی حالت رہی، جب بھی اسے افاقہ ہوا تو اس کا چہرہ اسی حالت میں تھا جس حالت میں وہ رسول ﷺ کی نقلیں اتارتا تھا۔(ایضاً)

امام علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام کے سامنے غزوۂ تبوک میں کلمۂ کن استعمال فرمایا، ایک تو جواز کے بیان کرنے کے لیے، دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ کو معجزات کے ظاہر کرنے کی اجازت تھی، یہ مسئلہ اسی قبیل سے ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو ابوذر ہوجا! تو وہ ابوذر ہوگئے، کھجور کی شاخ کو فرمایا: تو تلوار ہوجا! تو وہ تلوار بن گئی۔

(الیواقیت والجواہر، ج:۱،ص:۱۴۷)

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی -قدس سرہ- فرماتے ہیں:

پھر تجھ پر تکوین وارد ہوگی، تو یہ صریح اور بے غبار اذن سے ہوگی، راہ نمائیاں سورج کی طرح ظاہر ہوں گی، اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہوگی، جو ہر لذیذ سے زیادہ لذیذ ہے، اور ایسے سچے الہام سے ہوگی جو تلبیس سے خالی، نفس کے خیالات فاسدہ اور شیطانِ لعین کے وسوسوں سے پاک ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا: اے ابنِ آدم! میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں کسی چیز کو کہتا ہوں کہ ہوجا تو وہ پیدا ہوجاتی ہے، تو میری اطاعت کر، میں تجھے یہ مرتبہ عطا کردوں گا کہ تو کسی چیز کو کہے گا کہ ہوجا تو وہ پیدا ہوجائے گی، اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ اپنے بہت سے انبیا، اولیا اور خاص انسانوں کو عطا فرمایا ہے۔(فتوح الغیب علی ہامش القلائد، مقالہ:۱۶،ص:۳۱)

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

شیخ اکبر-قدس سرہ-نے فرمایا کہ آصف بن برخیا نے تخت بلقیس میں تصرف کیا، اسے اس کی جگہ سے معدوم کیا، اور اس طرح حضرت سلیمان-علیہ السلام-کے پاس اسے موجود کیا کہ کسی کو اس کا احساس نہ ہوسکا، سوائے اس کے جو ہر آن میں حاصل ہونے والی جدید تخلیق کو جانتا تھا، اس کے وجود کا بعینہ وہی زمانہ تھا، جو اس کے عدم کا زمانہ تھا، اور ان میں سے ہر ایک، ایک آن میں تھا، آصف کا قول اور فعل زمانے کے اعتبار سے ایک ہی تھا، اس لیے کہ کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے کن کے منزلے میں ہے۔

قیامت کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصرف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سنو! ہم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتے۔ اس حدیث کو امام ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔(مشکاۃ المصابیح،ص:۵۱۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت کا مظاہرہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل۔علیہ السلام۔ سے فرمایا: ہمارے حبیب کے پاس جاؤ اور انھیں کہو: ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کردیں گے اور آپ کو غمگین نہیں کریں گے۔(صحیح مسلم،ج:۱،ص:۱۱۳)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! میں یہی دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کو جلد پورا فرمادیتا ہے۔(ایضاً،ج:۱،ص:۴۷۳)

مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کی روایت کردہ طویل حدیث ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگ قیامت کے دن حضرتِ آدم، حضرتِ ابراہیم، حضرتِ موسیٰ اور حضرتِ عیسیٰ۔علیہم الصلاۃ والسلام۔کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش فرمائیں، سب یہی فرمائیں گے کہ یہ سفارش ہمارا کام نہیں ہے، آخر میں تمام لوگ سیدنا ومولانا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم فرمائیں گے: ہم اس شفاعت کے لیے ہیں، یہ شفاعتِ کبریٰ ہے جو ہمارے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔(ایضاً،ج:۱،ص:۱۱۰)

حضرت ابوہریرہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم روانہ ہوکر عرش مجید کے نیچے آئیں گے، اور اپنے رب کریم کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوجائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی وہ حمدیں اور عمدہ ثنا کھول دے گا اور الہام فرمائے گا، جو ہم سے پہلے کسی پر منکشف نہیں فرمائی، پھر فرمائے گا: اپنا سر اٹھائیے، اے حبیب! آپ مانگیے! آپ کو دیا جائے گا، آپ شفاعت کیجیے! آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، ہم سر اٹھائیں گے اور عرض کریں گے: اے میرے رب میری امت کو بخش دے، میری امت کو بخش دے، تو کہا جائے گا: اے

حبیب! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں ہے، جنت کے دائیں دروازے سے جنت میں داخل کریں، آپ کے امتی دوسرے دروازوں میں دوسرے لوگوں کے شریک ہیں۔

(صحیح مسلم،ج:۱،ص:۱۱۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم نے اپنی دعا اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کررکھی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ دعا ہماری امت کے ان لوگوں کو حاصل ہوگی، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہراتے۔(ایضاً،ج:۱،ص:۱۱۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن ہم جنت کے دروازے پر آئیں گے اور دروازہ کھولنے کا حکم دیں گے، خازن جنت کہے گا: آپ کون ہیں؟ ہم کہیں گے: محمد(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو وہ کہے گا: مجھے آپ ہی کے لیے دروازہ کھولنے کا حکم دیا گیا ہے، اور میں آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہیں کھولوں گا۔(ایضاً،ج:۱،ص:۱۱۲)

ایک روایت میں ہے: پھر ہم شفاعت کریں گے، تو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے حد مقرر فرمادے گا، ہم انھیں آگ سے نکال کر جنت میں داخل کریں گے۔(ایضاً، ج:۱، ص:۱۰۹)

یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرفات کی ایک جھلک ہے، قیامت کے دن آپ کی سیادت اس طرح ظاہر ہوگی کہ کسی کے لیے آپ کی قدرت اور تصرف، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے مقام ومرتبے کے انکار کی جرأت نہیں رہے گی، یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا، اس کے اذن اور اختیار دینے سے ہوگا، اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاے کرام کو خرق عادت بہت سے تصرفات عطا فرمائے ہیں۔

انبیاے کرام علیہم السلام کی قدرت اور تصرف

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ“ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت دی۔ اس کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

یاد رہے کہ مخلوق کے احکام کی تین قسمیں ہیں (دو قسمیں بیان کرنے کے بعد فرمایا) تیسری قسم انبیاے کرام ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم ومعارف عطا فرمائے ہیں جن کی بنا پر وہ

مخلوق کے باطنوں اور روحوں میں تصرف کرتے ہیں، نیز انھیں وہ قدرت اور اختیار عطا فرمایا، جس کی بنا پر وہ مخلوق کے ظواہر میں تصرف کرتے ہیں، چوں کہ وہ ان دونوں صفتوں کے جامع ہیں، اس لیے وہ حاکم علی الاطلاق ہیں (یعنی ظاہر و باطن میں تصرف کرتے ہیں)

(تفسیر کبیر، ج: ۱۳، ص: ۶۸۔۶۷)

امام، محدث، علامہ ابنِ حجر مکی فرماتے ہیں کہ پھر میں نے دیکھا کہ ابنِ عربی نے وہی تصریح کی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کی زیارت روح اور جسم کے ساتھ ناممکن نہیں ہے؛ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاے کرام زندہ ہیں، رحلت کے بعد ان کی روحیں ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں، اور انھیں (قبروں سے نکلنے اور عالم بالا و اسفل میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور اس بات سے کوئی مانع نہیں ہے کہ بہت سے لوگ ایک ہی وقت میں آپ کی زیارت کریں؛ کیوں کہ آپ سورج کی طرح ہیں۔ (سورج کو بیک وقت بہت سے لوگ دیکھتے ہیں) (فتاویٰ حدیثیہ، ص: ۲۵۶۔ و الحاوی للفتاویٰ، ج: ۲، ص: ۲۶۳)

انور شاہ کشمیری دیوبندی کہتے ہیں:

”قوله ففقاعينه“ (حضرت موسیٰ -علیہ السلام- نے حضرت عزرائیل کی آنکھ پھوڑ دی) ان کی صرف آنکھ نکل گئی تھی؛ کیوں کہ وہ ملک الموت تھے، ورنہ آپ کے غضب کے تھپڑ سے ساتوں آسمان پارہ پارہ ہو جاتے۔ (فیض الباری، ج: ۲، ص: ۶۷۴)

کرامات کے بارے میں مذاہب

علامہ سعدالدین تفتازانی فرماتے ہیں:

جمہور مسلمانوں کے نزدیک اولیا کی کرامت جائز ہے، اکثر معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں، استاذ ابواسحاق کا میلان بھی ان کے مذہب کے قریب ہے، اسی طرح امام الحرمین نے فرمایا:

کرامات کو جائز قرار دینے والوں کے کئی مذاہب ہیں (۱) کرامت، ولی کے قصد و اختیار سے نہیں ہو سکتی (۲) کرامت، دعوے کے مقتضا کے مطابق نہیں ہو سکتی، یہاں تک کہ اگر ولی ولایت کا دعویٰ کرے اور خرق عادت امور (کرامات) کا عقیدہ رکھے تو جائز نہیں، اور کرامت واقع بھی

نہیں ہوگی، بلکہ بعض اوقات مرتبۂ ولایت ہی ساقط ہو جاتا ہے۔ (۳) کرامت، نبی کے معجزے کی جنس سے نہیں ہو سکتی، جیسے دریا کا پھٹ جانا، عصا کا سانپ بن جانا اور مردوں کو زندہ کرنا۔ ان علما نے کہا ہے کہ اس اعتبار سے کرامت معجزات سے جدا ہوتی ہے۔

امام الحرمین نے فرمایا کہ یہ سب مذاہب ناپسندیدہ ہیں، ہمارے نزدیک پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ کرامات کے میدان میں تمام خوارقِ عادت جائز ہیں، معجزات سے کرامات کا فرق یہ ہے کہ وہ نبوت کے دعوے سے خالی ہوتی ہیں، یہاں تک کہ اگر ولی نبوت کا دعویٰ کرے، تو وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہو جائے گا اور کرامت کا نہیں بلکہ لعنت اور اہانت کا مستحق ہوگا۔

(شرحِ مقاصد، ج: ۲، ص: ۲۰۳)

علامہ تفتازانی نے یہ بھی فرمایا:

ہاں! کبھی بعض معجزات کے بارے میں نص قطعی وارد ہو جاتی ہے کہ کوئی شخص اس کی مثل نہیں لا سکتا، جیسے کہ قرآن پاک، لیکن یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ نبی کا ہر معجزہ ولی کی کرامت بن سکتا ہے۔ (ایضاً)

اولیاے سابقین کی کرامات

علامہ سعدالدین تفتازانی فرماتے ہیں:

کرامت کے واقع ہونے پر ہمارے پاس دو قسم کی دلیلیں ہیں، پہلی دلیل حضرت عیسیٰ -علیہ السلام- کی ولادت کے وقت حضرت مریم کا واقعہ، اور یہ کہ جب حضرت زکریا -علیہ السلام- ان کے پاس عبادت گاہ میں جاتے تو ان کے پاس رزق پاتے، انھوں نے فرمایا: ”قال یا مریم انی لك هذا“ اے مریم! یہ تمھارے لیے کہاں سے ہے؟ حضرت مریم نے کہا: ”هو من عند الله“ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اسی طرح اصحاب کہف کا واقعہ اور ان کا غار میں کئی سال کھانے پینے کے بغیر ٹھہرنا اور آصف بن برخیا کا واقعہ اور ان کا تختِ بلقیس کو آنکھ جھپکنے سے پہلے لانا ہے۔ یہ ساری باتیں نص سے ثابت ہیں۔ (ایضاً، ج: ۲، ص: ۲۰۴۔۲۰۳)

کراماتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

صحابۂ کرام کی کرامات بہت ہیں، ان کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ انھیں ایمان کے ساتھ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میسر ہوئی، انھوں نے ہر ممکن طریقے سے دین متین کی خدمت اور اشاعت کی اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلے، آئندہ سطور میں ان کی چند کرامات بیان کی جاتی ہیں۔

امام علامہ جلال الملت والدین سیوطی فرماتے ہیں:

کرامات کے ثابت کرنے کی دلیل وہ آثار ہیں، جو صحابۂ کرام، تابعین اور ان کے بعد والے اولیا سے منقول ہیں۔

صحابۂ کرام میں سے امام ابو بکر صدیق -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- ہیں، انھوں نے حضرت عائشہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کو فرمایا کہ (تمھارے علاوہ) میرے وارث تمھارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، ام المومنین نے عرض کیا: میرے دو بھائی تو محمد اور عبد الرحمٰن ہیں، دو بہنیں کون سی ہیں؟ میری تو ایک ہی بہن اسما ہیں، فرمایا: دوسری بنت خارجہ (حضرت صدیق اکبر کی اہلیہ) کے پیٹ میں ہے، میرے دل میں القا کیا گیا ہے کہ وہ لڑکی ہے، تو ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

صحابہ میں سے عمر بن خطاب -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- ہیں، انھوں نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: یا ساریة الجبل، الجبل، اے ساریہ! پہاڑ کی طرف توجہ دو، پہاڑ کی طرف توجہ دو!، اللہ تعالیٰ نے نہاوند میں ان کا کلام حضرت ساریہ کو سنا دیا۔ ان کا ایک واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے مصر کے دریاے نیل کے نام مکتوب ارسال کیا، تو وہ بند ہوجانے کے بعد جاری ہوگیا۔

صحابہ میں سے حضرت عثمان غنی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- ہیں، عبد اللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کا محاصرہ کیا ہوا تھا، میں انھیں سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا، تو انھوں نے فرمایا: بھائی! خوش آمدید، میں نے اس کھڑکی میں رسول اللہ کی زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان! ان لوگوں نے تمھارا محاصرہ کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: انھوں نے تمھیں پیاس سے دوچار کر دیا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! آپ نے ڈول لٹکایا جس میں پانی تھا،

میں نے سیر ہو کر پانی پیا، یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے اور کندھوں کے درمیان محسوس کی، پھر فرمایا: اگر چاہو تو تمھیں امداد دی جائے اور اگر چاہو تو ہمارے پاس افطار کرو، میں نے آپ کے پاس افطار کرنے کو پسند کیا، تو اسی دن آپ کو شہید کر دیا گیا۔

(الحاوی للفتاویٰ، ج:۲،ص:۲۶۲)

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

کرامت کے واقع ہونے کی دوسری دلیل صحابۂ کرام، تابعین اور بعد کے اولیا کی کرامات ہیں، جن کا (قدر مشترک) معنیٰ تواتر ہے، اگرچہ تفصیلات خبر واحد کے ساتھ مروی ہیں، مثلاً حضرتِ عمرِ فاروق -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے منبر پر تشریف فرما ہوتے ہوئے، نہاوند میں اپنا لشکر ملاحظہ فرمایا، یہاں تک کہ دو دفعہ ارشاد فرمایا: اے ساریہ! پہاڑ کی طرف توجہ دو، حضرت ساریہ نے ان کا کلام سنا، اسی طرح حضرت خالد بن ولید -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے زہر پی لیا، اور زہر نے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا، حضرت علی مرتضیٰ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی کرامات تو ان گنت ہیں۔

مختصر یہ کہ کرامات اولیا کا ظہور انبیاے کرام کے معجزات کے ظہور کے قریب ہے، خواہشِ نفس کے بندے اہل بدعت، اگر کرامات کا انکار کرتے ہیں، تو کوئی عجیب بات نہیں ہے؛ کیوں کہ انھوں نے اپنی ذوات سے کبھی کرامت کا صدور نہیں دیکھا، اور نہ ہی اپنے پیشواؤں سے کرامت کا صادر ہونا سنا، جن کے بارے میں ان کا گمان ہے کہ وہ کسی مرتبے پر فائز ہیں، اگرچہ یہ لوگ عبادتوں کے ادا کرنے اور گناہوں سے اجتناب کرنے میں کوشاں رہتے ہیں، یہ لوگ، اصحاب کرامت اولیاء اللہ پر اعتراض کرتے ہیں، ان کی کھال ادھیڑتے ہیں، اور ان کے گوشت کھاتے (غیبت کرتے) ہیں، انھیں جاہل صوفیا کا نام دیتے ہیں اور انھیں بدعتیوں کی صف میں شمار کرتے ہیں۔

(شرحِ مقاصد، ج:۲،ص:۲۰۴)

حضرات گرامی! آپ اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر ہرگز اعتراض نہ کریں؛ کیوں کہ یہ زہر قاتل ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ!

علامہ ابنِ عابدین شامی فرماتے ہیں:

مشائخِ عارفین اور وارثانِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ائمہ کا فرمان ہے: اولیاے کرام کے منکر کی

پہلی سزا یہ ہے کہ ان کی برکت سے محروم کیا جاتا ہے، یہ بھی فرمایا: اس بات کا خوف ہے کہ اس کا خاتمہ برا ہو۔ برے خاتمے سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ (رسائل ابنِ عابدین، ج:۲،ص:۳۱۷)

امام ابوسعید عبدالملک بن ابوعثمان، حضراتِ شیخین کریمین -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- کی کرامت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہمیں یہ روایت ابنِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- سے پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو جمع فرمائے گا تو نور کے دو منبر لائے جائیں گے، ایک عرش مجید کی دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب رکھا جائے گا، اور اس پر دو شخص کھڑے ہوں گے۔ عرش کی دائیں جانب والا اعلان کرے گا: اے مخلوق کے گروہ! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے، اور جو مجھے نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں جنت کا خازن، رضوان ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جنت کی چابیاں ابوبکر اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے سپرد کردوں؛ تاکہ وہ اپنے محبین کو جنت میں داخل کریں، خبردار! سن لو۔ پھر عرش کی بائیں جانب والا پکارے گا: اے گروہ مخلوقات! جس نے مجھے پہچان لیا اس نے پہچان لیا، اور جو مجھے نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں جہنم کا داروغہ، مالک ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں دوزخ کی چابیاں محمد مصطفی ﷺ کے سپرد کردوں، اور حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ چابیاں ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے سپرد کردوں، سنو! تم گواہ ہوجاؤ۔ (شرف النبی،ص:۲۹۷-۲۹۶)

یہ، وہ امام ابوسعید نیشاپوری ہیں، جن سے امام، حافظ، حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری اور ابومحمد حسن بن محمد خلال، ابوالقاسم ازہری اور ابوالقاسم تنوخی وغیرہم روایت کرتے ہیں۔

(پیش گفتار، شرف النبی،ص:۱۵)

خاتم المحققین علامہ ابنِ عابدین شامی، امام ابوسعید کی اس کتاب کے حوالے سے فرماتے ہیں:

ابوسعید ''شرف النبوۃ،، میں عبدالعزیز سے اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم اور ہمارے اہل بیت دنیا میں جنّتی درخت اور اس کی شاخیں ہیں، جس نے انھیں تھام لیا اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا راستہ حاصل کرلیا۔

(رسائل ابنِ عابدین، ج:۱،ص:۴)

امام ابوسعید، اپنی سیرت میں، دیلمی اور ان کے صاحب زادے حضرات عمران بن حصین -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو آگ میں داخل نہ فرمائے، تو اللہ تعالیٰ نے میری درخواست قبول فرمالی۔ (ایضاً،ص:۵)

کیا صحابۂ کرام کی کرامات کے منکر کے لیے ممکن ہے کہ زورِ زبان سے امام ابوسعید عبدالملک کی روایت کو موضوع قرار دے، جیسے احسان الٰہی ظہیر نے کیا ہے؟ (البریلویہ،ص:۷۰)

واللہ! ایسا نہیں کیا جاسکتا، یہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے بارے میں قبیح جرات ہے، اور انکارِ حدیث کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے، ان پر لازم تھا کہ حدیث کے ماہرین اور مستند ائمہ سے اس کا موضوع ہونا نقل کرتے۔

علامہ ابنِ حجر مکی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

امامِ دارقطنی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے ان چھ (بلکہ پانچ) حضراتِ صحابہ سے کو فرمایا جنھیں حضرت عمر فاروق -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے مجلس شوریٰ کے طور پر مقرر فرمایا تھا، انھوں نے اپنی طویل گفتگو میں فرمایا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ حضرات میں کوئی ایسا ہے؟ جسے میرے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو: اے علی! تم قیامت کے دن جنت اور نار کے تقسیم کرنے والے ہو، ان سب حضرات نے کہا: اللہ اکبر! نہیں۔ اور اس کے ہم معنی وہ روایت ہے جسے عنترہ نے حضرت علی -رضی اللہ تعالی عنہ- سے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیِ مرتضی کو فرمایا کہ تم جنت اور نار کے تقسیم کرنے والے ہو، قیامت کے دن دوزخ کہے گی یہ میرے لیے اور یہ آپ کے لیے ہے، ابنِ سماک روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے حضرتِ علیِ مرتضی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کو بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ پل صراط سے وہی گزرے گا جسے علی مرتضی (اجازت نامہ) لکھ کردیں گے۔ (الصواعق المحرقۃ،ص:۱۲۶)

امام علامہ قاضی عیاض -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

احادیث صحیحہ کے راویوں اور ائمہ نے وہ کچھ روایت کیا ہے جو نبی اکرم ﷺ نے صحابۂ

کرام کو بتایا، آپ نے ان سے وعدہ کیا کہ ہم اپنے دشمنوں پر غالب آئیں گے۔ اور یہ بھی بتایا کہ اس امت کا بدبخت ترین آدمی علیِ مرتضیٰ کو شہید کرے گا، جو اس جگہ سے اس جگہ تک یعنی سر مبارک سے لے کر داڑھی مبارک تک خون سے رنگ دے گا، اور یہ علی مرتضیٰ آگ کے قسیم ہیں، اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو جہنم میں داخل کریں گے۔ (الشفاء، ج:۱،ص:۲۲۳)

علامہ شہاب الدین خفاجی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

ابنِ اثیر نے نہایہ میں کہا ہے کہ حضرتِ علیِ مرتضیٰ ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نے فرمایا کہ میں آگ کا قسیم (مقابل) ہوں، یعنی لوگ دو گروہ میں ہوں گے، ایک گروہ میرے ساتھ ہوگا وہ ہدایت پر ہوگا، دوسرا گروہ میرے مخالف ہوگا، وہ گم راہ ہوگا، آدھے میرے ساتھ جنت میں ہوں گے، آدھے میرے مخالف آگ میں ہوں گے (انتہا) میں کہتا ہوں کہ ابنِ اثیر ثقہ ہیں، اور جو کچھ حضرت علیِ مرتضیٰ ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نے بیان کیا ہے، وہ اپنی رائے سے نہیں کہا جاسکتا، لہٰذا یہ مرفوع کے حکم میں ہے؛ کیوں کہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں ہے۔ (نسیم الریاض، ج:۳،ص:۱۶۳)

امام احمد رضا قادری بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

شاذان فضلی نے حضرت علی مرتضی۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کا یہ قول ”جزء رد الشمس“ میں روایت کیا۔ (الامن والعلیٰ، ص:۵۹)

جو شخص یہ کہے کہ یہ روایت موضوع ہے، اس کا قول، دلیل اور مستند ائمہ سے نقل کے بغیر، اس لائق نہیں کہ اس کی طرف توجہ کی جائے۔

سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

تمام امتِ مسلمہ، سیدنا علی مرتضیٰ اور ان کی طیب وطاہر اولاد کو پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتی ہے اور امورِ تکوینیہ کو ان سے متعلق مانتی ہے، فاتحہ، صدقات اور نذریں ان کے نام سے رائج اور معمول ہیں، جیسا یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے اولیا کے لیے جاری ہے۔ (تحفۂ اثنا عشریہ، ص:۲۱۴)

امتِ مسلمہ کے اولیا کی کرامات

اس سے پہلے آصف بن برخیا کی کرامت کا ذکر ہو چکا ہے، وہ ملکۂ بلقیس کا تخت مُلکِ سبا

سے پلک جھپکنے میں لے آئے، جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ“ (النمل:۴۰) جس کے پاس کتاب کا علم تھا، اس نے کہا: میں آپ کے پاس تخت بلقیس آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔

وہ حضرت سلیمان ۔علیہ السلام۔ کی امت کے ولی تھے، آپ کا سیدنا و مولانا محمد مصطفی ﷺ کی امت کے اولیا کے بارے میں کیا گمان ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ“ (آل عمران:۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جسے تمام انسانوں کے لیے پیش کیا گیا۔

ملت اسلامیہ کے اولیاے کرام کی کرامات گنتی شمار سے باہر ہیں، خصوصاً غوث صمدانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی کی کرامات بکثرت ہیں۔

ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

سیدنا عبد القادر جیلانی ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کی کرامات کی کثرت پر مؤرخین متفق ہیں، شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام اور امام ابنِ تیمیہ کہتے ہیں کہ شیخ کی کرامات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ (تاریخ دعوت وعزیمت، ج:۱،ص:۲۵۸)

امام ربانی مجدد الف ثانی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

جب معاملہ شیخ عبد القادر جیلانی ۔قدس سرہ۔ تک پہنچا تو یہ منصب (قطبیت) آپ کے سپرد کر دیا گیا، اور یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اقطاب اور نجبا تک فیوض و برکات، قربِ ولایت کے راستے میں، آپ کے واسطے سے پہنچتے ہیں؛ کیوں کہ یہ مرکزیت کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوئی؛ اسی لیے آپ نے فرمایا: ؎

افلت شموس الاولین و شمسنا ابدا علی افق العلیٰ لا تغرب

• اگلوں کے سورج ڈوب گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے افق پر رہے گا اور کبھی غروب نہیں ہوگا۔

شمس سے مراد ہدایت وارشاد کے فیض کا سورج ہے اور ڈوبنے سے مراد فیض مذکور کا

معدوم ہوتا ہے، وہ معاملہ جو پہلے حضرات سے متعلق تھا آپ کے جلوہ گر ہونے پر آپ سے متعلق ہو گیا، اور آپ، رشد و ہدایت تک پہنچنے کا واسطہ بن گئے، جیسا کہ آپ سے پہلے متقدمین واسطہ تھے، نیز جب تک فیض کا واسطہ ہونے کا معاملہ جاری رہے گا، وہ آپ ہی کے وسیلے اور واسطے سے ہوگا؛ اس لیے یہ فرمان صحیح ہے کہ اگلوں کے سورج ڈوب گئے اور ہمارا سورج نصف النہار پر رہے گا۔
(مکتوبات امام ربانی فارسی، ج:۲، ص:۵۸۵، مکتوب:۱۲۳)

یہ بھی فرماتے ہیں:

بندہ اس مقام میں حضرت شیخ کے قائم مقام ہے، اور حضرت شیخ کے نائب ہونے کی حیثیت سے ان کے ساتھ معاملہ وابستہ ہے، جیسے کہا گیا ہے کہ چاند سورج کے نور سے مستفاد ہے۔
(ایضاً)

ایک اعتراض

بعض منکرین سیدنا غوث اعظم۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کے قصیدۂ غوثیہ کے بعض اشعار پر اعتراض کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ درج ذیل اشعار ان کی طرف غلط منسوب کر دیے گئے ہیں۔

ان اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

- اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اقطاب پر حکمراں بنایا ہے، اور میرا حکم ہر حال میں نافذ ہے۔
- میرے مرید! کسی نکتہ چیں سے نہ ڈر؛ کیوں کہ میں جنگ کے وقت، پختہ عزم والا اور دشمن کو قتل کرنے والا ہوں۔
- زمین و آسمان میں میرے ڈنکے بجائے گئے ہیں، اور سعادت کے نقیب میرے لیے ظاہر ہوئے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ کے شہر، میرا ملک اور میرے حکم کے ماتحت ہیں، اور میرے اوقات میرے دل کے لیے صاف اور شفاف ہیں۔
- میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھا جیسے میری ہتھیلی پر رائی کا دانہ ہو۔

- میں جیلان کا رہنے والا ہوں، میرا لقب محی الدین ہے اور میرے جھنڈے پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں۔ (البریلویہ، ص:۷۲)

جواب

یہ قصیدۂ مبارکہ مشرق و مغرب میں بغیر کسی انکار کے مشہور ہے، مصر میں ''بہجۃ الاسرار'' کے حاشیے پر چھپا ہوا ہے، پاکستان، ہندوستان اور ایران میں بار بار چھپ چکا ہے، جلیل القدر علما کی ایک جماعت نے اس کی شروحات لکھی ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی لکھتے ہیں:

اسی لیے حضرتِ غوثِ اعظم نے ایسے کلمات لکھے ہیں، جن سے فخر اور عظمت کا اظہار ہوتا ہے، اور ان سے جہاں کو مسخر کرنے کا عمل ظاہر ہوا۔ (ہمعات، فارسی، ص: ۸۴۔۸۳)

شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی، حضرت شیخ زروق کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

قصیدۂ غوثیہ کے انداز پر ان کا بھی ایک قصیدہ ہے۔ (بستان المحدثین، ص ۳۲۲)

قصیدۂ غوثیہ کے اشعار کی تکذیب کسی دوسرے کی طرف نہیں، بلکہ سیدنا غوث اعظم۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کی طرف راجع ہے، اور یہ نا قابل معافی جسارت ہے، سیدنا غوث اعظم۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔نے تصریح کی ہے کہ انھیں یہ تمام فضائل اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی قدرت سے حاصل ہوئے ہیں، تو شرک کا شائبہ کہاں رہا؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں اور یہ ان کی فارسی عبارت کا ترجمہ ہے:

امتِ مسلمہ کے اولیاے کرام میں سے راہ جذب کو مکمل کرنے کے بعد جس ہستی نے نسبت اویسیہ کی طرف قوی اور مضبوط طریقے سے رجوع کیا ہے وہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی ہیں؛ اسی لیے اولیاے کرام فرماتے ہیں کہ وہ اپنی قبر انور میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔
(ہمعات، فارسی، ص:۶۱)

یہ بھی انھی کا ارشاد ہے:

مشائخِ نقشبندیہ کے عجیب تصرفات ہیں، وہ اپنی توجہ کسی مقصد پر مرکوز کر دیتے ہیں تو وہ

مقصد، ان کی توجہ کے مطابق برآتا ہے، وہ طالب پر اثر انداز ہوتے ہیں، بیمار کی بیماری دور ہوجاتی ہے، گناہ گار کو توبہ کی توفیق مل جاتی ہے، وہ لوگوں کے دلوں میں تصرف کرتے ہیں تو لوگ ان کے گرویدہ ہوجاتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں، ان کی عقلوں میں تصرف کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کی عقلوں میں عظیم واقعات نقش ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے زندہ اور اہلِ قبور اولیا کی نسبت پر آگاہی حاصل ہوتی ہے، لوگوں کے خیالات، دلوں کے خطرات اور آنے والے واقعات ان پر منکشف ہوجاتے ہیں، اور آنے والی مصیبتیں دور ہوجاتی ہیں، اور اسی طرح کے دیگر فوائد حاصل ہوتے ہیں۔(القول الجمیل، ۱۰۳۔۱۰۲)

شاہ صاحب میر سید ابو علی اکبر آبادی -رحمہ اللہ تعالیٰ- کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وہ ایک دن خواجہ غریب نواز شیخ سید معین الدین اجمیری -رحمہ اللہ تعالیٰ- کے مزارِ پُر انوار کی طرف متوجہ تھے، انھوں نے مزار کے اندر سے آواز سنی کہ آپ کے گھر والوں کی طرف سے اتنا نذرانہ آیا ہے اور ان لوگوں نے آپ کے بچے کی عافیت طلب کی ہے اور ایک دوسرے بیٹے کی درخواست کی ہے اور ان کی فرمائش پوری کردی گئی ہے۔(انفاس العارفین، ص:۲۰)

بعض بدعتی کہتے ہیں:

ان لوگوں کے یہ عقائد ہیں، اولیا، صالحین اور انبیا و مرسلین کے بارے میں، جس طرح نصاریٰ اور یہودیوں کے عقائد، حضرت عیسیٰ، عزیر اور موسیٰ -علیہم السلام- کے بارے میں ہیں، اور جس طرح مشرکین اور پرانے بت پرستوں کا عقیدہ لات، ہبل، عزیٰ، مناۃ، یغوث، یعوق، نسر وغیرہ اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں کے بارے میں ہے، جنھیں انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا۔
(البریلویہ، ص:۷۵۔۷۴)

دیکھیے! یہ کس طرح بے دھڑک اہلِ سنت کو سب وشتم کرتے ہیں؟ کون سی گالی ہے، جسے یہ روا نہیں رکھتے؟ کیا غیر مقلدین ایسے ظالمانہ اور مجرمانہ فتوے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی -رحمہ اللہ تعالیٰ- کے بارے میں بھی دیں گے؟ کیوں کہ وہ "ھمعات"، "القول الجمیل" اور "انفاس العارفین" میں وہ کچھ کہہ گئے ہیں جو اِن لوگوں کے نزدیک شرکِ جلی ہے، اگر شاہ صاحب کو مشرک قرار دیا جائے، تو غیر مقلدین سب کے سب مشرک قرار پائیں گے؛ کیوں کہ وہ انھیں اپنا امام اور

مقتدا مانتے ہیں، اور اگر وہ شاہ صاحب کو مشرک قرار نہ دیں اور انھیں مومن موحد تسلیم کریں، تو انھیں بتانا پڑے گا کہ شاہ صاحب اور عام اہلِ سنت و جماعت میں کیا فرق ہے؟ جب کہ شاہ صاحب بھی وہی کچھ کہتے ہیں جو اہلِ سنت کہتے ہیں۔

برکاتِ ابدال

امیر المومنین حضرتِ علیِ مرتضیٰ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- فرماتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں، یہ چالیس مرد ہیں، جب ان میں سے کوئی فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی دوسرے مرد کو مقرر فرمادیتا ہے، ان کے صدقے میں بارش عطا کی جاتی ہے، دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے، اور ان کی بدولت شام والوں سے عذاب دور کیا جاتا ہے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔
(مشکاۃ المصابیح، ص:۵۸۳)

حضرت ابنِ مسعود -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تین سو بندے ہیں، جن کے دل آدم -علیہ السلام- کے دل کے مشابہ ہیں۔۔۔ جب ان تین سو میں سے کوئی فوت ہوجاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ عوام میں سے کسی کو اس کی جگہ مقرر فرمادیتا ہے، انھی کی بدولت اللہ تعالیٰ زندگی اور موت عطا فرماتا ہے اور بلائیں دفع فرماتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی بدولت کس طرح زندگی اور موت عطا فرماتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ بندوں کی کثرت فرما، اللہ تعالیٰ انھیں کثرت عطا فرماتا ہے، وہ ظالموں اور جابروں کے خلاف دعا کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ انھیں ہلاک فرما دیتا ہے، وہ بارش کی دعا مانگتے ہیں، تو بارش عطا کی جاتی ہے، وہ دعا کرتے ہیں، تو زمین سرسبز ہوجاتی ہے، وہ دعا کرتے ہیں تو ان کے طفیل طرح طرح کی بلائیں دور کی جاتی ہیں، اس حدیث کو ابنِ عساکر نے روایت کیا ہے۔(الحاوی للفتاویٰ، ج:۲، ص:۲۴۷)

ایک روایت میں ہے کہ ان کے طفیل زمین والوں سے بلائیں دور کی جاتی ہیں، ایک روایت میں ہے کہ ان میں ابدال ہیں، جن کی بدولت تمھیں فتح و نصرت عطا کی جاتی ہے، اور ان کے

طفیل تمھیں رزق دیا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے صدقے تمھیں امداد دی جاتی ہے، ان کے طفیل تمھیں رزق دیا جاتا ہے اور ان کے وسیلے سے تمھیں بارش عطا کی جاتی ہے۔

(ایضًا، ج:۲، ص:۲۴۸/ ۲۴۷)

علامہ ابنِ عابدین شامی، حضرت معاذ بن جبل -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں، وہ ابدال میں سے ہے، جن کی بدولت دنیا اور اہل دنیا کی بقا ہے ①اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا ②اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے باز رہنا ③اللہ تعالیٰ کے لیے ناراض ہونا۔ (رسائل ابنِ عابدین ج:۲، ص:۲۴۷)

ابنِ تیمیہ کہتے ہیں:

انبیا اور مومنوں کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سچا وعدہ فرمایا، نیز اس کے کلماتِ تامہ اور ان پر رحمت کی بدولت، اور وہ حق یہ ہے کہ ان کی امداد فرمائے گا، انھیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا، انھیں نعمتیں عطا فرمائے گا، انھیں عذاب نہیں دے گا، اور وہ اس کی بارگاہ میں معزز ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت اور دعا اس قدر قبول فرماتا ہے جس قدر دوسروں کی دعا قبول نہیں فرماتا۔ (اقتضاء الصراط المستقیم، ص:۴۱۰)

یہ ہے انبیاے کرام -علیہم الصلاۃ والسلام- اور اولیاے کرام کے بارے میں اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ، اور انھی میں سے امام احمد رضا قادری افغانی بریلوی بھی ہیں، اس گفتگو کے ابتدا میں بیان کیا جا چکا ہے کہ خلق اور ایجاد اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، بندے کے لائق صرف کسب ہے اور توجہ کا صرف کرنا، اہلِ سنت و جماعت انبیا و اولیا سے صرف دعا، توجہ کا صرف کرنا، اور مقصد پورا کرنے کا ارادہ طلب کرتے ہیں، حقیقت میں حاجتوں کا پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کے باوجود اگر کوئی شخص انھیں شرکِ اکبر کا مرتکب قرار دیتا ہے، تو وہ ایمان و اسلام اور توحید سے بے خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان اور صراطِ مستقیم پر قائم و دائم رکھے، آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر ۳

حدیثِ توسل کا تحقیقی جائزہ

لوگ حضرتِ عمر۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہو گئے،تو حضرت بلال بن حارث۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نبی اکرم ﷺ کے روضۂ انور پر حاضر ہوئے،اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی امت ہلاک ہوا چاہتی ہے،آپ اس کے لیے بارش کی دعا فرمائیں،اس صحابی کو خواب میں کہا گیا کہ عمر کو جا کر سلام کہو،اور انھیں بتاؤ کہ تمھیں بارش عطا کی جائے گی،اور یہ بھی کہو کہ (امورِ خلافت ادا کرنے میں مزید) بے دار مغزی سے کام لو،انھوں نے حضرتِ عمر۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کو اطلاع دی،تو آپ رو پڑے،اور عرض کیا: اے میرے رب! جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے،میں اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔‘‘

(مصنّف، ج: ۱۲،ص: ۳۱-۳۲)

اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں سے توسل ابتدا سے آج تک امت مسلمہ کا معمول رہا ہے۔توسل کی دو صورتیں ایسی ہیں،جنھیں ابنِ تیمیہ نے بھی جائز قرار دیا ہے:

- نبی اکرم ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کو وسیلہ بنانا،یہ ایسا فرض ہے جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔
- نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ ظاہرہ میں اور قیامت کے دن آپ کی دعا اور شفاعت کو وسیلہ بنانا۔

ابنِ تیمیہ کہتے ہیں:

ان دو قسموں کے جائز ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ، ج:۱،ص:۲۰۱)

تیسری قسم یہ ہے کہ وصال کے بعد نبی اکرم ﷺ سے دعا اور شفاعت کی درخواست کی جائے،اس قسم کے جائز یا ناجائز ہونے میں اختلاف تو کیا جا سکتا ہے،لیکن اسے شرک اور اصولِ توحید کے مخالف قرار دینے کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے؛ کیوں کہ شرک بہ ہر حال شرک ہے،اگر کسی ہستی کو وصال کے بعد اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بنایا جا سکتا،تو اس ہستی کو دنیا یا آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بنایا جا سکتا،کہنا یہ ہے کہ کسی ہستی سے دعا اور شفاعت کی درخواست کرنا اگر وصال کے بعد شرک ہے،تو دنیا کی زندگی میں بھی شرک ہوگا اور آخرت میں بھی شرک ہوگا،دراصل کسی سے دعا اور شفاعت طلب کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا گیا ہے؛ کیوں

کہ دعا کرنا بندے ہی کی شان ہے، اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان کسی طرح بھی دعا کرنا نہیں ہے۔

ہاں! اس پر غور کیا جاسکتا ہے کہ وصال کے بعد شفاعت اور دعا کی درخواست کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جلیل القدر محدث حافظ ابنِ ابوشیبہ کی ایک روایت ملاحظہ ہو:

’’ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی اعمش سے، انھوں نے ابوصالح سے، انھوں نے مالک الدار سے، ابوصالح نے فرمایا کہ مالک الدار، حضرت عمر۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کے خازنِ طعام تھے، انھوں نے فرمایا کہ لوگ حضرت عمر۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہو گئے، تو ایک شخص (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی اکرم ﷺ کے روضۂ انور پر حاضر ہوئے، اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کی امت ہلاک ہوا چاہتی ہے، آپ اس کے لیے بارش کی دعا فرمائیں، اس صحابی کو خواب میں کہا گیا کہ عمر کو جاکر سلام کہو، اور انھیں بتاؤ کہ تمھیں بارش عطا کی جائے گی، اور یہ بھی کہو کہ (امورِ خلافت ادا کرنے میں مزید) بے دار مغزی سے کام لو، اس صحابی نے حضرت عمر۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کو اطلاع دی، تو آپ رو پڑے، اور عرض کیا: اے میرے رب! جہاں تک مجھ سے ہوسکتا ہے، میں اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔‘‘

(مصنّف، ج:۱۲، ص:۳۲۔۳۱)

حافظ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ سیف بن عمر نے فتوح میں فرمایا کہ خواب دیکھنے والے حضرتِ بلال بن حارث مزنی۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔صحابی ہیں۔ نیز علامہ عسقلانی نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے:

وروی ابنُ ابی شیبہ باسنادصحیح۔

(فتح الباری، ج:۲، ص:۴۱۲)

انھی الفاظ میں علامہ احمد بن محمد قسطلانی نے اس سند کی تصحیح کی ہے۔

(مواہب لدنیہ، ج:۸، ص:۷۷)

علامہ زرقانی نے شرحِ مواہب میں اس تصحیح کو برقرار رکھا۔

(شرحِ مواہبِ لدنیہ، ج:۸، ص:۷۷)

حافظ ابنِ کثیر نے بھی اس سند کو صحیح کہا ہے، ان کی سند ملاحظہ ہو:

’’وقال الحافظ ابو بكر البيهقی: أخبرنا ابو نصر بن قتادة وأبو بكر الفارسی قالا: حدثنا ابو عمر بن مطر حدثنا ابرهيم بن علی الذهلی حدثنا يحيی بن يحيی حدثنا ابو معاوية عن ابی صالح عن مالك قال اصاب الناس قحط‘‘

البتہ ان کی روایت میں یہ تصریح ہے: ’’فأتاه رسول الله ﷺ فی المنام‘‘ کہ رسول اللہ ﷺ خواب میں اس صحابی کے پاس تشریف لائے۔

حافظ ابنِ کثیر کہتے ہیں: ’’وهذا اسناد صحيح‘‘۔

(البدایہ والنہایہ، ج:۷، ص:۹۲۔۹۱)

علامہ ابن کثیر ایک دوسری سند سے راوی ہیں:

’’سیف بن عمر، مبشر بن فضیل سے راوی ہیں، انھوں نے جبیر بن صخر سے، انھوں نے عاصم بن عمر سے روایت کی، عام رمادہ (۱۸ھ) میں قبیلۂ مُزَینَہ کے ایک شخص سے ان کے گھر والوں نے بکری ذبح کرنے کا مطالبہ کیا، انھوں نے فرمایا: بکریوں میں کچھ نہیں ہے، ان کے اصرار پر انھوں نے بکری ذبح کی، تو دیکھا کہ اس کی ہڈیاں سرخ ہیں، تو انھوں نے کہا: یا محمداہ! رات کو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ انھیں فرمارہے ہیں کہ تمھیں زندگی مبارک ہو، تم عمر کے پاس جاؤ اور انھیں میری طرف سے سلام کہو‘۔

(ایضاً، ج:۷، ص:۹۱)

یہی علامہ، ایک تیسری سند سے راوی ہیں کہ سَن سترہ کے آخر اور سَن اٹھارہ کے ابتدا میں، مدینۂ طیبہ میں سخت قحط واقع ہوا، جس سے بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے، یہاں تک کہ حضرت بلال بن حارث مزنی۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔حضرت عمر۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں نبی اکرم ﷺ کا پیغام دیا۔ حضرت عمر۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔نے لوگوں کو جمع کر کے دو رکعت نماز پڑھائی، اور اس کے بعد لوگوں سے پوچھا کہ میں تمھیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں: تم مجھ سے کوئی ایسا معاملہ دیکھتے ہو کہ اس کا غیر اس سے بہتر ہو؟ حاضرین نے کہا: نہیں، آپ

نے فرمایا: بلال بن حارث اس اس طرح کہتے ہیں، حاضرین نے کہا انھوں نے سچ کہا۔ (ایضاً)

ان احادیثِ مبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ایک صحابی حضرت بلال بن حارث مزنی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے، نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آپ کے وصال مبارک کے بعد فریاد پیش کی، اور بارش کی دعا کی درخواست کی، نبی اکرم ﷺ نے انھیں خواب میں بشارت دی، اور حضرتِ عمر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کے نام پیغام دیا۔ حضرتِ عمر نے صحابہ اور تابعین کے مجمعِ عام میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا، حاضرین میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ تو شرک ہے، بلکہ انھوں نے حضرت بلال بن حارث -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی تصدیق کی اور فرمایا: صدق بلال، صحابۂ کرام اور تابعین کا یہ وہ اجماع ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا، حاضرین نے بالاتفاق نبی اکرم ﷺ سے آپ کے وصال کے بعد استعانت و استغاثہ اور دعا کی درخواست کو جائز قرار دیا۔

اس روایت پر پہلا اعتراض

ابوبکر جابر جزائری، واعظ مسجدِ نبوی جو توسل کو جائز قرار دینے والے علما پر زبانِ طعن دراز کرنے میں احتیاط کی حدوں سے گزر گئے ہیں، کہتے ہیں:

''حضرت بلال بن حارث کی روایت جسے امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں، امام بخاری نے تاریخ کبیر میں اور حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے، اس نے مجھے واقعی حیران کردیا۔

(وجاؤا یرکضون، ص: ۲۳)

پھر باعثِ حیرت یوں بیان کرتے ہیں:

یہ روایت کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟ جب کہ یہ دین کے سب سے بڑے اصل کے مخالف ہے، اور وہ اصل یہ ہے کہ قصد اور طلب کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہونا چاہیے، اور اس روایت میں نبی اکرم ﷺ -سے جب کہ آپ قبر میں ہیں- سوال کیا گیا کہ امت کے لیے بارش کی دعا فرمائیں۔ (ایضاً)

جواب

اللہ اکبر! اگر یہی توحید ہے تو نبی اکرم ﷺ سے آپ کی حیات میں دعا اور شفاعت کی

درخواست کرنا بھی اصولِ دین کے مخالف ہوگا؛ کیوں کہ بیان مذکور کے مطابق دین کی سب سے بڑی اصل یہ ہے کہ جو مانگنا ہے، اللہ تعالیٰ سے مانگو اور مخلوق سے مانگنا توحید کے منافی ہے، اب اگر کسی ہستی سے وصال کے بعد مانگیں، تو بھی توحید کے منافی اور اگر ان کی زندگی میں مانگیں تو بھی توحید کے منافی، یہ کیسی توحید ہے کہ کسی مخلوق سے وفات کے بعد سوال کیا جائے، تو اس کے تقاضے مجروح ہوجاتے ہیں اور زندگی میں مانگیں تو جائز ہے؟!!

ابنِ تیمیہ کہتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کی دعا اور شفاعت کو وسیلہ بنانا، جیسا کہ قیامت کے دن لوگ آپ سے درخواست کریں گے کہ ہمارے لیے شفاعت فرمائیں اور جیسا کہ صحابہ، استسقا وغیرہ میں آپ کی شفاعت کو وسیلہ بناتے تھے۔۔۔ تو یہ تیسری قسم ہے، کہ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں آپ کی عزت و کرامت کے سبب آپ کی دعا اور شفاعت قبول فرماتا ہے؛ لہٰذا جس کے لیے رسول اللہ ﷺ شفاعت اور دعا فرمائیں، وہ اس شخص سے مختلف ہے جس کے لیے آپ دعا اور شفاعت نہ فرمائیں۔

(مجموعۃ الفتاویٰ، ج: ۱، ص: ۲۴۸)

یہ امر بھی لائقِ توجہ ہے کہ بقولِ جزائری اس حدیث کو امامِ بخاری، امام بیہقی اور حافظ ابنِ حجر نے بیان کیا ہے، اور اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ اس حدیث کو حافظ ابنِ ابوشیبہ نے ''مصنّف'' میں، سیف بن عمر نے ''فتوح'' میں روایت کیا ہے، اور حافظ ابنِ کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' میں، حافظ ابنِ حجر نے ''فتح الباری'' میں علامہ قسطلانی نے ''مواہبِ لدنیہ'' میں، اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، علامہ زرقانی نے ''شرحِ مواہب'' میں اس سند کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے۔

اس سے پہلے حافظ ابنِ کثیر کی ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ ایک شخص نے بکری ذبح کی، تو کھال اتارنے پر سرخ ہڈیاں نمودار ہوئیں، یہ حدیث اسی سند کے ساتھ علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے۔ (تاریخ الامم والملوک، ج: ۴، ص: ۲۲۴)

یہی روایت ابنِ اثیر نے ''الکامل'' میں بیان کی ہے۔

(الکامل فی التاریخ، ج: ۲، ص: ۵۵۶)

حضرت بلال بن حارث -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی حدیث کے چند حوالے مزید ملاحظہ ہوں:

ابنِ ابوخیثمہ نے یہ حدیث روایت کی جسے علامہ ابنِ حجر نے ''الاصابہ'' میں نقل کیا۔
ابنِ عبدالبر نے ''استیعاب'' ج:۲،ص:۴۶۴،حرف:عمر میں بیان کیا۔
امام تقی الدین سبکی نے ''شفاء السقام'' میں ص:۱۷۴ پر نقل کیا۔
عالَم اسلام کے ان جلیل القدر محدثینِ کرام کی روایت، تصحیح اور استناد کے باوجود، اگر اس قسم کی تنقیدات کا دروازہ کھول دیا جائے کہ یہ حدیث تو اصولِ دین ہی کے خلاف ہے، تو کہنے دیجیے کہ دنیا کا اعتماد صرف ان ائمہ دین ہی سے نہیں، دین سے بھی اٹھ جائے گا۔
ابنِ تیمیہ کہتے ہیں:

والبخاری من اعرف خلق اللہ بالحدیث و عللہ مع فقھہ فیہ

(مجموعۃ الفتاویٰ،ج:۱،ص:۲۵۶)

امامِ بخاری، حدیث اور اس کی علل کی معرفت میں مخلوقِ خدا میں سب سے زیادہ معرفت رکھنے والوں میں سے ہیں، اور حدیث کی فقاہت بھی رکھتے ہیں۔
یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنا جلیل القدر امام اور دیگر ائمہ ایسی حدیث روایت کر جائیں جو اصولِ دین کے منافی ہو، اور وہ کنایۃً اور اشارۃً بھی اس کی تضعیف نہ کریں۔

دوسرا اعتراض

ابوبکر جزائری نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ یہ روایت خواب سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی، اور خوابوں سے احکامِ شرعیہ ثابت نہیں کیے جاسکتے، ہاں! انبیا کی خوابیں دلیل بن سکتی ہیں؛ کہ وہ وحی ہیں۔ (وجاؤا یرکضون،ص:۲۴)

جواب

اس روایت سے استدلال اس بنا پر ہے کہ ایک صحابی بے داری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کرتے ہیں، آپ نے انھیں خواب میں بارش کی بشارت دی، انھوں نے یہ واقعہ حضرت عمر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی خدمت میں بیان کیا، حضرت عمر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے صحابہ اور تابعین کے سامنے اسے بیان کیا۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی بارگاہ

میں دعا کی درخواست کرنا شرک ہوتا تو حضرت بلال بن حارث -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- جیسے صحابی اس کا ارتکاب کیوں کرتے؟ پھر حضرت عمر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- یا صحابۂ کرام میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ تو شرک تھا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ گویا صحابۂ کرام کا یہ واضح ترین اجماع تھا کہ ان کا عمل نہ شرک تھا اور نہ ہی حرام، بلکہ آج تک مسلم ائمۂ دین میں سے کسی نے بھی اسے شرک قرار نہیں دیا، تو اگر آج کوئی شخص صحابی کے اس عمل کو شرک یا حرام قرار دیتا ہے، تو اس کا قول اجماعِ صحابہ اور ائمۂ دین کے مقابل کیا حیثیت رکھتا ہے؟

تیسرا اعتراض

ابوبکر جزائری کا تیسرا اعتراض اس حدیث کی سند پر جرح ہے، ان کا کہنا ہے کہ اس سند میں اعمش ہیں جو مدلِّس ہیں، لہٰذا جب تک سماع کی تصریح نہ کریں، ان کی روایت قابلِ استدلال نہیں ہے۔ (وجاؤا یرکضون،ص:۲۳)

جواب

ائمۂ محدثین سے پوچھیے کہ اعمش کون ہیں؟ وہ جلیل القدر تابعی اور ائمۂ فقہ وحدیث کے استاد ہیں، امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امیر المومنین فی الحدیث حضرت شعبہ کے استاد حدیث ہیں۔ صحیحین بلکہ صحاحِ ستہ کے راویوں میں سے ہیں۔
امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمے میں فرماتے ہیں:
جب تو ان مذکورہ حضرات، عطا، یزید اور لیث کا منصور بن معتمر، سلیمان اعمش اور اسماعیل بن ابوخالد سے حدیث کے ضبط اور استقامت میں موازنہ کرے، تو پہلے تین حضرات کو موخر الذکر حضرات سے الگ پائے گا، یہ ان کے مقام کے قریب بھی نہیں ہیں، علمائے حدیث کے نزدیک یہ حقیقت بلا شک وشبہ ثابت ہے؛ کیوں کہ منصور، اعمش اور اسماعیل کے حافظے کی صحت اور ان کا حدیث کو محفوظ کرنا مشہور ومعروف ہے۔
غور کیجیے! اول الذکر، تین حضرات مستور العیب ہیں، صادق اور صاحب علم ہیں، اس کے باوجود وہ امام مسلم کے نزدیک موخر الذکر حضرات کے مقام کو نہیں پہنچتے، جن میں امام اعمش بھی ہیں،

اس سے اندازہ کیجیے کہ امام مسلم کے نزدیک امام اعمش کا مقام کیا ہے؟

ابنِ ابو حاتم، امام اعمش کے بارے میں فرماتے ہیں:

ان سے سفیان ثوری اور شعبہ نے روایت کی ہے، یحییٰ بن معین سے مروی ہے کہ سلیمان اعمش، ثقہ ہیں، جریر جب اعمش سے روایت کرتے تو کہتے کہ یہ دیباج (قیمتی روایت) ہے اور وہ اہلِ کوفہ کے استاد ہیں، عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ کو کہتے ہوئے سنا کہ سلیمان اعمش، امام ہیں۔ (کتاب الجرح والتعدیل ج: ۴، ص: ۱۴۷۔۱۴۶)

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

یہ امام اعمش، امامِ اجل، ثقہ، ثبت، حجت، حافظ، کبیر القدر، جلیل الفخر، اجلۂ ائمۂ تابعین و رجالِ صحاح ستہ سے ہیں، جن کی وثاقت، عدالت، جلالت، آفتاب نیم روز سے روشن تر ہے، ان کا اسمِ مبارک سلیمان ہے۔۔۔ اسی تقریب میں تھا: ”سلیما ن بن مھران الاعمش ثقة، حافظ، عارف، بالقراءۃ ورع“۔

(فتاویٰ رضویہ ج: ۲، ص: ۹)

رہا یہ مسئلہ کہ وہ مدلّس ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تدلیس کیا ہے؟ کیا مدلّس کی روایت مقبول ہی نہیں ہوتی؟ شارحِ مسلم امام نووی فرماتے ہیں کہ تدلیس کی ایک قسم یہ ہے کہ راوی اپنے کسی معاصر سے وہ حدیث روایت کرے جو اس سے سنی نہیں ہے، اور انداز ایسا ہو کہ سننے والے کو گمان ہو کہ اس سے حدیث سنی ہے، مثلاً کہے: قال فلان، فلاں نے اس طرح کہا یا: عن فلان، فلاں سے روایت ہے، بعض علما نے کہا کہ ایسے شخص کی روایت مقبول نہیں ہے، اگرچہ سماع کی تصریح بھی کردے۔

امام نووی فرماتے ہیں:

صحیح وہ ہے جو جمہور محدثین نے فرمایا کہ اگر مدلّس ایسے لفظ سے روایت کرے جو احتمال رکھتا ہو، اور سماع کی تصریح نہ کرے، تو وہ مرسَل ہے اور جس میں سماع کی تصریح کردے، مثلاً کہے سَمِعْتُ، حَدَّثَنَا یا اَخْبَرَنَا وغیرہ تو وہ حدیث صحیح اور مقبول ہے اور قابلِ استدلال ہے۔ صحیحین وغیرہما کتبِ اصول میں، اس قسم کی اَن گنت حدیثیں ہیں، جیسے قتادہ، اعمش، دونوں سفیان

(سفیان ثوری اور سفیان بن عُیینہ) اور ہشیم وغیرہم، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تدلیس جھوٹ نہیں ہے۔ (مقدمۂ شرحِ صحیح مسلم، ص: ۱۸)

غور کیجیے! امام نووی شارحِ مسلم فرماتے ہیں کہ تدلیس جھوٹ نہیں ہے اور مدلّس اگر سماع کی تصریح نہیں کرتا، تو اس کی روایت مرسَل ہے۔ اور حدیث مرسَل کے بارے میں امام نووی ہی کا بیان ملاحظہ ہو! فرماتے ہیں:

پھر امامِ شافعی اور محدثین یا جمہور محدثین اور فقہا کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مرسَل سے استدلال نہیں کیا جائے گا، امامِ ابوحنیفہ، امامِ مالک، امامِ احمد اور اکثر فقہا فرماتے ہیں، مرسَل سے استدلال کیا جائے گا۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی دوسری روایت مرسَل کو تقویت دینے والی مل جائے تو اس سے استدلال کیا جائے گا، مثلاً وہ حدیث دوسری سند سے مسنداً یا مرسلاً مروی ہو، یا اس پر بعض صحابہ یا اکثر علما کا عمل ہو۔

(ایضاً، ص: ۱۷)

حدیث مذکور میں ایک راوی اگر مدلس ہیں اور انھوں نے سماع کی تصریح نہیں کی، تو وہ حدیث مرسَل ہے اور حدیثِ مرسل امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک غیر مشروط طور پر حجت ہے، ہم ”البدایہ والنہایہ“ کے حوالے سے دو روایتیں دوسری سند سے نقل کر چکے ہیں؛ لہٰذا بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث چاروں اماموں کے نزدیک حجت ہے۔

یہ امر بھی لائقِ توجہ ہے کہ امام اعمش تابعی ہیں، اور ابنِ تیمیہ کہتے ہیں:

مکہ، مدینہ، شام اور بصرہ کے تابعین میں عمداً جھوٹ بولنا معروف نہیں ہے، بخلاف شیعہ کے؛ کہ ان میں جھوٹ معروف ہے، ان کے بعد مختلف گروہوں میں جھوٹ معروف ہے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ، ج: ۱، ص: ۲۰۵)

چوتھا اعتراض

دوسرے راوی سیف جنّی ہیں، جن پر جزائری صاحب نے تنقید کی ہے، وہ کہتے ہیں، سیف جنّی، وہ شخص ہیں ہے جنھوں نے ذکر کیا کہ ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور پر حاضر

ہوئے (اس کے بعد حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا) اور سیف جنّتی پر زندیق ہونے کی تہمت ہے، ان کے بارے میں ابنِ ابوحاتم نے کہا کہ ان پر زندیق ہونے کی تہمت ہے اور ان کی احادیث، منکر ہیں۔

(وجاؤا یرکضون، ص:۲۴)

جواب

ہم اس سے پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ استدلال کا دارومدار حافظ ابنِ ابوشیبہ کی روایت پر ہے، اور وہ بلاشبہ صحیح ہے، اس میں سیف جنّتی نام کے کسی راوی کا ذکر نہیں ہے۔ حافظ ابنِ کثیر کی باقی دو روایتیں محض تائید وتقویت کے لیے ذکر کی گئی ہیں۔

پانچواں اعتراض

تیسرے راوی حضرت مالک الدار ہیں، جن کے بارے میں جزائری کہتے ہیں:

مالک الدار جن پر اس روایت کا مدار ہے، مجہول ہیں، امام بخاری اور ابنِ ابوحاتم ان کے ذکر سے خاموش ہیں اور علماے حدیث کے نزدیک قاعدہ ہے کہ جس کے ذکر سے امام بخاری اور ابنِ ابوحاتم خاموش ہوں، وہ مجہول اور غیر معروف ہے۔ (ایضاً)

جواب

یہ قاعدہ کس مسلّم محدث نے بیان کیا ہے؟ اور کس کتاب میں؟ اسے تو کوئی صاحبِ علم تسلیم نہیں کرے گا کہ جو کچھ آپ کہہ دیں، وہ قاعدہ بن جائے، اصولِ حدیث کی اصلاح کے مطابق راوی کے مجہول ہونے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس کا نام ہی نہیں لیا جاتا، مثلاً کہا جائے کہ مجھے ایک شیخ نے بیان کیا، یا اس کے متعدد اوصاف میں سے غیر مشہور وصف کا ذکر کر دیا جائے، اور اگر راوی کا نام بیان کیا گیا ہے، تو اس کی دو صورتیں ہیں:

- ان سے صرف ایک راوی روایت کرتا ہے، اسے مجہول العین کہتے ہیں۔
- اس راوی سے دو یا دو سے زیادہ حضرات روایت کرتے ہیں، مگر اس راوی کی توثیق

نہیں کی گئی ہوتی، ایسے راوی کو مجہول الحال کہتے ہیں۔

(نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص:۸۷۔۸۵)

اس تفصیل کی روشنی میں دیکھا جائے، تو مالک الدار نہ تو مجہول العین ہیں، کیوں کہ اس روایت میں ان کا نام ذکر کیا گیا ہے، اور نہ ہی مجہول الحال ہیں؛ کیوں کہ ان سے روایت کرنے والے متعدد حضرات ہیں، نیز ان کی توثیق بھی کی گئی ہے، بقول ابنِ تیمیہ: تابعین جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتے۔ حضرت مالک الدار تو حضرت عمر فاروق۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کے خازن تھے، اگر ان کی امانت، دیانت اور صداقت، شک وشبہ سے بالا نہ ہوتی، تو حضرت عمر فاروق۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انھیں خازن مقرر نہ فرماتے، اور حضرت عثمان۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انھیں تقسیم کے کام پر مقرر نہ فرماتے۔

ابنِ سعد فرماتے ہیں:

مالک الدار، حضرت عمر بن خطاب۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کے آزاد کردہ غلام ہیں، یہ لوگ قبیلۂ حمیر کی شاخ جبلان کی طرف منسوب تھے، مالک الدار نے حضرت ابوبکر اور عمر۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سے روایت کی اور ان سے ابوصالح سمان نے روایت کی اور وہ معروف تھے۔

(طبقات ابنِ سعد، ج:۵، ص:۱۲)

ابنِ سعد جیسے جلیل القدر محدث اور اسماے رجال کے ماہر کہتے ہیں کہ مالک الدار معروف تھے، ان کے مقابل جزائری کی بات کون مانے گا کہ وہ مجہول تھے، جب کہ جزائری کا مبلغ علم خود ان کے بیان کے مطابق یہ ہے:

مجھے اس روایت نے واقعی حیران کر دیا، میں نے محدثِ مدینہ شیخ حماد انصاری سے رابطہ کیا، تو انھوں نے کہا: میں نے اس حدیث کے ماخذ کا مطالعہ کیا ہے، یہ حدیث نہ تو سند کے اعتبار سے مقبول ہے اور نہ متن کے اعتبار سے۔

(ملخصاً، وجاؤا یرکضون، ص:۲۳)

اس کے بعد وہ اعتراضات بیان کیے ہیں، جن کا بے بنیاد ہونا اس سے پہلے واضح کیا جا چکا ہے، اس تفصیل سے شیخ انصاری کے علمی پایے کا راز بھی طشت از بام ہوگیا۔ نیز اس سے

جزائری کے علمی مقام کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے، جو شیخ انصاری سے کوسوں پیچھے ہیں۔

اب ذرا لگے ہاتھوں حضرت مالک الدار کا تعارف علامہ زرقانی مالکی کی زبانی بھی سن لیجیے! وہ فرماتے ہیں:

مالک الدار، حضرت عمر کے خازن تھے، یہ مالک بن عیاض، حضرتِ عمر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کے آزاد کردہ غلام تھے، انھوں نے نبی اکرم ﷺ کا زمانۂ مبارکہ پایا، وہ شیخین (حضرتِ ابوبکر اور حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)، حضرتِ معاذ اور حضرتِ ابوعبیدہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- سے روایت کرتے ہیں، ان سے ان کے دو بیٹوں -عبد اللہ اور عوف- کے علاوہ ابو صالح اور عبد الرحمٰن بن سعید مخزومی نے روایت کیا، ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ حضرتِ عمر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے انھیں اپنے عیال کے لیے غلّے کی پیمائش پر مقرر کیا اور حضرتِ عثمانِ غنی نے اپنے زمانے میں انھیں تقسیم پر مامور کیا۔ (شرح مواہبِ لدنیہ، ج: ۸، ص: ۷۷)

علامہ زرقانی نے حضرت مالک الدار سے روایت کرنے والے چار حضرات کے نام گنائے ہیں، کیا کوئی صاحبِ علم اب بھی انھیں مجہول کہنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ مگر برا ہو بے جا تعصب اور تنگ نظری کا کہ جس شخص پر حضرتِ عمر اور حضرتِ عثمانِ غنی -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- نے مکمل اعتماد کیا، آج انھیں ناقابلِ اعتماد قرار دیا جا رہا ہے۔

پھر دیدۂ حیرت سے یہ واقعہ بھی ملاحظہ ہو کہ حضرت مالک الدار کا ذکر امامِ بخاری نے بھی کیا ہے اور ابنِ ابوحاتم نے بھی، امام بخاری فرماتے ہیں:

مالک بن عیاض الدار راوی ہیں کہ حضرتِ عمر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے فرمایا: اے میرے رب! میں کوتاہی نہیں کرتا، سوائے اس کے کہ میں عاجز ہو جاؤں، یہ قول علی نے محمد بن کازم سے، انھوں نے ابو صالح سے اور انھوں نے مالک الدار سے روایت کیا۔

(کتاب التاریخ الکبیر، ج: ۷، ص: ۳۰۵-۳۰۴)

ابنِ ابوحاتم فرماتے ہیں:

مالک بن عیاض، حضرتِ عمر بن خطاب کے آزاد کردہ غلام ہیں، انھوں نے حضرتِ ابوبکر صدیق اور حضرتِ عمر بن خطاب -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- سے روایت کی ہے، ان سے ابو صالح سمان

نے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں، میں نے انھیں کہتے ہوئے سنا۔

(کتاب الجرح والتعدیل، ج: ۸، ص: ۲۱۳)

اب دو ہی صورتیں ہیں:

- شیخ حماد انصاری اور ابوبکر جزائری نے -یہ جاننے کے باوجود کہ امامِ بخاری اور ابنِ ابو حاتم نے حضرت مالک الدار کا ذکر کیا ہے- اس حقیقت کا انکار کیا ہے، تو یہ انصاف و دیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔
- انھیں اس حقیقت کا علم ہی نہیں ہے، تو پھر انھیں کیا حق پہنچتا ہے؟ کہ جس حدیث کو ائمۂ محدثین نے صحیح قرار دیا ہے، اسے محض ہوائے نفس کے تحت، نہ صرف ضعیف، بلکہ باطل قرار دیں۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک انبیاے کرام وصال کے بعد بھی زندہ ہیں، تو ان کی بارگاہ میں دعا اور شفاعت کی درخواست کرنے سے کون سی چیز مانع ہے؟ اگر آپ کسی دوسرے عالم اور امام کی بات نہیں مانتے تو اپنے امام علامہ ابنِ تیمیہ ہی کی سن لیجیے:

اسی طرح انبیا اور صالحین اگر چہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اگر چہ فرض کر لیا جائے کہ وہ زندوں کے لیے دعا کرتے ہیں، اگر چہ آثار اس بارے میں وارد بھی ہوں، تاہم کسی کے لیے جائز نہیں کہ ان سے دعا کی درخواست کرے اور سَلَف میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا؛ کیوں کہ یہ انھیں (اللہ تعالیٰ کا) شریک بنانے اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کا ذریعہ ہے، برخلاف اس کے کہ ان کی زندگی میں درخواست کی جائے تو یہ شرک تک نہیں پہنچاتی، نیز انبیا اور صالحین وصال کے بعد اور فرشتے جو کچھ کرتے ہیں، وہ اَمرِ کونی کے تحت ہے؛ لٰہذا اس میں سوال کرنے والوں کا سوال اثر نہ کرے گا۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، ج: ۱، ص: ۲۳۰)

علامہ ابنِ تیمیہ کی یہ رائے کہ وصال کے بعد دعا کی درخواست کرنا شرک تک پہنچاتا ہے، جُمہور علماے اسلام کے خلاف ہے، اگر وہ جمہور علما سے اختلاف کر سکتے ہیں تو ان سے بھی اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ ابھی گزرا ہے کہ صحابیِ رسول حضرت بلال بن حارث مزنی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے حضور کی بارگاہ میں آپ کے وصال کے بعد دعا کی درخواست کی؛ لٰہذا یہ فرق قابلِ تسلیم نہیں کہ زندگی میں دعا کی درخواست شرک تک نہیں پہنچاتی اور وصال کے بعد شرک تک پہنچا دے گی،

تاہم انھوں نے مندرجہ ذیل امور کو تسلیم کیا ہے:

- انبیا وصالحین اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔
- زندوں کے لیے دعا کرسکتے ہیں اور اس بارے میں آثار بھی وارد ہیں۔
- وصال کے بعد انبیا و اولیا مختلف افعال انجام دیتے ہیں۔

امید کی جاتی ہے کہ انصاف پسند اہل حق اس تحقیق سے اتفاق کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے عوام وخواص کے لیے فائدہ بخش بنائے۔ آمین۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر ۴

ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذّاب کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی، جب کہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی، مقابلہ بہت شدید تھا، ایک وقت نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکھڑنے لگے، حضرتِ خالد بن ولید -رضی اللہ تعالی عنہ- سپہ سالار تھے، انھوں نے حالت دیکھی: ”نادی بشعار المسلمین وکان شعارھم یو مئذٍیا محمد اہ!“ تو انھوں نے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ ندا کی، اس دن مسلمانوں کی علامت تھی ”یا محمداہ!“۔

(البدایہ والنہایہ: ج:٦ ص: ۳۲۴)

توسّل

لغت میں کسی شے کو مقصد کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا، توسّل کہلاتا ہے۔ شرعی طور پر ایسی چیز کو دعا کی قبولیت کا ذریعہ بنانا توسّل ہے، جو اللہ تعالی کی بارگاہ میں قدرومنزلت رکھتی ہے، بارگاہ الٰہی میں اعمالِ صالحہ اور ذواتِ صالحہ دونوں ہی مقبول اور محبوب ہیں؛ لہٰذا دونوں کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔

ضیائے مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی، خلیفۂ امام احمد رضا بریلوی -قدس سرہما- سے ایک شخص نے پوچھا: توسّل کے جواز پر کیا دلیل ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ”یٰأَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیلَۃَ. (المائدۃ: ۳۵) اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرو، اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اس شخص نے کہا: آیت میں تو وسیلہ سے مراد اعمالِ صالحہ ہیں؟

حضرت نے فرمایا: ہمارے اعمال مقبول ہیں یا مردود؟ اس نے کہا: مجھے کیا معلوم؟ حضرت نے فرمایا: حضور سید عالم ﷺ بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا: یقیناً مقبول ہیں۔ آپ نے فرمایا: جب اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے، جن کی قبولیت مشکوک ہے، تو حضورِ اکرم ﷺ کو وسیلہ کیوں نہیں بنایا جاسکتا، جو یقیناً مقبول ہیں؟

اللہ تعالی کی بارگاہ میں مقبول اعمال اور ذوات کو وسیلہ بنانا

ترمذی شریف میں ہے، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"انزل اللہ علی أمانَین وما کان اللہ لیعذبھم وأنت فیھم و ما کا ن اللہ معذبھم وھم یستغفرون". (ترمذی شریف، ابواب التفسیر، ص:۴۳۹)

اللہ تعالی نے مجھ پر دو تحفظ نازل فرمائے ہیں:

(۱) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيْهِمْ (اللہ تعالی ان کو عذاب نہیں دے گا، جب تک اے حبیب! آپ ان میں موجود ہیں)۔

(۲) وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ. (اللہ تعالی ان کو عذاب دینے والا نہیں، جب تک وہ استغفار کرتے ہیں)۔

اس آیت کے پہلے حصے میں عذاب سے محفوظ رہنے کا وسیلہ، نبی اکرم ﷺ کی ذات کو اور دوسرے حصے میں عمل استغفار کو قرار دیا گیا ہے۔

• حضرت ابوہریرہ۔رضی اللہ تعالی عنہ۔فرماتے ہیں:

"ربّ أشعث مدفوع بالأبواب لو أقسم علی اللہ لأ برّہ"۔

(مشکاۃ المصابیح، ص:۴۴۶، بحوالہ صحیح المسلم)

بہت پراگندہ بالوں والے جنھیں دروازوں سے واپس کر دیا جاتا ہے، اگر قسم دے کر اللہ تعالی سے درخواست کریں، تو اللہ تعالی ان کی قسم کو پورا فرما دے گا۔

• حضرت مصعب بن سعد۔رضی اللہ تعالی عنہما۔فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ھل تنصرون وتر زقون الا بضعفائکم"۔

(ایضاً: ص۴۴۶، بحوالہ صحیح البخاری)

تمھیں رزق اور فتح ونصرت صرف تمھارے ضعیف افراد کی بنا پر دی جاتی ہے۔

• حضرتِ علیِ مرتضیٰ۔رضی اللہ تعالی عنہ۔فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''ابدال شام میں ہوں گے، وہ چالیس مرد ہوں گے، جب ان میں سے ایک فوت ہو جائے گا، تو اللہ تعالی اس کی جگہ دوسرا مقرر فرما دے گا''۔

"یسقی بھم الغیث و ینتصر بھم علی الأعداء و یصرف عن أھل

الشام بھم العذاب". (ایضاً، ص:۵۸۳-۵۸۲)

ان کی برکت سے بارش دی جائے گی، ان کے وسیلے سے دشمنوں پر مدد حاصل کی جائے گی اور ان کی بدولت اہل شام سے عذاب دفع کیا جائے گا''۔

• حضرت ابودردا۔رضی اللہ تعالی عنہ۔فرماتے ہیں حضور سیدِ عالم رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "ابغونی فی ضعفا ئکم فانما ترزقون أو تنصرون بضعفائکم".

(ایضاً، ص:۴۴۷، بحوالہ سنن ابوداؤد)

''تم اپنے ضعیفوں میں میری رضا طلب کرو؛ کیوں کہ تمھیں ضعیفوں کی بدولت ہی رزق دیا جاتا ہے، یا فرمایا کہ تمھیں امداد دی جاتی ہے۔

ایک تو وہ ضعیف ہیں، جو ناداری کا شکار ہیں، دوسرے وہ جو عبادت وریاضت کی کثرت کی وجہ سے لاغر ونزار ہیں، دوسری قسم کے لوگ (اولیاے کرام) وسیلۂ نصرت ورحمت بننے کے زیادہ مستحق ہیں۔

• حضرت امیہ بن خالد۔رضی اللہ تعالی عنہ۔نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں:

"انہ کان یستفتح بصعالیك المھاجرین". (ایضاً: ص۴۴۷، بحوالہ شرح السّنۃ) ''نبی اکرم ﷺ فقراے مہاجرین کے وسیلے سے فتح ونصرت کی دعا مانگا کرتے تھے۔''

• حضرت ملّا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

''ابن الملک فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اس طرح دعا مانگتے تھے: اے اللہ! اپنے فقیر اور مہاجر بندوں کے طفیل ہمیں دشمنوں کے خلاف مدد عطا فرما''۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۱۰، ص:۱۳)

حضور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالی کی محبوب ترین ہستی ہیں، فقراے مہاجرین کا وسیلہ پیش کرنے کا باعث ہرگز یہ نہیں کہ آپ وسیلے کے محتاج ہیں، بلکہ یہ شکستہ خاطر اور ستم رسیدہ صحابۂ مہاجرین کی عزت افزائی ہے، اور امت مسلمہ کو یہ بتانا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے وقت میرے غلاموں کا وسیلہ بھی پیش کر سکتے ہو، سبحان اللہ! جس ذاتِ اقدس کے غلاموں سے توسّل کیا جا سکتا

ہے، خوداس ذات مکرم سے توسل کیوں جائز نہ ہوگا؟ اس گفتگو سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ بارگاہ الٰہی میں صرف اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ مقبولِ بارگاہ صالحین کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے۔

سیّدعالم محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے توسّل

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے توسل آپ کی ولادتِ باسعادت سے پہلے، ولادت مبارکہ کے بعد، حیات طیّبہ ظاہرہ میں، وصال کے بعد، عالم برزخ کی مدت میں، اور میدانِ قیامت میں جائز اور واقع ہے۔ (مشارق الانوار فی فوز اہل الاعتبار، ص: ۵۹)

ابنِ قیّم کہتے ہیں:

''دنیا وآخرت میں سعادت وفلاح رسولانِ گرامی کے ہاتھوں ہی مل سکتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی انھی کی بدولت میسر آسکتی ہے۔'' (زاد المعاد، ج:۱، ص:۲۸)

ولادت باسعادت سے پہلے توسّل

حضرت فاروق اعظم -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت آدم -علیہ السلام- سے لغزش سرزد ہوئی، تو انھوں نے دعا مانگی: ''یا ربّ اسئلك بحقّ محمد لما غفرت لی'' اے میرے رب! میں تجھ سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگتا ہوں کہ میری مغفرت فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا اٰدم وکیف عرفت محمداً صلی اللہ علیہ وسلم ولم أخلقه؟ اے آدم! تم نے محمد مصطفیٰ کو کیسے پہچانا؟ حالاں کہ میں نے انھیں ابھی (وجود عنصری کے ساتھ) پیدا بھی نہ کیا، عرض کیا: میرے رب! جب تونے میرا جسم اپنے دستِ قدرت سے بنایا، اور میرے اندر روح خاص پھونکی، تو میں نے سراٹھایا، کیا دیکھتا ہوں کہ عرش کے پایوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رّسول اللہ لکھا ہوا ہے، پس میں نے جان لیا کہ تونے اپنے نام کے ساتھ اس ہستی کا نام لکھا ہوا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے سچ کہا، وہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں، تم مجھ سے ان کے وسیلے سے دعا مانگو، میں نے تمھاری مغفرت فرمادی، اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے، تو میں تمھیں پیدا نہ فرماتا، اس حدیث کی سند صحیح

ہے''۔ (المستدرک، کتاب التاریخ، ج:۲، ص:۶۱۵)

اہلِ کتاب، حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے، آپ کے وسیلے سے فتح و ظفر کی دعائیں مانگا کرتے تھے، اور اپنی مرادیں پاتے تھے۔

ابنِ قیّم لکھتے ہیں:

''حضرت ابنِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- سے مروی ہے: خیبر کے یہودی قبیلۂ غطفان کے ساتھ حالت جنگ میں رہتے تھے، ایک مقابلے میں یہودی شکست کھاگئے تو انھوں نے یہ دعا مانگی: ''اے اللہ! ہم تجھ سے نبی امی محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل دعا مانگتے ہیں جنھیں تونے آخری زمانے میں ہمارے پاس بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، تو غطفان کے خلاف ہماری مدد فرما، وہ ہمیشہ مقابلے کے وقت یہ دعا مانگتے تھے، چناں چہ انھوں نے غطفان کو شکست دے دی، جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے، تو انھوں نے آپ کا انکار کردیا، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''وَ كَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوا'' یہودی اس سے پہلے کافروں کے خلاف فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے، یعنی اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کے وسیلے سے۔

(ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود والنصاریٰ، ص: ۴۹۳)

حیاتِ ظاہرہ میں توسّل

امام طبرانی، معجم کبیر اور معجم اوسط میں، حضرتِ انس بن مالک -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے راوی ہیں کہ حضرتِ علی مرتضیٰ کی والدہ ماجدہ حضرتِ فاطمہ بنتِ اسد -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کے وصال پر حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرتِ اسامہ بن زید، حضرتِ ابوایوب انصاری -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- اور ایک سیاہ فام غلام کو، قبر کھودنے کا حکم دیا، جب لحد تک پہنچے، تو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس لحد کھودی اور اپنے ہاتھوں سے مٹی نکالی، جب فارغ ہوئے تو اس قبر میں لیٹ گئے، پھر یہ دعا مانگی:

''اللہ تعالیٰ زندگی اور موت دیتا ہے، وہ زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں، میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے، اپنے نبی اور مجھ سے پہلے نبیوں کے طفیل اس کی قبر کو وسیع فرما، بے شک

توسب سے بڑارحم والا ہے‘‘(وفاءالوفاء،ج:۳،ص:۸۹۹)

اس حدیث سے نبی اکرم ﷺ کی حیات میں اور دیگر انبیا کے وصال کے بعد بارگاہ الٰہی میں وسیلہ پیش کرنا ثابت ہوتا ہے۔

علامہ نورالدین سمہودی فرماتے ہیں:

’’نبی اکرم ﷺ سے توسل کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ ایک چیز آپ سے طلب کی جاتی ہے،مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ بارگاہ الٰہی میں دعااور شفاعت کے ذریعے سبب بننے پر قادر ہیں،اس کا مآل یہ ہوگا کہ آپ سے دعا کی درخواست ہے،اگر چہ الفاظ مختلف ہیں،اسی قسم سے صحابیِ رسول (حضرت ربیعہ) کی درخواست ہے:أسألك مرافقتك فی الجنة(الحدیث)میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کی درخواست کرتا ہوں،اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ اس مقصد کے لیے سبب اورسفارش بنیں‘‘۔(ایضاً،ج:۴،ص:۱۳۵۷۔۱۳۷۴)

حضرت سواد بن قارب-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-عرض کرتے ہیں:

وإنك أدنی المرسلین وسیلة   إلی الله یا ابن الأكرمین الأطائب
وكن لی شفیعایوم لا ذو شفاعة   بمغن فتیلاعن سواد بن قارب

• طیب ومکرم حضرات کے فرزند! آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام رسولوں سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں۔

• آپ اس دن میرے شفیع ہوں گے جس دن کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کو کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکے گا۔(مختصرسیرۃ الرسول،ص:۶۹)

حضورِاکرم ﷺ طائف سے واپسی پر جعرانہ تشریف فرما ہوئے،اس وقت قبیلۂ ہوازن کے بچوں اورعورتوں میں سے چھ ہزار قیدی آپ کے ہمراہ تھے،اونٹوں اور بکریوں کا توکوئی شمار ہی نہ تھا،ہوازن کا ایک وفدمشرف بہ اسلام ہوکر حاضرِ بارگاہ ہوا،انھوں نے درخواست کی کہ ہم پراحسان فرمائیں،آپ نے فرمایا: قیدیوں اور اموال میں سے ایک چیز پسند کرلو۔انھوں نے عرض کیا:ہمیں قیدی محبوب ہیں،آپ نے فرمایا کہ جو قیدی میرے ہیں،یا بنوعبد المطلب کے ہیں،وہ تمھارے ہیں،باقی جوتقسیم ہو چکے ہیں،ان کے لیے یہ طریقہ اختیار کرو:

’’اذاماأناصلیتُ الظهر بالناس فقوموافقولواأنانستشفع برسول الله (ﷺ) إلی المسلمین و بالمسلمین إلی رسول الله(ﷺ)فی أبائنا ونسائنا فسأعطیكم عندذلك وأسأل لكم‘‘.(السیرۃ النبویہ،ج:۲،ص:۳۰۶)

’’جب میں لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ لوں،تو تم کھڑے ہوکر کہنا:ہم رسول اللہ ﷺ سے درخواست کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے ہماری شفاعت (سفارش) فرمائیں،اور مسلمان ہماری شفاعت رسول اللہ ﷺ سے کریں،ہمارے بیٹوں اورعورتوں کے حق میں،تو میں تمھیں اس وقت،عطا کردوں گا،اورتمھاری سفارش کروں گا‘‘۔

چناں چہ انھوں نے ایسا ہی کیا،اکثر صحابہ نے عرض کیا:جو کچھ ہمارے پاس ہے،وہ حضور کا ہے،باقی صحابہ سے آپ نے وعدہ فرمایا کہ ہر قیدی کے بدلے،پہلے مالِ غنیمت سے چھ اونٹنیاں دی جائیں گی،اس طرح ہوازن کو تمام قیدی واپس مل گئے۔

اسی موقع پرحضرت زہیر بن صرد-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-(صحابی) نے عرض کیا:

امنن علینا رسول الله فی کرم   فانك المرء نرجوه وننتظر

(الروض الانف،ج:۲،ص:۳۰۶)

• یارسول اللہ ﷺ! ہم پر احسان اور کرم فرمائیں،آپ وہ انسان ہیں،جن کے احسان کی ہم توقع رکھتے ہیں اور منتظر ہیں۔

قبیلۂ بنو بکر اور خزاعہ کی جنگ، اسلام سے پہلے چلی آرہی تھی،صلحِ حدیبیہ کے موقع پر بنوبکر،قریش کے حلیف بن گئے،اور خزاعہ نبی اکرم ﷺ کے،بعدازاں بنوبکر نے صلح کا یہ موقع غنیمت جانا اورقریش کی مدد سے خزاعہ پرحملہ کردیا،اورلوٹ مار کی،عمر بن سالم خزاعی چالیس افراد کو ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ سے امداد حاصل کرنے کے لیے مدینۂ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے۔

امام طبرانی،معجم صغیر میں راوی ہیں کہ ام المومنین حضرت میمونہ-رضی اللہ تعالیٰ عنہا-فرماتی ہیں:

’’رسول اللہ ﷺ نے وضوخانے میں تین مرتبہ لبیک کہا اور تین مرتبہ نُصِرتَ (تمھاری امداد کی گئی) فرمایا،میں نے عرض کیا:یارسول اللہ ﷺ! میں نے آپ کو تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نُصِرتَ فرماتے ہوئے سنا،جیسے آپ کسی انسان سے گفتگوفرمارہے ہوں،کیاوضوخانے میں کوئی

آپ کے ساتھ تھا؟ آپ نے فرمایا: یہ بنوکعب کا، رجز خواں مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا، اور اس کا کہنا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنوبکر کی امداد کی ہے، تین دن کے بعد آپ نے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھائی، تو میں نے سنا کہ رجز خواں اشعار پیش کر رہا تھا''۔(مختصر سیرۃ الرسول، ص: ۳۳۳)

یہ بھی صحابی ہیں جنھوں نے تین دن کی مسافت سے، بارگاہِ رسالت میں فریاد کی اور ان کی فریاد سنی گئی۔

حضرتِ عثمان بن حنیف-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-راوی ہیں: ایک نابینا صحابی، بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر درخواست کرتے ہیں کہ میرے لیے بینائی کی دعا فرمائی جائے، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر چاہو تو میں تمھارے لیے دعا کرتا ہوں اور چاہو تو صبر کرو، اور صبر تمھارے لیے بہتر ہے، انھوں نے عرض کیا: دعا فرمادیں، آپ نے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت ادا کرو اور یہ دعا مانگو: أللهم! إنی أسئلك وأتوجه إليك بمحمّدٍنبيِّ الرحمة يا محمّداه! إنی توجهت بك إلى ربی فی حاجتی هذه لِتقضی، اللهم !فشفعه فی۔

(مسند امام احمد بن حنبل، ج:۴، ص:۱۳۸ و المستدرک، ج:۱، ص:۵۱۹)

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور تیری طرف نبی رحمت محمد مصطفی ﷺ کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں، یا محمد ﷺ! میں آپ کے وسیلے سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری کردی جائے، اے اللہ! میرے حق میں حضور کی شفاعت قبول فرما''۔(شفاء السقام، ص:۱۶۷)

امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ ابھی ہم وہیں بیٹھے ہوئے تھے، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ صاحب تشریف لائے، ان کی بینائی بحال ہوچکی تھی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ انھیں کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔

''اہلِ مدینہ قحط میں مبتلا ہوگئے، تو انھوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر اس کی شکایت کی، رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بارش کی دعا فرمائی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زور دار بارش شروع ہوگئی، مدینۂ منورہ کے آس پاس کے لوگوں نے حاضر ہوکر شکایت کی کہ ہم تو ڈوب جائیں گے، آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش ہو، ہم پر نہ ہو، چناں چہ بادل آس

پاس سے اس طرح ہٹ گیا جیسے تاج ہو، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''لو أدركَ أبو طالب هذا اليوم لسرّه،فقال له بعض أصحابه يا رسول الله ﷺ !أردت قوله

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامىٰ عصمة للأ رامل

فقال أجل ! (السیرۃ النبویہ، ج:۱، ص:۱۷۹)

''اگر آج ابوطالب ہوتے، تو انھیں خوشی ہوتی، ایک صحابی نے عرض کیا: حضور! آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے:

• گورے رنگ والے، جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے، یتیموں اور ناداروں کے ملجا وماویٰ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں!

وصال کے بعد توسّل

• امام قسطلانی، ابنِ منیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرتِ ابوبکر صدیق-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-کو حضور سیدِ عالم ﷺ کے وصال کی اطلاع ملی، تو روتے ہوئے حاضر ہوئے، اور چہرۂ انور سے کپڑا اٹھاکر یوں عرض کرنے لگے: ''ولو أن موتك كان اختياراً لجدنا لِموتِكَ بالنفوس، أذكرنا يا محمد !عند ربّك ولنكن من بالك''۔

(مواہب لدنیہ، ج:۸، ص ۳۲۲)

اگر آپ کی موت میں ہمیں اختیار دیا جاتا، تو ہم آپ کے وصال کے لیے اپنی جانیں قربان کردیتے، حضور! اپنے رب کے پاس ہمیں یاد کرنا اور ہمارا خیال ضرور رکھنا''

• ایک صاحب کسی مقصد کے لیے حضرتِ عثمانِ غنی-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-سے ملاقات کرنا چاہتے تھے، لیکن کامیابی نہ ہوئی، انھوں نے حضرتِ عثمان بن حنیف-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-سے تذکرہ کیا، انھوں نے فرمایا کہ وضو کرکے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو اور اس کے بعد یہ دعا مانگو: ''اللهم انی أسئلك..'' (الخ)

انھوں نے یہ عمل کیا، تو نہ صرف حضرتِ عثمانِ غنی-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-سے ملاقات ہوگئی اور انھوں نے ان کی حاجت پوری کردی بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ جب کوئی کام ہو تو میرے پاس آجانا، یہ

صاحب واپسی پر حضرتِ عثمان بن حنیف ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سے ملے اور شکریہ ادا کیا، کہ آپ کی سفارش سے میرا کام ہوگیا، انھوں نے فرمایا: میں نے سفارش بالکل نہیں کی، میں نے تو تمھیں وہ عمل بتایا تھا جو حضور نبی اکرم ﷺ نے نابینا صحابی کو تعلیم فرمائی تھی۔ (ملخصاً) (ص: ۱۰۳)

• حضرت مالک الدار (حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن) راوی ہیں کہ حضرتِ عمر فاروق ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کے دور میں قحط واقع ہوگیا، ایک صاحب (صحابیِ رسول حضرتِ بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضور سرورِ عالم ﷺ کے مزارِ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کی: ”یا رسول اللہِ استسق لأ مّتك فانهم قد هلكوا“۔ یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمائیے؛ کیوں کہ وہ لوگ ہلاک ہوئے جارہے ہیں۔

خواب میں نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ عمر کے پاس جاؤ اور انھیں کہو کہ لوگوں کے لیے بارش کی دعا کریں، انھیں بارش دی جائے گی اور انھیں کہو کہ احتیاط کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو، وہ صاحب حضرتِ عمرِ فاروق ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کے پاس آئے، اور ماجرا بیان کیا، حضرت عمر رو دیے، اور کہا: یا اللہ! میں اپنی بساط بھر کوتاہی نہیں کرتا۔

(الاستیعاب ج:۲،ص: ۴۶۴)

• حضرتِ فاروقِ اعظم ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کے دورِ خلافت ۱۸ھ میں پھر قحط واقع ہوا، جسے ”عام الرمادہ“ کہتے ہیں، حضرتِ بلال بن حارث مزنی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سے ان کی قوم بنومزینہ نے کہا: ہم مرے جارہے ہیں، کوئی بکری ذبح کیجیے۔ فرمایا: بکریوں میں کچھ نہ رہا، اصرار بڑھا تو انھوں نے بکری ذبح کی، جب اس کی کھال اتاری تو نیچے سے سرخ ہڈی نکلی، یہ دیکھ کر حضرتِ بلال مزنی ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نے فریاد کی ”یا محمداہ!“ رات ہوئی تو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ انھیں فرمارہے ہیں کہ تمھیں زندگی مبارک ہو۔

(البدایہ والنہایہ، ج:۷، ص:۱۹)

• جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذّاب کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی، جب کہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی، مقابلہ بہت شدید تھا، ایک وقت نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکھڑنے لگے، حضرتِ خالد بن ولید ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سپہ سالار تھے، انھوں نے حالت دیکھی:

”نادٰی بشعار المسلمین وکان شعارھم یومئذٍ یا محمداہ!“

(ایضًا: ج:۶ ص: ۳۲۴)

تو انھوں نے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ ندا کی، اس دن مسلمانوں کی علامت تھی ”یا محمداہ!“۔

• حضرتِ ابوعبیدہ بن عامر جراح ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نے حضرتِ کعب بن ضمرہ ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کو، ایک ہزار افراد کے ہم راہ حلب کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا، جب وہ حلب کے قریب پہنچے تو ”یوقنا“ نے پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ کر دیا، مسلمان جم کر لڑنے لگے، اتنے میں پیچھے چھپے ہوئے پانچ ہزار افراد کے لشکر نے حملہ کر دیا، اس خطرناک صورت حال نے مسلمانوں کو بے حد پریشان کر دیا، حضرتِ کعب بن ضمرہ ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نے جھنڈا تھامے ہوئے بلند آواز سے پکارا: ”یا محمداہ! یا محمد! یا نصر اللہ! انزل“۔ یا محمداہ، یا محمداہ! اے اللہ کی امداد، نزول فرما۔“ مسلمان ان کے گرد جمع ہو گئے، اور کمالِ ثابت قدمی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔

(فتوح الشام، ج:۱، ص: ۱۹۶۔ ۱۹۵)

• فتح بہنسا کے موقع پر ایک دفعہ جب رات بھر جنگ ہوتی رہی، اس وقت مسلمانوں کا شعار (علامتی نشان) ”یا محمداہ! یا محمداہ! یا نصر اللہ! أنزل“ تھا۔

(ایضاً، ج:۲، ص: ۲۱۸)

• ابواجوزا حضرتِ اوس بن عبداللہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ مدینۂ طیبہ میں سخت قحط پڑا، اہلِ مدینہ نے ام المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ سے شکایت کی، آپ نے فرمایا: ”نبی اکرم ﷺ کے مزارِ مبارک کو دیکھو، اور آسمان کی طرف اس کا روشن دان کھول دو، تاکہ اس کے اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے، انھوں نے ایسا ہی کیا، تو اتنی بارش ہوئی کہ سبزہ اُگا، اونٹ موٹے ہوگئے، اور چربی کی زیادتی کی وجہ سے ان کے جسم پھٹ گئے، چناں چہ اس کا نام ہی ”عام الفتق“ رکھ دیا گیا۔ (سنن دارمی، ج:۱، ص: ۴۳)

• سیدنا حضرتِ عبداللہ بن عمر ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ کا پاؤں مبارک سو گیا۔

فقال له رجل :أذكر أحبّ النّاس إليك فقال يا محمد! ﷺ

فکأنما نشط من عقال. (الاذکار،ص:۱۷۲)

’’ایک شخص نے انھیں کہا: اس ہستی کو یاد کرو، جو تمھیں تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو، انھوں نے کہا: ’’یا محمداہ ﷺ! وہ اسی وقت چنگے بھلے ہوگئے، گویا وہ قید سے آزاد کردیے گئے ہوں‘‘۔

• اسی طرح حضرتِ ابنِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- کے پاس ایک شخص کا پاؤں سو گیا، تو آپ نے اسے فرمایا کہ اس ہستی کو یاد کرو جو تمھیں سب انسانوں سے زیادہ محبوب ہیں، اس نے کہا: یا محمداہ ﷺ! اس کا پاؤں صحیح ہوگیا۔ (ایضاً)

• ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ بنو عامر نے بصرہ میں اپنے جانور کھیتی میں چرائے، انھیں طلب کرنے کے لیے حضرتِ موسیٰ اشعری، حضرتِ عثمانِ غنی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی طرف سے بھیجے گئے، بنو عامر نے بلند آواز سے اپنی قوم آلِ عامر کو بلایا، تو صحابیِ رسول حضرت نابغہ جعدی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- اپنے رشتے داروں کی ایک جماعت کے ساتھ نکلے، انھیں حضرتِ ابوموسیٰ کے پاس لایا گیا، آپ نے پوچھا: آپ کیوں نکلے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ میں نے اپنی قوم کی پکار سنی تھی، حضرتِ ابوموسیٰ اشعری -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے انھیں تازیانے لگائے، اس پر صحابیِ رسول حضرتِ نابغہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے کہا:

فان تك لابن عفان امينا   فلم يبعث بك البر الأمينا
ويا قبر النبي وصاحبه   ألا يا غوثنا لو تسمعونا

(الاستیعاب، ج:۳،ص:۵۸۶)

• اگر تو ابنِ عفان کا امین ہے، تو انھوں نے تجھے احسان کرنے والا امین بنا کر نہیں بھیجا۔

• اے نبی اور آپ کے دو صاحبوں کی قبر! اے ہمارے فریاد رس! کاش آپ ہماری فریاد سن لیں!

• حضرتِ امام حسین -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی ہمشیرہ حضرتِ زینب -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- جب حراست میں میدانِ جنگ سے گزریں، تو روتے ہوئے بے ساختہ فریاد کیں:

’’اے بہت ہی تعریف کیے ہوئے! امداد، امداد، اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے

اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں، یہ حسین، میدان میں ہیں، خون میں نہائے ہوئے، اعضا کٹے ہوئے، یا محمداہ ﷺ! امداد، آپ کی بیٹیاں حراست میں ہیں، آپ کی اولاد شہید کردی گئی، باد صبا، ان پر مٹی اڑا رہی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ ان کی پُرسوز فریاد نے ہر اپنے اور بیگانے کو رُلا دیا۔‘‘ (البدایہ والنہایہ، ج:۸،ص:۱۹۳)

امتِ مسلمہ اور توسّل

اجماعِ صحابہ

امامِ بخاری -رحمہ اللہ تعالیٰ- راوی ہیں کہ حضرتِ عمرِ فاروق -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- بارش کی دعا اس طرح مانگا کرتے تھے: حضرتِ انس بن مالک -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- فرماتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوجاتے، تو حضرتِ عمرِ فاروق، حضرتِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے: بارالٰہا! ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے محترم چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، تو ہمیں سیراب فرما۔ یوں دعا مانگتے ہی انھیں بارش عطا کردی جاتی۔

(صحیح بخاری ج:۱،ص:۱۳۷)

ابنِ تیمیہ اور ان کے مقلدین کہتے ہیں کہ حضرتِ عمرِ فاروق -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بجائے، حضرتِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کا وسیلہ پیش کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد توسل جائز نہیں۔ یہ کھلا ہوا مغالطہ ہے۔

• اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ بارگاہِ الٰہی میں صرف اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا ہی جائز نہیں، بلکہ ذواتِ صالحین کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے، اور اس پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے؛ کیوں کہ یہ دعا صحابۂ کرام کے اجتماع میں مانگی گئی، اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، جب کہ تمھیں اس سے انکار ہے۔

• اگر چہ حضرتِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- وہ برگزیدہ ہستی ہیں کہ خود ان کا وسیلہ بھی پیش کیا جاسکتا تھا، لیکن حضرتِ عمرِ فاروق -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے یوں عرض کیا کہ یا اللہ! ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، تو دراصل یہ حضورِ اکرم ﷺ ہی کا وسیلہ ہے۔

علامہ بدرالدین عینی کی نقل کردہ روایت میں ہے کہ حضرتِ عمرِ فاروق -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے منبر پر حضرتِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کے وسیلے سے دعا مانگی، پھر حضرت عباس نے -جو ان کے ساتھ منبر پر تشریف فرما تھے- ان الفاظ میں دعا کی: ”اے اللہ! بلا، گناہوں کے سبب ہی نازل ہوتی ہے، اور توبہ ہی سے دور ہوتی ہے، یہ لوگ میرے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوئے ہیں، کہ میرا تعلق تیرے نبی سے ہے“۔ (عمدۃ القاری، ج: ۷، ص: ۳۲)

حافظ ابنِ عبدالبر، حضرتِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

”ہمیں حضرتِ عمر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے متعدد روایات پہنچی ہیں کہ وہ حضرتِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کے ہم راہ استسقا کے لیے نکلے اور دعا کی: اے اللہ! ہم تیرے نبی ﷺ کے چچا کے وسیلے سے تیرا قرب چاہتے ہیں، ان کو شفیع بناتے ہیں، پس تو ان میں اپنے نبی ﷺ کی رعایت فرما، جیسے تو نے دو بچوں کی ان کے باپ کی نیکی کے طفیل، حفاظت فرمائی (کہ ان کی گرتی دیوار سیدھی کردی)“۔ (الاستیعاب، ج: ۳، ص: ۹۹)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرتِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کے وسیلے سے دعا کرنا، دراصل نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی سے توسل ہے۔

• بارگاہِ خداوندی میں، حضور نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ پیش کرنا تو مسلّم تھا ہی، حضرتِ فاروقِ اعظم -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے حضرتِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کا وسیلہ پیش کرکے بتلا دیا کہ توسل حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ آپ کے قرابت دار اور اہلِ صلاح امتیوں کا وسیلہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے؛ تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے، امتی کو وسیلہ نہیں بنا سکتے۔

حضرت سلیم بن عامر خبائری راوی ہیں:

”بارش نہیں ہوئی تو، حضرتِ معاویہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- اور اہلِ دمشق بارش کی دعا کے

لیے باہر نکلے، جب حضرتِ امیرِ معاویہ منبر پر بیٹھے، تو فرمایا: یزید بن اسود جرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انھیں بلایا، تو وہ پھلانگتے ہوئے تشریف لائے، حضرت امیرِ معاویہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کے حکم پر وہ منبر پر چڑھے، اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے، حضرت امیرِ معاویہ نے دعا مانگی: ”اے اللہ! آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کی سفارش پیش کرتے ہیں، اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں یزید بن اسود جرشی کی سفارش پیش کرتے ہیں“۔ یزید! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ، انھوں نے ہاتھ اٹھائے، لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے (اور دعا کی) اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا، ہوا چلنے لگی اور زوردار بارش شروع ہوگئی، یہاں تک کہ لوگوں کا، گھروں تک پہنچنا مشکل ہوگیا“۔

(الطبقات، ج: ۷، ص: ۴۴۴)

اس اجتماع میں صحابۂ کرام بھی موجود ہیں، تابعین بھی حاضر ہیں، ان میں سے کسی نے ایک مردِ صالح کے وسیلے سے دعا مانگنے پر اعتراض نہیں کیا۔ یہ بھی ان حضرات کا جوازِ توسل پر اجماع ہے۔

توسّل اور ائمۂ اربعہ

۞ حضرتِ امامِ اعظم ابوحنیفہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- عرض کرتے ہیں:

يا مالكي كن شافعي في فاقتي   انى فقير في الورى لغناك

يا أكرم الثقلين يا كنز الورى   جدلي بجودك وارضني برضاك

أنا طامع با لجود منك ولم يكن   لأبي حنيفة في الأنا م سواك

(قصیدۂ نعمانیہ مع الخیرات الحسان، ص: ۲۰۰)

• اے میرے مالک! آپ میری حاجت میں شفیع ہوں۔ میں تمام مخلوق میں آپ کے غنا کا فقیر ہوں۔

• اے جن وانس سے زیادہ کریم! اے مخلوق کے خزانے! مجھ پر احسان فرمائیں، اور اپنی رضا سے مجھے راضی فرمادیں۔

• میں آپ کی بخشش کا امیدوار ہوں، اور آپ کے سوا مخلوق میں ابوحنیفہ کا کوئی نہیں۔

۞ حضرت امام مالک -رحمہ اللہ تعالیٰ- مسجدِ نبوی میں تشریف فرما ہیں، منصور (بنوعباس کے خلیفۂ ثانی) نے حضور نبی اکرم ﷺ کے مزارِ انور کی زیارت کے لیے حاضری دی تو حضرت امام مالک -رحمہ اللہ تعالیٰ- سے پوچھا: ''اے ابوعبداللہ! میں قبلہ رخ ہوکر دعا کروں یا رسول اللہ کی طرف رخ کروں''؟ امام مالک نے فرمایا کہ ''تم اپنا چہرہ حضور نبی اکرم ﷺ سے کیوں پھیرتے ہو؟ حالاں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیرا، اور تیرے جدامجد سیدنا آدم -علیہ السلام- کا، وسیلہ ہیں، بلکہ آپ کی طرف رخ کر، آپ سے شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا''۔ (الشفاء، ج:۲،ص:۳۳)

تعجب ہے کہ مکۂ مکرمہ اور مدینۂ طیبہ میں، بہت سے لوگوں کو کعبہ شریف کی طرف پاؤں پھیلا کر سوتے ہوئے دیکھا گیا ہے، انھیں کوئی منع نہیں کرتا، لیکن بارگاہِ رسالت میں صلاۃ وسلام عرض کرنے والوں کو باصرار کہا جاتا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگو، اور اللہ تعالیٰ کے محبوبِ کریم ﷺ کی طرف پشت کرلو۔ فیا للعجب ! والی اللہِ المشتکیٰ۔

۞ حضرتِ امام شافعی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- فرماتے ہیں:

آل النبی ذریعتی وهم الیه وسیلتی
أرجو بهم أعطی غدا بیدی الیمین صحیفتی

(الصواعق المحرقہ، ص:۱۸۰)

- آل نبی میرا ذریعہ ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف میرا وسیلہ ہیں۔
- مجھے امید ہے کہ ان کے وسیلے سے مجھے قیامت کے دن نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

۞ امام احمد بن حنبل -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے امامِ شافعی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کے وسیلے سے دعا مانگی، تو ان کے صاحب زادے حضرتِ عبداللہ کو تعجب ہوا، امام احمد نے فرمایا:

امام شافعی کی مثال ایسی ہے جیسے لوگوں کے لیے سورج اور بدن کے لیے صحت۔

(شواہد الحق، ص:۱۶۶)

توسل اور ائمۂ اعلام

مسئلۂ توسل کے بارے میں علماے اسلام کے اقوال اور واقعات کو جمع کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب تیار ہوسکتی ہے، اختصار کے پیشِ نظر چند علماے اسلام کے ارشادات نقل کیے جاتے ہیں:

امامِ غزالی -رحمہ اللہ تعالیٰ- آداب السفر میں فرماتے ہیں:

سفر کی دوسری قسم میں انبیاے کرام -علیہم السلام- صحابہ، تابعین اور دیگر علما و اولیا کے مزارات کی زیارت بھی داخل ہے، زندگی میں جس کی زیارت سے برکت حاصل کی جاسکتی ہے، وفات کے بعد بھی اس کی زیارت سے برکت حاصل کی جاسکتی ہے۔''

(احیاء العلوم، ج:۲،ص:۲۴۷)

امام ابن الحاج جو علماے متشددین میں شمار ہوتے ہیں، انھوں نے اولیاے کرام، انبیاے عظام اور خصوصاً حضور سید الانام ﷺ سے توسل اور استغاثہ کا طریقہ شرح و بسط سے بیان کیا ہے، ذیل میں ان کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

اگر میت عوام الناس میں سے ہے تو اس کی قبر کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی جانب بیٹھ کر میت کی طرف رخ کرے، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے، پھر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے، پھر جہاں تک ممکن ہو، میت کے لیے دعا کرے۔

اسی طرح ان قبور کے پاس جا کر دعا کرے، جب زائر پر، یا دوسرے مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو، تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑائے کہ اس مصیبت کو زائر اور مسلمانوں سے دور فرمادے''۔ (المدخل، ج:۱،ص:۲۴۸)

''پھر اپنی حاجتوں کے برآنے اور گناہوں کی مغفرت کے لیے اولیاے کرام کا وسیلہ پیش کرے، پھر اپنے لیے، والدین، مشائخ اور اقربا کے لیے، ان کے اہل قبور کے لیے، اور زندہ اور مردہ عام مسلمانوں اور قیامت تک آنے والی ان کی اولادوں کے لیے اور ان کے جو بھائی غائب ہیں، ان سب کے لیے دعا کرے۔

اور ان اولیاے کرام کے پاس کھڑا ہوکر عاجزانہ بارگاہِ الٰہی میں دعا کرے، اور کثرت سے ان کا وسیلہ پیش کرے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں منتخب فرمالیا ہے، اور انھیں شرافت وکرامت سے نوازا ہے، جس طرح دنیا میں ان کے ذریعے نفع عطا فرمایا ہے، آخرت میں اس سے بھی زیادہ نفع ہے، جو شخص کسی حاجت کا ارادہ کرے، تو وہ ان حضرات کے پاس جائے اور ان کا وسیلہ پیش کرے؛ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ، اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔

شریعت میں ثابت اور معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی کتنی عزت افزائی فرماتا ہے، اور یہ بکثرت ہے اور مشہور ہے، علماے مشرق ومغرب کے عظیم اکابر، مزاراتِ اولیا کی زیارت سے برکت حاصل کرتے رہے ہیں، اور حسی اور معنوی طور پر اس کی برکت پاتے رہے ہیں''۔

(ایضاً، ج:۱،ص:۲۴۹)

پھر شیخ امام ابو عبد اللہ بن نعمان -رحمہ اللہ تعالیٰ- کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

''ارباب بصیرت واعتبار کے نزدیک ثابت ہے کہ اولیاے کرام کے مزارات کی زیارت، برکت اور عبرت حاصل کرنے کے لیے محبوب ہے؛ کیوں کہ اولیاے کرام کی برکت ان کی (ظاہری) زندگی کی طرح وصال کے بعد بھی جاری ہے، اولیاے کرام کی قبروں کے پاس دعا کرنا، اور ان کو وسیلہ بنانا ہمارے علماے محققین، ائمۂ دین کا معمول ہے''۔(ایضاً)

اس کے بعد انبیا ومرسلین -علیہم الصلاۃ والسلام- کے مزارات پر حاضری دینے کے بارے میں فرماتے ہیں:

''زائر، انبیا ورسل -علیہم الصلاۃ والسلام- کی عظیم بارگاہ میں حاضر ہو، اور اس پر لازم ہے کہ دور دراز سے ان کا قصد کرے، جب ان کی بارگاہ میں حاضر ہو تو عاجزی، انکساری، فقر وفاقہ، حاجت واضطرار اور فروتنی سے موصوف ہو، اپنے دل اور خیال کو ان کی بارگاہ میں حاضر کرے، اور سر کی آنکھ سے نہیں، دل کی آنکھ سے ان کی زیارت کی طرف متوجہ ہو؛ کیوں کہ انبیاے کرام کے اجسامِ مبارکہ میں بوسیدگی اور تغیر پیدا نہیں ہوتا، پھر اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان حمد وثنا کرے، انبیاے کرام پر درود بھیجے، ان کے اصحاب کے لیے رضاے الٰہی کی دعا کرے، اور قیامت تک اصحاب کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کے لیے دعاے رحمت کرے، پھر اپنی حاجتوں کے بر آنے اور

گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاے کرام کا وسیلہ پیش کرے، ان کی بدولت امداد کی درخواست کرے اور اپنی حاجتیں ان سب سے طلب کرے، اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے دعا مقبول ہوگی، اور اس سلسلے میں تمام تر حسن ظن سے کام لے؛ کیوں کہ یہ حضرات، اللہ تعالیٰ کا کھلا ہوا دروازہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عادتِ کریمہ جاری ہے کہ ان کے سبب اور ان کے ہاتھوں پر حاجتیں بر لاتا ہے، جو شخص ان کی بارگاہ میں حاضر نہ ہو سکے، وہ ان کی بارگاہ میں سلام بھیجے، اور اپنی حاجتوں اور گناہوں کی مغفرت اور عیوب کی پوشیدگی وغیرہ کا ذکر کرے؛ کیوں کہ یہ حضرات سادات کرام ہیں، اور کریم حضرات، سوال کرنے والے، وسیلہ پکڑنے والے، قصد کرنے اور پناہ لینے والے کو رد نہیں کرتے''۔(ایضاً، ج:۱،ص:۲۵۲-۲۵۱)

حضور سیّد الانبیاء ﷺ سے توسل اور امام ابن الحاج

''حضور سید الاولین والآخرین ﷺ کی زیارت کرنے میں مذکورہ بالا امور یعنی عاجزی، انکساری اور مسکنت میں کئی گنا اضافہ کرے؛ کیوں کہ آپ وہ مقبول الشفاعت شفیع ہیں، جن کی شفاعت رد نہیں کی جاتی، آپ کا قصد کرنے والا، آپ کے دربار میں حاضر ہونے والا، آپ سے استعانت واستغاثہ کرنے والا محروم نہیں لوٹایا جاتا؛ کیوں کہ حضورِ اکرم ﷺ دائرۂ کمال کے قطب اور ملکِ الٰہی کے دولھا ہیں۔

جو شخص آپ کا وسیلہ پکڑتا ہے، آپ کے ذریعے مدد طلب کرتا ہے، یا اپنی حاجتیں طلب کرتا ہے، وہ محروم نہیں کیا جاتا، مشاہدہ اور آثار اس پر شاہد ہیں، آپ کی زیارت میں کامل ادب کی ضرورت ہے، ہمارے علما -رحمہم اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں کہ زائر، یوں محسوس کرے کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں، جیسے کہ آپ کی حیات ظاہرہ میں تھا؛ کیوں کہ آپ کی موت اور حیات میں فرق نہیں ہے، آپ امت کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور ان کے احوال، نیتوں، ارادوں اور خیالات کو ملاحظہ فرماتے ہیں، اور یہ آپ کے نزدیک ظاہر ہے، اس میں کوئی خفا نہیں ہے''۔(ایضاً، ج:۱،ص:۲۵۲)

ابھی امام ابن الحاج کی یہ عبارت گزری ہے: ''جو شخص کسی حاجت کا اردہ کرے، وہ

اولیاے کرام کے مزارات پر جائے اور ان کا وسیلہ پکڑے؛ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں"۔(ایضاً، ج۱:ص:۲۴۹)

حضرت ملا علی قاری۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

"قیل اذا تحیرتم فی الأمور فا ستعینوا من اهل القبور"۔(شرح مسند امامِ اعظم،ص:۱۱۴) کہا گیا کہ جب تم مختلف امور میں حیران ہو جاؤ تو اہلِ قبور سے استعانت کرو۔

یعنی اہل قبور کے وسیلے سے دعا کرو، اللہ تعالیٰ مرادیں برلائے گا۔

امام علامہ تقی الدین سبکی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ سے توسل، استعانت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کی درخواست جائز اور مستحسن ہے، اس کا جواز اور حسن، ان امور میں سے ہے جو ہر مومن کو معلوم ہے، اور انبیاو مرسلین، سَلفِ صالحین، علما اور عامۃ المسلمین کا طریقہ ہے، کسی دین والے نے اس کا انکار نہیں کیا، اور نہ ہی کسی زمانے میں یہ انکار سنا گیا، یہاں تک کہ ابنِ تیمیہ آیا اور اس نے اس میں کلام کیا، ضعیف اور ناواقف لوگوں کے لیے تلبیس سے کام لیا"۔(شفاء السقام،ص:۱۶۰)

علامہ ابنِ حجر عسقلانی بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں:

- میرے آقا! اے اللہ کے رسول! آپ کی مدح میں کہے ہوئے میرے قصیدے شرافت والے ہو گئے ہیں۔
- آج میں نے آپ کی نعت کہی اور کل مجھے آپ سے شفاعت کی امید ہے، وہاں مجھے بھی نظر میں رکھیے۔
- بندۂ گناہ گار نے آپ کا وسیلہ پکڑا ہے، اسے امید ہے کہ لغزشیں معاف فرما دی جائیں گی، خوف کے سبب اس کی پلکوں سے آنسو بہ رہے ہیں۔(المجموعۃ النبھانیہ، ج:۲،ص:۳۹۱)

حضرتِ شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔تقریباً ہر طبقے میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے مجھ پر اسرار ظاہر فرمائے اور مجھے خود ان چیزوں کی پہچان کرائی، اور میری بہت بڑی اجمالی امداد فرمائی، اور مجھے بتایا کہ اپنی حاجتوں میں آپ سے کس طرح مانگوں۔

(فیوض الحرمین،ص:۸۶)

اپنے قصیدہ "اطیب النغم" کی شرح میں فرماتے ہیں:

پہلی فصل میں بطور تشبیب، زمانے کے حوادث بیان کیے جاتے ہیں، جن میں حضورِ اکرم ﷺ کی روحِ انور سے استمداد ضروری ہے۔(اطیب النغم،ص:۲)

"قصیدۂ اطیب النغم" میں عرض کرتے ہیں:

- اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے، اے تمام مخلوق سے بہتر! اے بہترین امید! اور اے بہترین عطا فرمانے والے!
- اور اے وہ بہترین ذات! کہ مصیبت دور کرنے کی جن سے امید کی جاتی ہے، اور جن کی سخاوت بادلوں سے بلند و بالا ہے۔
- آپ مصیبتوں کے وقت پناہ دینے والے ہیں، جب وہ اپنے بدترین پنجے دل میں گاڑ دیں۔(ایضاً،ص:۲۲)

توسل اور اہلِ حدیث کے مُسلّم علما

اس سے پہلے جن اکابر علما کے ارشادات نقل کیے گئے ہیں، ان کی حیثیت ہر مکتبِ فکر کے نزدیک محترم اور مستند ہے، ذیل میں خصوصیت کے ساتھ چند اقتباسات ان علما کے پیش کیے جاتے ہیں، جن کی غیر مقلدین حضرات کے نزدیک بڑی وقعت ہے۔

علامہ ابنِ قیم لکھتے ہیں:

دنیا و آخرت میں سعادت و فلاح صرف رسولانِ گرامی کے ہاتھوں ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی انھی کے ہاتھوں ہے۔(زاد المعاد، ج:۱،ص:۱۵)

ابنِ تیمیہ اپنے رسالے "التوسل والوسیلہ" میں لکھتے ہیں:

صحابۂ مہاجرین و انصار کی موجودگی میں، حضرتِ عمرِ فاروق۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کی دعا صحیح اور اہل علم کے نزدیک بالاتفاق ثابت ہے، حضرتِ عمر فاروقِ اعظم۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔نے، حضرتِ عباس۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کے وسیلے سے دعا مانگی۔

یہ وہ دعا ہے، جسے تمام صحابہ نے برقرار رکھا، اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا، حالاں کہ یہ دعا مشہور ہے، یہ واضح ترین اجماعِ اقراری ہے، ایسی ہی دعا حضرت امیر معاویہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔نے اپنے دورِ خلافت میں مانگی تھی۔

(تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی، ج:۴،ص:۲۸۲،بحوالہ کتابِ مذکور)

قاضی شوکانی اپنے رسالہ ’’الدر النضید‘‘ میں لکھتے ہیں:

حضورِ اکرم ﷺ سے توسل آپ کی حیات میں بھی ہے اور وصال کے بعد بھی، آپ کی بارگاہ میں بھی ہے اور بارگاہ سے دور بھی، حضورِ اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ سے توسل ثابت ہے، آپ کے وصال کے بعد دوسروں سے توسل باجماعِ صحابہ ثابت ہے۔

(ایضاً، بحوالہ کتابِ مذکور)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں:

- اے میرے آقا! اے میرے سہارے! میرے وسیلے! سختی اور نرمی میں میرے کام آنے والے!
- میں آپ کے دروازے پر اس حال میں حاضر ہوا کہ میں ذلیل ہوں، گڑگڑا رہا ہوں، اور میری سانس پھولی ہوئی ہے۔
- آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے، جس سے مدد مانگی جائے، اے رحمۃ اللعالمین! میری آہ وبکا پر رحم فرمایئے۔ (حاشیہ ہدیۃ المہدی، ص:۲۰)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

جب کتاب وسنت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، تو اس پر اولیائے کرام کے توسل کو قیاس کیا جائے گا، علامہ جزری ’’حصن حصین‘‘ میں فرماتے ہیں، دعا کا ایک ادب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیا و اولیا کا وسیلہ پیش کیا جائے۔ (ایضاً، ص:۴۸)

توسل اور علماے دیوبند

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند، اپنے قصائدِ قاسمی میں عرض کرتے ہیں:

ثنا کر اس کی، اگر حق سے کچھ لیا چاہے — تو اس سے کہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار

یہ ہے اجازتِ حق کو تیری دعا کا لحاظ — قضا و مبرم و مشروط کی سنیں نہ پکار

مدد کر اے کرمِ احمد کہ تیرے سوا — نہیں ہے قاسمِ بےکس کا کوئی حامیِ کار

(قصائدِ قاسمی، ص:۸۔۷۔۵)

مولوی رشید احمد گنگوہی سے پوچھا گیا کہ ان اشعار کا وِرد کیسا ہے؟

یا رسو ل الله أُنظُر حالَنَا — یا حبیبَ الله اِسمع قالَنا

انَّنِي فِي بحرِهم مغرق — خذ یدی سهِّل لنا اشکالنا

یا أکرم الخلق مالی من ألوذبه — سواكَ عند حلول الحادث الغمم

اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

ایسے کلمات کو نظم یا نثر میں ورد کرنا مکروہِ تنزیہی ہے، کفر وفسق نہیں ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ، ص:۶۹)

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اپنے پیر ومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کو لکھتے ہیں:

اے میرے مرشد! میرے مولیٰ! میری وحشت کے انیس
میری دنیا کے، میرے دین کے اے جائے پناہ!

اے میرے فریادرسا! مجھ پر ترس کھاؤ کہ میں — آپ کی حُب کے سوا رکھتا نہیں کوئی توشۂ راہ

خلق فائز ہو شہا آپ سے، اور میں حیران — رحم کی، ہادیِ من اب تو ادھر کو بھی نگاہ

میرے سردار! خدا واسطے کچھ تو دیجیے — آپ معطی ہیں میرے، میں ہوں سوالی للہ

یہ ترجمہ تذکرۃ الرشید کے حاشیے سے لیا گیا ہے۔ (تذکرۃ الرشید، ج:۱، ص:۱۱۴)

تھانوی صاحب بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں:

- اے اللہ کے محبوب! میری دستگیری فرمائیں، میرے عجز کا آپ کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں‘‘۔

• آپ میری لغزش پر رحم فرمائیں، اور اے مخلوق کی شفاعت کرنے والے! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت فرمائیں۔

• آقا! آپ کے دربار کے علاوہ میرا کوئی سہارا نہیں۔

آخر میں صحابہ وتابعین کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں:

• عاجز ومضطر کے لیے (اللہ تعالی سے) مدد طلب کریں، اور مدد کے لیے تیار ہو جائیں۔

(ضمان التکمیل فی زمان التعجیل، ص: ۱۷۲)

توسل اور عالمِ اسلام کے موجودہ علما

فاضل علامہ مولانا محمد عاشق الرحمن قادری الہ آبادی نے اپنی تالیف ''مجاہدِ ملت کا حرفِ حقانیت''، میں پاک وہند اور دیگر ممالک کے علما سے حاصل کردہ توسل سے متعلق فتاویٰ جمع کر دیے ہیں، اس کتاب کے چند اقتباسات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

علماے بغداد

حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ سید عبد القادر جیلانی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی جامع مسجد بغداد کے امام اور مدرس، مولانا عبد الکریم محمد، توسل کے جائز ہونے پر دلائل پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''پس رسولانِ گرامی -علیہم السلام- کی ذواتِ مبارکہ سے توسل کے انکار کی گنجائش کیسے رہ جائے گی؟ ان سے، اولیاے کرام، ان کے اعمال صالحہ سے اور دعا کرنے والے کے اپنے اعمال سے توسل، سب حق اور مشروع ہے، اس کا انکار وہ جاہل اور غبی ہی کرے گا جو راہِ ہدایت اور مسلمانوں کے اجماع سے برگشتہ ہو، جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے''۔ (مجاہدِ ملت کا حرفِ حقانیت، ص: ۴۲-۴۰)

اس جواب پر جن علما نے تصدیقی دستخط فرمائے ہیں، ان کے اسما یہ ہیں:

• مولانا محمد نمر، خطیب جامع مسجد قادریہ، بغداد شریف۔

• مولانا نوری سیاب، امام جامع مسجد قادریہ، بغداد شریف۔

• مولانا رشید حسن، بغداد شریف۔

• مولانا محمد شیخ عبد القادر، امام وخطیب مقام ابو شیخ، بغداد شریف۔

کلیۃ الشریعہ، بغداد شریف کے استاد علامہ احمد حسن طٰہٰ فرماتے ہیں:

''ہر شے میں مؤثر اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس عقیدے کی بنا پر انبیا -علیہم السلام- سے توسل میں شرعاً ہرگز کوئی مانع نہیں ہے، بلکہ شفاعت کی طرح توسل بھی توحید کے منافی نہیں ہے۔ (ایضاً: ص ۴۶-۴۴)

علماے حماۃ، شام

☆ حماۃ، شام کے جلیل القدر عالم مولانا محمد علی تحریر فرماتے ہیں:

جب اعمالِ صالحہ سے توسل جائز ہے اور اس کا کوئی مخالف نہیں ہے، حالاں کہ یہ مخلوق ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ وہ اعمال مقبول ہیں یا نہیں، تو حضور نبی اکرم ﷺ سے توسل کیوں جائز نہ ہوگا، جب کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر مخلوق سے افضل ہیں، اپنی ظاہری حیات میں بھی اور وصال کے بعد بھی؛ کیوں کہ آپ زندہ ہیں اور ہمارے اعمال آپ کے سامنے ہمیشہ پیش کیے جاتے ہیں، جیسے کہ احادیث میں وارد ہے''۔ (ایضاً: ص: ۴۲)

حماۃ، شام کے علامہ عبد العزیز طہماز، مدرس وخطیب جامع سلطان فرماتے ہیں:

جب شفاعت شرک نہیں ہے، تو وسیلہ بھی شرک نہیں ہے؛ کیوں کہ ان دونوں کا ایک ہی مطلب ہے، وسیلے کا مطلب اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ وہ بندہ، اللہ تعالی کی بارگاہ میں ایک مقام رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے عبد مکرم پر احسان کو ظاہر کرنے کے لیے اس کے مقام کی بدولت، جس بندے پر چاہتا ہے فضل فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ سورۂ انبیا میں حضرت موسیٰ -علیہ السلام- کے بارے میں فرماتا ہے: ''وَكَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ وَجِيۡهًا'' کیا انبیا ورسل کے خاتم، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز نہیں ہوں گے؟ (ایضاً: ص: ۵۲)

☆ حماۃ، شام کے مفتی علامہ صالح النعمان، خطیب جامع مدفن لکھتے ہیں:

توسل کے جائز ہونے پر امت کا اجماع ہے، بشرطے کہ عقیدہ صحیح ہو، اور اجماع امت حجت شرعیہ ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت گم راہی پر متفق نہ ہوگی، بعض غالی وہابی جو دعویٰ کرتے ہیں کہ توسل شرک ہے، تو اس پر شرعی یا عقلی کوئی دلیل نہیں ہے۔

(ایضاً،ص:۵۶)

فاضل دمشق

دمشق کی جامع النجارین کے امام، علامہ ابوسلیمان زہبی نے مسئلۂ توسل پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے، اور اپنا موقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

انبیا و مرسلین اور ان اولیاے صالحین سے توسل کرنا جن کی فضیلت، تقویٰ اور عدالت و ولایت پر اتفاق ہے، ایمان ہے، کفر نہیں ہے، اور میرے نزدیک جائز ہے، ممنوع نہیں ہے۔ اور جو شخص اپنی حاجتوں کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان حضرات کا وسیلہ پیش کرتا ہے، وہ مومن موحد ہے، مشرک نہیں اور اس کی تمام عبادتیں صحیح ہیں۔ (ایضاً،ص:۶۰)

مفتیِ لبنان

جمہوریۂ لبنان، بیروت کے مفتی شیخ حسن خالد فرماتے ہیں:

''صحابۂ کرام۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کے کلام میں نبی اکرم ﷺ سے توسل اور آپ کی طرف متوجہ ہونے سے ان کی مراد آپ کی دعا اور شفاعت کو وسیلہ بنانا ہے، امتِ مسلمہ انبیا و اولیا سے ان کی ظاہری حیات میں اور وصال کے بعد، ہر دور میں توسل کرتی رہی ہے۔ (ایضاً،ص:۷۲)

صدرِ مجلسِ اتحادِ مبلغین، انڈونیشیا

جکارتہ، انڈونیشیا کی مرکزی مجلسِ اتحادِ مبلغین کے صدر شیخ احمد شیخو فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ سے توسل ہر حال میں جائز ہے، آپ کی ولادتِ باسعادت سے پہلے، ولادت کے بعد حیات ظاہری میں، وصال کے بعد، جب تک کہ آپ عالمِ برزخ میں

رہیں گے اور قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد قیامت اور جنت کے میدانوں میں''۔

(ایضاً،ص:۷۸)

ندوۃ العلماء لکھنو

ندوۃ العلماء لکھنو کے ناظمِ مجلس تحقیقات شرعیہ مولوی محمد برہان الدین نے، شیخ ابوالحسن علی ندوی کے ایما پر ایک استفتا کے جواب میں یہ فتویٰ صادر کیا:

انبیا سے توسل کا عقیدہ رکھنا شرک نہیں ہے، لہذا وسیلہ پکڑنے والا مشرک نہیں ہے، ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمالِ صالحہ، نماز، حج وغیرہ کو قبول فرمائے گا۔

(ایضاً،ص:۱۶۲)

دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیو بند کے دارالافتاء سے شیخ نظام الدین نے متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھا:

ان عبارتوں سے معلوم اور واضح ہوا کہ یہ لوگ نہ تو مشرک ہیں، اور نہ ہی یہ فعل شرک ہے، ان کے روزے، نماز، حج، زکاۃ سب مثل دیگر مسلمانوں کے، جائز اور صحیح ہیں۔

(ایضاً،ص:۱۶۸)

سعودی عرب کے شیخ عبدالعزیز بن باز

سعودی عرب کے ادارۂ بحوثِ اسلامیہ وافتا کے رئیس شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے مولانا محمد عاشق الرحمن قادری الٰہ آبادی کے استفتا کے جواب میں ۲۰؍ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ کو، پہلے سے لکھا ہوا ایک جواب بھجوایا، جس میں اولیاے کرام سے توسل کی چار قسمیں بیان کی ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- زندہ ولی سے درخواست کی جائے کہ میرے لیے رزق کی وسعت، مرض سے شفا، یا ہدایت و توفیق کی دعا فرمائیں، یہ جائز ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی اکرم ﷺ کی محبت و اتباع اور محبت اولیا کا وسیلہ پیش کیا

جائے، یہ بھی جائز ہے۔

- اللہ تعالیٰ سے انبیا و اولیا کے جاہ ومنزلت کے وسیلے سے دعا کرے، یہ ناجائز ہے۔
- بندہ اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہوئے، نبی یا ولی کی قسم دے "یا بحق نبیہ یابحق اولیائہ" کہے، تو یہ نا جائز ہے۔ (ایضاً: ص ۲۲۰۔۲۱۸)

اس فتوے پر ادارۂ بحوث وافتا کے نائب صدر عبد الرزاق عفیفی اور نحوث کمیٹی کے ارکان عبد اللہ منیع اور عبد اللہ بن غدیان کے دستخط ہیں۔

گذشتہ صفحات میں تیسری اور چوتھی قسم کا حکم، صحابۂ کرام اور علمائے اسلام کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے، اس جگہ صرف اس قدر کہنا ہے کہ نجدی علما اور ندوۃ العلماء کے اراکین نے اپنے تمام تر تشدد کے باجود اِن قسموں کو صرف نا جائز کہا ہے شرک قطعاً نہیں کہا۔ ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مسئلۂ توسل پر مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی قادری ۔مدظلہ۔ کا ایک مبسوط اور مدلل عربی فتویٰ بھی "حرفِ حقانیت" میں شامل ہے، جس میں بیسیوں مستند ماخذ کے حوالہ جات درج ہیں، یہ فتویٰ، مکتبۂ قادریہ، لاہور کی طرف سے اردو ترجمے کے ساتھ طبع ہو چکا ہے۔ مکتبۂ ایشیق، استنبول، ترکی، کی طرف سے "التوسل" کے نام سے عربی میں چھپ چکا ہے۔

سید یوسف سید ہاشم رفاعی، کویت

حضرت شیخ سید احمد رفاعی کبیر ۔قدس سرہٗ۔ کی اولادِ امجاد میں سے کویت کے معروف اور عظیم المرتبت اسکالر، سید یوسف سید ہاشم رفاعی ۔مدظلہ۔ تحریر فرماتے ہیں:

حاصل یہ ہے کہ اہلِ سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ ظاہرہ میں اور وصال کے بعد، اسی طرح باقی انبیا ومرسلین اور اولیا وصالحین سے توسل صحیح اور جائز ہے، جیسا کہ گذشتہ احادیث سے ثابت ہوا، جو لوگ زندوں اور مردوں میں فرق کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ زندوں سے توسل کی بعض قسمیں جائز ہیں وہ خطا پر ہیں؛ کیوں کہ وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ زندہ تاثیر کر سکتے ہیں، مردے نہیں کر سکتے، حالاں کہ ایجادی تاثیر، اللہ تعالیٰ کے سوا مطلقاً کوئی بھی نہیں کر سکتا، رہا

فائدہ دینا اور برکتیں عطا فرمانا اور ان کی روحوں سے عادی استفادہ، اور ان کی روحوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس متوسل کے لیے فیضِ رحمت کا طلب کرنا، تو یہ جائز اور واقع ہے اور ہر خلل سے خالی ہے، زندوں اور وصال یافتہ حضرات میں فرق نہیں ہے۔ (الرد المحکم المنیع ص: ۸۷۔۸۶)

حضور سید الانبیاء ﷺ سے قیامت کے دن توسل

امام علامہ تقی الدین سبکی ۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔ فرماتے ہیں:

دوسری حالت، حضورِ اکرم ﷺ کے وصال کے بعد قیامت کے میدان میں آپ کی شفاعت طلب کی جائے گی، اس پر اجماع ہو چکا ہے، اور احادیث حدِ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔

(: شفاء السقام، ص: ۱۷۳)

اربابِ ولایت سے توسل

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔ فرماتے ہیں:

ہمارے علاقے میں طریقۂ شطاریہ صرف شیخ محمد غوث گوالیاری کے ذریعے سے رائج ہے، ورنہ ان سے پہلے یہ طریقہ زیادہ شہرت نہیں رکھتا تھا۔ اس فقیر نے یہ خرقہ شیخ ابو طاہر کردی سے پہنا، اور انھوں نے "جواہر خمسہ" کے اعمال کی اجازت دی۔ (انتباہ، ص: ۱۵۸ / ۱۵۷)

اس کے بعد دو سندیں بیان کیں، جو شیخ ابو طاہر سے شیخ محمد غوث گوالیاری تک پہنچتی ہیں، بعد ازاں فرماتے ہیں:

یہ فقیر سفرِ حج میں جب لاہور پہنچا، اور شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی کی، تو انھوں نے مجھے دعائے سیفی کی اجازت دی، بلکہ "جواہر خمسہ" کے تمام اعمال کی اجازت دی اور اپنی سند بیان کی، وہ اس زمانے میں طریقۂ حسنیہ اور شطاریہ کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ (ایضاً)

جواہر خمسہ میں یہ عمل بھی ہے

فتوحِ ابوابِ اقبال کے واسطے ہر روز پانچ سو بار پڑھے:

"نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ

سَيِّنْجَلِيْ بِنُبُوَّتِكَ يَامُحَمَّدُ يَامُحَمَّدُ يَامُحَمَّدُوَ بِوَلَا يَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ ''(جواہرِ خمسہ،ص:۴۵۳)

یہ ورد کیا ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرت علی۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے استعانت اور توسل ہے، اس میں اگر شرک کی کوئی بات ہوتی تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''جواہرِ خمسہ'' کے اعمال کی اجازتیں لیتے؟ حضرت شاہ صاحب اور ان کے مشائخ اس شرک کو برداشت کرتے؟ ہرگز نہیں!۔

شیخ الاسلام شہاب الدین رملی کا عقیدہ ملاحظہ ہو!

''شیخ الاسلام رملی سے پوچھا گیا کہ عوام الناس جو مصیبتوں کے وقت یا شیخ فلاں وغیرہ کہتے ہیں، کیا مشائخ وصال کے بعد امداد فرماتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: اولیا، انبیا، صالحین اور علما سے استغاثہ جائز ہے؛ کیوں کہ وہ وصال کے بعد بھی امداد فرماتے ہیں، جیسے اپنی حیات میں امداد فرماتے تھے، اس لیے کہ انبیا کے معجزے اولیا کی کرامتیں ہیں۔ (مشارق الانوار،ص:۵۹)

علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص کہے کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام مومنین جو آخرت کی طرف انتقال کر چکے ہیں، اکثر و بیشتر زندوں کے احوال جانتے ہیں، اس سلسلے میں ان کے واقعات انتہائی کثرت کو پہنچے ہوئے ہیں، ایک احتمال یہ ہے کہ انھیں اس وقت علم ہو، جب زندوں کے اعمال ان پر پیش کیے جائیں، اس کے علاوہ بھی کوئی صورت ہو سکتی ہے، اور یہ چیزیں ہم سے مخفی ہیں۔

نبی صادق ﷺ نے خبر دی ہے کہ اموات پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں؛ لہذا اس کا وقوع ضروری ہے، البتہ کیفیت معلوم نہیں ہے، اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، اس حقیقت کے بیان کے لیے حضورِ اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہی کافی ہے کہ ''مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے'' اور اللہ تعالیٰ کے نور کو کوئی چیز نہیں روک سکتی، یہ زندہ مومنوں کے حق میں ہے، ان مومنوں کا کیا عالم ہوگا، جو دارِ آخرت میں ہیں!!!(المدخل،ج:۱،ص:۲۵۳)

حضرت علامہ نے واضح طور پر بتادیا کہ اس عقیدے میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں، نیز

جب زندہ مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے، تو جو حضرات اگلے جہان میں جا چکے ہیں، ان کی قوتِ ادراک تو اور بھی بڑھ جائے گی۔

حضرت علامہ شیخ حسن عدوی حمزاوی فرماتے ہیں:

یہ جو بعض عوام کہتے ہیں: یا سیدی فلاں! اگر آپ میری یہ مراد پوری کردیں یا میرے مریض کو شفا دیں تو آپ کے لیے میرے ذمے اتنی چیز ہے، تو یہ مانگنے کے طریقے سے بے خبری ہے (**کہنا یہ چاہیے کہ یا اللہ! فلاں بزرگ کے طفیل میری حاجت پوری فرما**) لیکن اسے کفر قرار نہیں دیا جائے گا؛ کیوں کہ ان لوگوں کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ ولی میرے مقصد کو پیدا کرے گا، ان کی نیت تو یہ ہوتی ہے کہ اس ولی کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنائیں؛ کیوں کہ جس کا وسیلہ پیش کیا جا رہا ہے، وہ ان کے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ کا مقرّب اور محبوب ہے، کیا تو نہیں دیکھتا؟ کہ وہ اپنی گفتگو میں بار بار اس قسم کی باتیں کہتے ہیں: اے بارگاہِ خدا میں پاکیزہ نفس والے! اپنے رب سے درخواست کریں کہ میرا یہ مقصد پورا فرما دے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک فاعل، صرف اللہ تعالیٰ ہے، ولی صرف سبب اور وسیلہ ہے، اور اس کا وسیلہ پکڑنے والا مردود نہیں ہوتا؛ کیوں کہ محبوب اور مقرّب کے سوال کو رد نہیں کیا جاتا۔

لہذا یہ حضورِ اکرم ﷺ کے اس فرمان کے قبیل سے ہے کہ کئی پراگندہ بالوں والے، گرد آلود، جن کا سرمایۂ حیات دو چادریں ہوں، ایسے ہوتے ہیں کہ اگر قسم دے کر بارگاہِ الٰہی میں کچھ عرض کریں، تو اللہ تعالیٰ اسے پوری فرما دیتا ہے۔ بعض عارفین نے فرمایا: ولی کی زندگی کی نسبت وصال کے بعد کرامت کا ظہور زیادہ ہوتا ہے؛ کیوں کہ اس کا تعلق مخلوق سے منقطع ہو چکا ہے اور اس کی روح کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہے؛ لہذا اللہ تعالیٰ ان کا وسیلہ پیش کرنے والوں کی حاجتیں پوری فرما دیتا ہے۔ (مشارق الانوار،ص:۵۸)

حضرت شیخ فرید الدین عطار۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

سلطان محمود غزنوی کے پاس، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔کا جبۂ مبارک تھا، سومنات کی جنگ میں ایک موقع پر خدشہ ہوا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے گی، سلطان محمود غزنوی اچانک گھوڑے سے اتر کر ایک گوشے میں چلے گئے، اور وہ جبہ ہاتھ میں لے کر سجدے میں

گر گئے اور دعا مانگی: ''بارِالٰہا! اس جبے والے کے وسیلے سے ہمیں کافروں پر فتح عطا فرما، جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آئے گا، درویشوں میں تقسیم کردوں گا''۔

اچانک دشمن کی طرف سے شور اٹھا، اور تاریکی چھا گئی، اور کافر آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے، اور مختلف حصوں میں بٹ گئے، لشکرِ اسلام کو فتح حاصل ہوگئی، اس رات محمود غزنوی نے حضرت ابوالحسن خرقانی -رحمہ اللہ تعالیٰ- کو خواب میں فرماتے ہوئے سنا:

محمود! تم نے دربارِ الٰہی میں ہمارے جبّے کی قدر نہ کی، اگر تم چاہتے تو تمام کافروں کے لیے اسلام کی درخواست کرتے۔ (تذکرۃ الاولیاء، فارسی، باب ۷۷، ص: ۳۴۴)

فقیہِ جلیل حضرت علامہ ابنِ عابدین شامی ''کتاب اللقطہ'' کے آخر میں ایک (حاشیے) میں فرماتے ہیں:

حضرت زیادی فرماتے ہیں کہ جب کسی انسان کی کوئی چیز گم ہوجائے، اور وہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اسے واپس فرمادے، تو بلند جگہ کھڑا ہوکر سورۂ فاتحہ پڑھے، اور اس کا ثواب حضور نبی اکرم ﷺ، پھر سیدی احمد بن علوان کی خدمت میں پیش کرے، اور کہے: سیدی احمد! اے ابنِ علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ کی، تو میں آپ کا نام دفترِ اولیا سے خارج کردوں گا، اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے وہ چیز واپس فرمادے گا، یہ علامہ اجہوری کا کلام مع اضافہ ہے جسے داؤدی نے ''شرح منہج'' میں نقل فرمایا۔ (ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۲۴)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی -رحمہ اللہ تعالیٰ- نے حضرت سیدی زروق -رحمہ اللہ تعالیٰ- ''محشیِ بخاری'' کا تذکرہ بڑے شان دار انداز میں کیا ہے، فرماتے ہیں:

مختصر یہ کہ وہ عظیم الشان شخصیت ہیں جن کا مرتبہ بیان نہیں کیا جاسکتا، وہ محققین صوفیا کے آخری بزرگ ہیں، جنھوں نے حقیقت وشریعت کو جمع کیا، بڑے بڑے علما مثلاً شہاب الدین قسطلانی اور شمس الدین لقانی نے ان کی شاگردی پر فخر کیا ہے۔

قصیدۂ غوثیہ کے طریقے پر ان کا قصیدہ ہے، جس کے چند شعر یہ ہیں:

• میں اپنے مرید کے بکھرے ہوئے حالات کو جمع کرنے والا ہوں، جب زمانے کی تندی اس پر کوئی مصیبت ڈھاوے۔

• اگر تو تنگی، تکلیف اور وحشت میں ہے، تو یا زروق پکار، میں فوراً آجاؤں گا''

(بستان المحدثین، ص: ۳۲۶)

اگر ان اشعار کو مشرکانہ قرار دیا جائے، تو شاہ عبدالعزیز اور ان کی سند سے وابستہ لوگوں کا کیا حکم ہوگا؟ جو یہ اشعار دھوم دھام سے نقل کررہے ہیں۔

صاحبِ دُرِّ مختار کے استاد علامہ خیرالدین رملی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

عامۃ المسلمین کا یا شیخ عبد القادر کہنا، ندا ہے، اور جب اس کے ساتھ شیئاً للہ کا اضافہ کیا، تو یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم ورضا کے لیے کسی شے کا مطالبہ ہے، اس کے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس کو کفر قرار دینے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی شے کا مطالبہ ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ ہر شے سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں، حالاں کہ یہ مطلب کسی کے تصور میں بھی نہیں آتا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تعظیم کے لیے ہے، جیسے ارشادِ ربانی ہے: ''فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ'' (الآیۃ) اور اس کی مثالیں بہت ہیں۔

(فتاویٰ خیریہ برحاشیہ فتاویٰ حامدیہ، ج: ۲، ص: ۲۸۲)

صلاۃِ غوثیہ

محبوبِ سبحانی، شہبازِ لامکانی، حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- اللہ تعالیٰ کے محبوب ولی اور سرتاجِ اولیا ہیں، ان کے وسیلے سے دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم نہیں رہتا۔

سیدنا غوثِ اعظم -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- فرماتے ہیں:

جو شخص کسی تکلیف میں میرے وسیلے سے امداد کی درخواست کرے، اس کی وہ تکلیف دور کردی جائے گی اور جو کسی مصیبت میں میرا نام پکارے، اس کی مصیبت دور کردی جائے گی، اور جو کسی حاجت میں میرا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے، اس کی حاجت پوری کردی جائے گی، اور جو شخص دو رکعتیں ادا کرے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، سلام کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجے، پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے، میرا نام لے اور

اپنی حاجت بیان کرے، اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کی حاجت پوری کردی جائے گی۔ (بہجۃ الاسرار،ص: ۱۰۲)

اس کے بعد یہ شعر پڑھے:ـ

اَیُدْرِکُنِیْ ضَیْمٌ وَّ اَنْتَ ذَخِیْرِی   وَ اُظْلَمُ فِی الدُّنْیَا وَ اَنْتَ نَصِیرِی
وَعَارٌ عَلٰی حَامِی الْحِمیٰ وَهُوَ مُنْجِدِی   اِذَا ضَلّ فِی الْبیدا عِقَالُ بَعِیرِی

(قلائدالجواہر،ص:۳۶)

• کیا مجھ پر ظلم کیا جائے گا؟ جب کہ آپ میرا ذخیرہ ہیں، اور کیا دنیا میں مجھ پر ستم کیا جائے گا؟ جب کہ آپ میرے مددگار ہیں۔

حضور غوثِ پاک کے پشت پناہ ہوتے ہوئے، اگر جنگل میں میرے اُونٹ کی رسی گم ہو جائے، تو یہ بات محافظ کے لیے باعث عار ہے۔

غور کیا جائے تو صلاۃِ غوثیہ میں شرک کا کوئی پہلو نہیں نکلتا؛ کیوں کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک نابینا صحابی کو حکم فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر میرے وسیلے سے بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگو، انھوں نے دعا مانگی، تو ان کی بینائی بحال ہوگئی۔ حضرت عثمانِ بن حنیف ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کے فرمانے پر ایک صاحب نے دورِ عثمانی میں یہی عمل کیا، تو ان کا مقصد بھی پورا ہوگیا، وہی طریقہ اس جگہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر سیدنا حضور غوث اعظم ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سے توسل کیا جائے، تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حاجت برآتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صلاۃِ غوثیہ کا طریقہ خود سیدنا غوث اعظم ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نے بیان فرمایا ہے، جسے علامہ علی بن یوسف لخمی شطنوفی پھر علامہ محمد بن یحییٰ تاذفی حلبی نے بیان کیا جیسا کہ ابھی گزرا، پھر حضرت ملا علی قاری (نزہۃ الخاطر، اردو ترجمہ،ص:۷۹) اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔ (زبدۃ الاسرار،ص:۱۰۱) نے روایت کیا۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ معاذ اللہ! حضور سیدنا غوث اعظم ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نے شرک کی تعلیم دی ہے، تو اس کی مرضی، لیکن جہاں تک روایت کا تعلق ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے، اور اسے جھوٹ قرار دینا، بھی محض سینہ زوری ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی، حضرت علامہ شطنوفی کے بارے میں فرماتے ہیں:

یہ امام ابوالحسن نورالدین علی، مصنفِ ''بہجۃ الاسرار شریف'' اعاظم علما وائمۂ قراءت واکابرِ اولیاو ساداتِ طریقت سے ہیں۔ حضور غوث الثقلین ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تک صرف دو واسطے رکھتے ہیں، امامِ اجل حضرت ابو صالح نصر ۔قدس سرہ۔ سے فیض حاصل کیا، انھوں نے اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق ۔نوراللہ مرقدہ۔ سے، انھوں نے اپنے والد ماجد حضور پُرنور سید السادات غوث اعظم ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سے۔

شیخ محقق ۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ''زبدۃ الآثار شریف'' میں فرماتے ہیں:

یہ کتاب ''بہجۃ الاسرار'' کتابِ عظیم وشریف ومشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قراءت سے عالم معروف ومشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور ومسطور۔

امام شمس الدین ذہبی، علم حدیث واسماء الرجال میں جن کی جلالت شان عالم آشکار، اس جناب کی مجلس درس میں حاضر ہوئے، اور اپنی کتاب ''طبقات المقریئن'' میں ان کے مدائح لکھے، امام محدث محمد بن محمد بن جزری مصنف ''حصن حصین'' اس جناب کے سلسلۂ تلامذہ میں سے ہیں، انھوں نے یہ کتابِ مستطاب ''بہجۃ الاسرار شریف'' اپنے شیخ سے پڑھی، اور اس کی سند اجازت حاصل کی۔'' (انوارالانتباہ،ص:۱۱۲۔۱۱۱)

انور شاہ کشمیری دیوبندی کہتے ہیں:

اسی طرح شطنوفی نے نقل کیا ہے اور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔

(فیض الباری، ج:۱،ص:۶۱)

اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کو وسیلہ بنانے، اور ان سے استعانت کا یہ وہ عقیدہ ہے، جو حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارک سے آج تک جمہورِ امت اور ائمۂ اسلام کے نزدیک مقبول اور معمول چلا آیا ہے، یہی عقیدہ امام احمد رضا بریلوی ۔قدس سرہ۔ کا ہے، انھوں نے اپنی تصانیف میں دنیائے اسلام کے مسلّم اور مستند علما کے ارشادات اور قرآن وحدیث کے حوالے سے اپنے معتقدات کو پیش کیا ہے۔

مخالفین یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ بریلویوں کے خصوصی عقائد میں سے

ہے، اوراسی آڑ میں وہ اپنے فتوے جاری کردیتے ہیں، انتہاپسندی اور فرقہ وارانہ ذہنیت کا یہ عالم ہے کہ شدید سے شدید زبان استعمال کرنے کے باوجود، ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

مثلاً کہا جاتا ہے:

بریلویوں کے امتیازی عقائد وہی ہیں، جو دین کے نام پر بت پرستوں، عیسائیوں، یہودیوں اورمشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے ہیں، ائمۂ اسلام اورملتِ حنفیہ کے مجددین نے ان عقائد کے خلاف جہاد کیا، ان میں سے کچھ دورِ جاہلیت میں موجود تھے، ان کے خلاف قرآن اورحاملِ قرآن نے جہاد کیا۔ وہ عقائد کیا تھے؟ غیر اللہ سے استعانت وغیرہ۔

(ملخصاً، البریلویہ، ص:۵۵)

اب آپ ہی انصاف کریں کہ سَلَفِ صالحین کاتسلسل حق پر ہے یا یہ مخصوص فرقہ؟

وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ محمد وعلی اٰلہ وأصحابہ أجمعین

استعانت

انسان طبعی طور پر اپنی بقا اور زندگی گزارنے میں مخلوقِ خدا کی امداد کا محتاج واقع ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں کسی بھی مخلوق کی امداد کے بغیر زندہ رہنا چاہتا ہوں، تو اسے یہی مشورہ دیا جائے گا کہ آپ موجودہ دور کی مہذب اور متمدن زندگی کو خیر باد کہہ کر پتھر اور غاروں کے دور میں چلے جائیے، جہاں نہ لباس سے غرض ہے نہ عمارت سے، نہ سواری میسر ہے اور نہ ہی زندگی کی دیگر سہولتوں کا تصور ہے۔

یاد رہے کہ کارسازِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے مخلوق میں سے جو بھی کسی کی امداد کرتا ہے، وہ بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی امداد ہے، بندہ تو اس کی امداد کا مظہر ہے، ورنہ اگر کوئی چاہے کہ میں عطاے الٰہی کے بغیر ازخود کسی کی امداد کردوں، تو یہ ممکن نہیں ہے، اور کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے کہ وہ ازخود امداد کرسکتا ہے، اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد وعطا کی ضرورت نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کا عقیدۂ استمداد

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی۔قدس سرہ۔فرماتے ہیں:

اس استعانت ہی کو دیکھیے! کہ جس معنی پر غیرِ خدا سے شرک ہے، یعنی اسے قادر بالذات ومالک مستقل جان کر مدد مانگنا بایں معنی اگر دفعِ مرض میں طبیب یا دوا سے استمداد کرے، یا حاجتِ فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے، یا انصاف کرنے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے، بلکہ کسی سے روزمرہ کے معمولی کاموں میں مدد لے، جو بالیقین تمام وہابی روزانہ اپنی عورتوں، بچوں، نوکروں سے کرتے کراتے ہیں، مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھا دے، یا کھانا پکا دے، سب قطعی شرک ہے، کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کردینے پر خود انھیں اپنی ذات سے بے عطاے الٰہی قدرت ہے، تو صریح کفر

وشرک میں کیا شبہ رہا؟ اور جس معنی پر ان سب سے استعانت شرک نہیں ،یعنی مظہرِ عونِ الٰہی، وواسطہ، ووسیلہ، وسبب سمجھنا، اس معنی پر حضراتِ انبیا واولیا -علیہم افضل الصلاۃ والثناء- سے کیوں شرک ہونے لگی؟ (برکات الامداد، ص:۲۹-۲۸)

خلاصہ یہ کہ کسی بھی مخلوق کو اس طرح مستقل مددگار ماننا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی امداد وعطا کی محتاج نہیں ہے، شرک اور کفر ہے اور کسی مخلوق کو عطاے الٰہی کا مظہر اور وسیلۂ رحمتِ باری تعالیٰ ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

استعانت اور توسل ایک ہی شے ہے

اللہ تعالیٰ مقصودِ اصلی ہے، اسے وسیلہ نہیں بنایا جاسکتا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اشیا خواہ وہ ذوات ہوں یا اعمالِ صالحہ، کو وسیلہ بنانا جائز ہے، اور ان سے استعانت بھی جائز ہے؛ کیوں کہ توسل اور استعانت اگرچہ الگ الگ الفاظ ہیں، لیکن ان سے مراد ایک ہی ہے، امام علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

’’جب نبی اکرم ﷺ سے کسی شے کے طلب کرنے کے احوال اور اقسام کا بیان ہوگیا اور مطلب ظاہر ہوگیا تو، اب تم اس طلب کو توسل کہو یا تشفع، استغاثہ کہو یا تجوہ، یا توجہ، کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ ان سب کا مطلب ایک ہی ہے۔ (شفاء السقام، ص:۱۷۵ - و مواہب لدنیہ، ج:۸، ص:۳۶۱)

اقسامِ نسبت

علماے معانی نے اسناد (نسبت) کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

• حقیقت عقلیہ • مجازِ عقلی

حقیقت عقلیہ یہ ہے کہ فعل کی نسبت ایسی شے کی طرف کی جائے کہ بظاہر متکلم کے نزدیک فعل اس کی صفت ہو جیسے ’’انبت اللہ البقل‘‘ (اللہ تعالیٰ نے سبزہ اگایا) سبزہ اگانا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، جب اس کی نسبت اس ذاتِ قدوس کی طرف کی جائے گی تو اسے حقیقت عقلیہ کہا جائے گا۔

مجازِ عقلی یہ ہے کہ فعل کے موصوف کی بجاے اس کے کسی متعلق کی طرف نسبت کردی جائے اور ساتھ ہی کوئی علامت بھی پائی جائے کہ یہ نسبت موصوف کی طرف نہیں، بلکہ اس کے کسی متعلق کی طرف ہے، مثلاً فعل کی نسبت زمان، مکان یا سبب کی طرف کردی جائے، مثلاً ’’بَنَی الْأَمِیرُ الْمَدِینَۃَ‘‘ (امیر نے شہر بنایا) حقیقتاً شہر کی تعمیر معماروں اور مزدوروں کا کام ہے، لیکن امیر چوں کہ سبب ہے، اس کے کہنے پر شہر تعمیر کیا گیا ہے، اس لیے مجازاً تعمیر کی نسبت اس کی طرف کردی گئی ہے۔

پھر مجاز پر دلالت کرنے والا قرینہ (علامت) کبھی لفظی ہوگا اور کبھی معنوی، علامتِ معنوی کی مثال دیتے ہوئے علامہ تفتازانی ’’احوال الاسناد الخبری‘‘ میں فرماتے ہیں:

جب موحد سے ’’انبت الربیع البقل‘‘ (موسم بہار نے سبزہ اگایا) ایسا کلام صادر ہوگا، تو حکم کیا جائے گا کہ یہ اسناد، مجازی ہے؛ کیوں کہ موحد کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اگانا موسم بہار کی صفت ہے، جب کہ یہی بات اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر کہے گا، تو اسے حقیقت کہا جائے گا۔
(المطول، ص:۱۰۶)

یہی علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

کافر نے کہا: موسمِ بہار نے سبزہ اگایا، یہ نسبت اگرچہ اس کی طرف نہیں ہے جس کی صفت اگانا ہے، بلکہ اس کے غیر کی طرف ہے، لیکن اس میں علامت نہیں ہے (حتی کہ اسے مجاز کہا جاسکے)؛ کیوں کہ یہ تو اس کی مراد ہے اور اس کا عقیدہ ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ طبیب نے مریض کو شفادی (لہذا یہ حقیقت ہے)۔ (ایضاً، ص:۹۹)

خلاصہ یہ کہ کافر نے کہا کہ طبیب نے مریض کو شفادی، تو یہ حقیقت ہے؛ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر کا قائل ہی نہیں ہے، یہی بات اگر مومن نے کہی تو اسے مجازِ عقلی کہا جائے گا اور اس کا ایمان دار ہونا اس بات کی علامت ہوگا کہ وہ شفا کی نسبت طبیب کی طرف اس لیے کررہا ہے کہ وہ شفا کا سبب ہے، اس لیے نسبت نہیں کررہا ہے کہ فی الواقع طبیب نے شفادی ہے، شفادینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

اس گفتگو پر غور کرنے سے مسئلۂ استعانت کی حیثیت بالکل واضح ہوجاتی ہے؛ کیوں کہ

انبیاواولیاسے مدد چاہنے والا اگر مومن ہے تواس کا ایمان دار ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس کے نزدیک کارسازِ حقیقی، مقاصد کا پورا کرنے والا، حاجتیں بَرلانے والا، اللہ تعالیٰ ہی ہے، ان امور کی نسبت انبیاواولیا کی طرف مجازِ عقلی کے طور پر کی گئی ہے کہ وہ مقاصد کے پورا ہونے کے لیے سبب اور وسیلہ ہیں۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ”اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

اس جگہ یہ سمجھنا چاہیے کہ غیر سے اس طرح استعانت حرام ہے کہ اعتماد اس غیر پر ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ جانے، اور اگر توجہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر جانے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانۂ اسباب پر نظر کرتے ہوئے اس غیر سے ظاہری استعانت کرے، تو یہ راہِ معرفت سے دور نہ ہوگا، اور شریعت میں جائز اور روا ہے، اس قسم کی استعانت انبیا واولیا نے غیر سے کی ہے، درحقیقت استعانت کی یہ قسم غیر سے نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔(تفسیر عزیزی، ج:۱ ص:۸)

مشہور اہلِ حدیث نواب وحیدالزماں لکھتے ہیں :

اس کا ضابطہ یہ ہے کہ جو امور انبیاواولیا سے ان کی زندگی میں طلب کیے جاتے تھے، مثلاً دعا اور شفاعت وہ ان کے وصال کے بعد طلب کرنا شرک اکبر نہیں ہوگا، اور وہ امور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور ان حضرات کی زندگی میں ان سے طلب نہیں کیے جاتے تھے، ایسے امور کا ان سے ان کی وفات کے بعد طلب کرنا شرک ہے، جیسے ان امور کا ان کی زندگی میں طلب کرنا شرک ہے، البتہ مجازاً نسبت ہوسکتی ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ -علیہ السلام- نے فرمایا: ”میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں“، شیخ الاسلام نے اپنے بعض فتاویٰ میں اس کی تصریح کی ہے۔ (ہدیۃ المہدی،ص:۱۹-۱۸)

مجازی نسبت پر گفتگو کرتے ہوئے نواب صاحب مزید لکھتے ہیں :

اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ”وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ“ میں پیدا کرنے اور شفا دینے کی نسبت حضرت عیسیٰ -علیہ السلام- کی طرف مجازاً کی گئی ہے، پس اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ روح اللہ -علیہ السلام- سے درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے مردے کو زندہ کریں، تو یہ

شرکِ اکبر نہ ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص زندہ ولی سے یا نبی یا ولی کی روح سے یہ درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے اولاد دیں یا اس کی بیماری دور کردیں، تو یہ شرک اکبر نہ ہوگا۔ (ایضاً:ص:۱۹)

قولِ فیصل

اس تفصیل سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ انبیاواولیا سے حصولِ مقاصد کی درخواست کرنا شرک وکفر نہیں ہے، جیسے عام طور پر مبتدعین کا رویہ ہے کہ بات بات پر شرک اور کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔

البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب حقیقی حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، تو احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ اسی سے مانگا جائے اور اسی سے درخواست کی جائے اور انبیا واولیا کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے؛ کیوں کہ حقیقت، حقیقت ہے اور مجاز، مجاز ہے۔ یا بارگاہ انبیا واولیا میں درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہماری مشکلیں آسان فرمادے اور حاجتیں برلائے، اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی پیدا نہیں ہوگی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہوگی۔

استعانت اور قرآن

قرآن وحدیث کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ انبیاے کرام اور صحابۂ کرام نے بوقتِ ضرورت مخلوق خدا سے مدد طلب کی ہے، چند آیات ملاحظہ ہوں:

• ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ“۔

(الصف:۱۴)

”اے ایمان والو! دینِ خدا کے مددگار ہوجاؤ، جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا: کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں؟ حواری بولے: ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں“۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں سے اپنے دین کی مدد طلب کی ہے، اسی طرح

حضرت عیسیٰ -علیہ السلام- نے حواریوں سے مدد طلب کی، بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام نصرتیں بلاواسطہ نازل فرما دیتا،لیکن اس کی عادت کریمہ جاری ہے کہ کارخانۂ قدرت کا نظام مختلف اسباب اور وسائل سے وابستہ کر رکھا ہے،اسی کا اس آیت میں اظہار ہے۔

• ”یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ“

(محمد:۶)

”اے ایمان والو! اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے،اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جمادے گا“۔

اس آیت میں وہ کارساز بے نیاز مومنوں سے دین کی مدد طلب فرماتا ہے،اور مومنوں کو سرفرازی حاصل کرنے کا موقع عطا فرماتا ہے۔

• ”قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ“

(الکہف:۹۵)

”(سکندر ذوالقرنین نے) کہا: وہ،جس پر مجھے میرے رب نے قابو دیا،بہتر ہے،تو میری مدد طاقت سے کرو“۔

• ”قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ“.

(یوسف:۵۵)

”یوسف نے کہا: مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے، بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں“۔

زمین کے خزانوں پر تقرر کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کی، بلکہ بادشاہِ وقت کو کہا گیا ہے۔کون کہہ سکتا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت یوسف-علیہ السلام-نے شرک کیا تھا؟

• ”قَالَ یٰاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ“۔

(النمل:۳۸)

”سلیمان نے فرمایا کہ اے درباریو!تم میں کون ہے کہ وہ اس (ملکہ بلقیس) کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں“۔

نبی اکرم ﷺ سے استعانت

اس سلسلے میں احادیث تلاش کی جائیں تو خاصا ذخیرہ فراہم ہوسکتا ہے،اس جگہ صرف ایک حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے:

عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: كُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَتَیْتُهُ بِوَضُوْئِهِ وَ حَاجَتِهِ، فَقَالَ لِیْ: سَلْ، فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ، قَالَ: اَوَ غَیْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ هُوَ ذٰلِكَ، قَالَ: فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔

(مشکاۃ،ص: ۸۲،بحوالہ صحیح مسلم)

حضرت ربیعہ بن کعب -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رات گزارتا تھا،میں نے آپ کی خدمت میں وضو کا پانی اور دیگر ضروریات کی چیزیں (مسواک وغیرہ) پیش کیں،تو آپ نے فرمایا مانگ، میں نے عرض کیا: میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں،فرمایا: اور کچھ؟ عرض کیا: میری مراد صرف یہی ہے،فرمایا: اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے تو میری امداد کر۔

غور کیجیے! حضرت ربیعہ بن کعب -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- بارگاہِ رسالت میں اپنی دلی مراد کا سوال پیش کر رہے ہیں، جواباً حضورِ اکرم ﷺ انھیں منع نہیں فرماتے کہ تم مجھ سے کیوں مانگ رہے ہو، جنت چاہیے تو خدا سے مانگو، میں کون ہوتا ہوں جنت دینے والا، بلکہ ان سے وعدہ فرمایا جاتا ہے،ان سے مدد طلب کی جاتی ہے کہ سجدے کثرت سے ادا کرو، جنت میں تمھیں ہماری رفاقت عطا کر دی جائے گی۔

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے مطلقاً فرمایا کہ مانگ (کسی چیز کی تخصیص نہیں کی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی ہے کہ حق تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو چاہیں دیں، ابنِ سبع وغیرہ نے حضورِ اکرم ﷺ کے خصائص میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین حضور کی جاگیر کر دی ہے، اس میں سے جتنی چاہیں، جسے چاہیں بخش دیں۔(مرقاۃ المفاتیح، ج:۱،ص:۳۲۳)

نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں:

مطلقاً فرمایا: مانگو اور کسی خاص مقصد کی تعیین نہیں فرمائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ اقدس اور آپ کی ہمتِ کرم سے وابستہ ہیں، جو کچھ چاہیں اور جسے چاہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

- حضور! دنیا و آخرت آپ کی بخشش کا ایک حصہ ہیں، اور لوح و قلم آپ کے علوم کا بعض ہیں۔ (قصیدہ بردہ)
- اگر تو دنیا و آخرت کی خیریت چاہتا ہے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں آ، اور جو چاہے مانگ۔ (مسک الختام شرح بلوغ المرام، ج:۱، ص:۲۷۶)

ایک طرف تو ان آیات و احادیث کو پیشِ نظر رکھیں، دوسری طرف ملاحظہ ہو کہ کہنے والے یہاں تک کہہ جاتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ محکم میں متعدد انبیا اور عبادِ صالحین کا ذکر کیا ہے، انھیں اپنے مسائل، مشکلات اور پیش آمدہ حوادث میں استغاثہ، استعانت اور دعا کی ضرورت پیش آئی لیکن انھوں نے آدم سے نوح تک، ابراہیم سے موسیٰ تک، یونس سے خاتم النبیین اشرف المرسلین محمد بن عبداللہ تک۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کسی سے مدد مانگی اور نہ ہی کسی کو پکارا، خواہ مغفرت کا مطالبہ ہو یا اولاد یا شفا کا، ہلاکت کے مقامات سے نجات مطلوب ہو یا فقر و فاقہ اور قید وغیرہ سے رہائی یا مدد طلب کرنا، انھوں نے صرف اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، کوئی واقعہ، کوئی حادثہ ایسا وارد نہیں ہوا کہ کسی نے اللہ کے سوا اللہ کے مقرب بندوں اور منتخب اولیا سے مدد مانگی ہو۔ (البریلویہ، ص: ۶۳)

ایک بار پھر مذکورہ بالا آیات اور حدیث شریف کا مطالعہ کر لیجیے! تاکہ ظاہر ہو جائے کہ یہ تمام ترلچھے دار وعظ و خطابت کا ایک نمونہ ہے، جسے حقائق سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے، پھر انبیائے کرام تو وہ ہستیاں ہیں، جن کے وسیلے سے بارگاہِ خداوندی میں اپنی حاجتیں اور مرادیں پیش کی جاتی ہیں، وہ تو خود بارگاہِ الٰہی کے مقرّب ترین ہیں، جو عرض کرنا چاہیں، براہِ راست عرض کر دیں، انھیں کسی واسطے اور وسیلے کی کیا ضرورت؟

نواب وحید الزماں اور مسئلۂ استعانت

نواب صاحب غیر مقلدین کے مشہور عالم اور ''صحاح ستّہ'' کے مترجم ہیں، انھوں نے اپنی کتاب ''ہدیۃ المہدی'' میں مسئلۂ استعانت پر تفصیلی گفتگو کی ہے، چند اقتباسات ملاحظہ ہوں! لکھتے ہیں:

حاصل یہ کہ غیر اللہ زندہ ہو یا مردہ، اس کے بارے میں جس شخص کا اعتقاد یہ ہو کہ اس کی قدرت ذاتی ہے، یا اللہ تعالیٰ نے اسے کسی چیز کی قدرت اس طرح عطا کر دی ہے کہ اسے نئے اذن کی ضرورت نہیں، وہ مشرک ہے۔ اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ غیر اللہ عاجز محض ہے۔ جیسے میت، غسل دینے والے کے ہاتھ میں۔ وہ خود کسی چیز پر قادر نہیں، ہاں! جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے اور چاہے کہ اس سے یہ کام لے، تو اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کی اجازت، اس کے ارادے اور قضا سے غیر اللہ نصرت و امداد کرے گا، اور فائدہ و نقصان پہنچائے گا، تو ایسا شخص موحد ہے، مشرک نہیں ہے، خواہ وہ غیر اللہ زندہ ہو یا مردہ۔ یہ بعینہٖ ایسے ہے کہ جو شخص سمجھتا ہے کہ جمال گوٹہ (جلاب آور دوائی) خود بخود دست لاتا ہے یا آگ از خود جلاتی ہے، تو وہ مشرک ہے اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ جمال گوٹہ کا دست آور ہونا اور آگ کا جلانا اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کے اذن و ارادے سے ہے تو وہ موحد ہے، مشرک نہیں ہے۔ (ہدیۃ المہدی، ص:۱۷)

یہی وہ عقیدہ ہے جو ہم اس سے پہلے امام احمد رضا بریلوی کے رسالۂ مبارکہ ''برکات الاستمداد'' سے نقل کر چکے ہیں، کہ مخلوق کو بالذات مفید اور مضر ماننا شرک ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا سے ماننا شرک نہیں ہے۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

جو شخص کسی زندہ یا مردہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اسے مستقل طور پر یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مل کر فائدہ یا نقصان دے سکتا ہے، یا اس کی طرف متوجہ ہو، یا ایسی چیز میں اس کی مدد مانگے، جس پر مخلوق قادر نہیں ہے، تو اس کی توحید خالص نہیں ہے، اور نہ ہی وہ صرف اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار ہے۔ (ایضاً، ص:۱۹)

قاضی شوکانی کے قول سے ثابت ہوا کہ کسی زندہ یا مردہ میں درج ذیل امور میں سے کسی ایک کا عقیدہ رکھنے کی صورت میں شرک لازم آئے گا:

- کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچانے میں مخلوق کو مستقل مانا جائے۔
- کسی کو مفید یا مضر ہونے میں، اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جائے۔
- ایسے امور میں استعانت کی جائے، جن پر مخلوق کو قدرت نہیں ہے۔

اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نفع ونقصان سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، مخلوق تو درمیان میں واسطے اور وسیلے کی حیثیت رکھتی ہے، پھر شرک کیسے لازم آ گیا؟

اس پر نواب وحید الزماں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس امام (شوکانی) کو دیکھو! کہ غیر اللہ کے مفید یا مضر ہونے کے عقیدے کو شرکِ اکبر اس وقت قرار دیتے ہیں، جب اسے نفع وضرر میں مستقل مانا جائے یا اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جائے، اسی طرح غیر اللہ کو ندا، اس کی طرف توجہ اور اس سے امداد کا طلب کرنا شرکِ اکبر اس وقت ہوگا، جب یہ استعانت ان امور میں ہو جو مخلوق کی قدرت میں نہیں ہیں۔

واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ جو امور مخلوق کی قدرت میں ہیں، ان میں پکارنا، متوجہ ہونا، یا مدد مانگنا یا غیر اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے اذن، اس کے حکم اور ارادے سے نفع وضرر کا اعتقاد کرنا شرکِ اکبر نہیں ہے۔ (ہدیۃ المہدی، ص:۲۰)

اب مبتدعینِ زمانہ کو کون سمجھائے کہ انبیا و اولیا سے مدد کی درخواست کرنے والا کوئی مسلمان ایسے امور میں استعانت نہیں کرتا، جو مخلوق کی قدرت میں نہ ہو، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کسی کو مفید یا مضر جانتا ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

''یہ مقصد نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان افعال کے خالق ہیں، یا ان میں مستقل ہیں، یہ کسی بھی مسلمان کا مقصد نہیں؛ لہٰذا کلام کو اسی مطلب کی طرف پھیرنا اور اسے ممنوع قرار دینا، دین میں فریب کاری ہے اور عوام موحدین کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔ (شفاء السقام، ص:۱۷۵)

نواب وحید الزماں استغاثۂ مذکورہ کے شرک نہ ہونے کی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں:

صاحب جامع البیان نے اپنی تفسیر کے ابتدا میں نبی اکرم ﷺ سے امداد طلب کی ہے، اگر غیر اللہ سے مطلق استغاثہ شرک ہو تو لازم آئے گا کہ صاحب جامع البیان مشرک ہوں، پھر ان کی تفسیر پر اعتماد کیسے کیا جائے گا؟ حالاں کہ تمام اہلِ حدیث نے ان کی تفسیر کو قبول کیا ہے۔ سید علامہ صدیق حسن خاں بھوپالی نے ایک طویل قصیدے میں کہا ہے:

- اے میرے آقا! میرے سہارے، میرے وسیلے، سختی اور نرمی میں میرے کام آنے والے!
- میں آپ کے دروازے پر حاضر ہوا ہوں، اس حال میں کہ میں ذلیل ہوں، گڑگڑا رہا ہوں، غم زدہ ہوں اور میری سانس پھولی ہوئی ہے۔
- آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے، جس سے مدد مانگی جائے، اے رحمۃ للعالمین! میری آہ وبکا پر رحم فرمائیے۔ (ترجمہ، حاشیہ ہدیۃ المہدی، ص:۲۰)

اگر یہی اشعار نام بتائے بغیر مبتدعینِ زمانہ کے سامنے پیش کیے جائیں، تو شرک اور کفر سے کم کوئی فتویٰ نہیں لگایا جائے گا، بلکہ جھٹ سے کہا جائے گا کہ یہ قائل، شرک میں دورِ جاہلیت کے مشرکوں اور مکہ کے بت پرستوں سے بھی بڑھا ہوا ہے، لیکن جب یہ ظاہر ہوگا کہ یہ تو ہمارے نواب بھوپالی صاحب کا کلام ہے، تو فتوائے شرک عائد کرنے کے لیے ان کے قلم تو کیا قلم دانوں کی سیاہی خشک ہو جائے گی، خوفِ خدا اور خوفِ آخرت سے محرومیت کی یہ وہ افسوس ناک حالت ہے کہ اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

طرفہ تماشا یہ کہ نواب بھوپالی، قاضی شوکانی اور ابنِ قیم اپنے ایسے بزرگوں سے مدد مانگتے ہیں جنھیں فوت ہوئے بھی عرصہ گزر چکا ہے، انداز ملاحظہ ہو:

قبلۂ دیں مددے، کعبۂ ایماں مددے   ابنِ قیم مددے، قاضی شوکاں مددے

(ایضاً: ص:۲۳)

اللہ اکبر! اہلِ سنت و جماعت اگر یا علی، یا داتا کہہ دیں تو ان پر کفر و شرک کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے اور درجنوں گالیاں دینے کے بعد بھی ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں:

بریلویوں کے امتیازی عقائد، یہ وہی خرافات ہیں جو مختلف شہروں میں درمیانی درجے کے صوفیوں میں پائے جاتے ہیں، اور دین کے نام پر بت پرستوں، عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے ہیں، ملتِ اسلامیہ کے مجددین، مختلف ادوار اور علاقوں میں جن کے خلاف جنگ کرتے رہے ہیں، ان میں سے کچھ دورِ جاہلیت میں بھی موجود تھے، قرآن اور حاملِ قرآن نے ان سے جنگ کی، لیکن افسوس کہ وہ عقائد وخرافات بعض لوگوں کے نزدیک اسلام کے لوازم میں سے بن چکے ہیں، جیسے غیر اللہ سے استعانت۔ (ملخصاً، البریلویہ، ص: ۵۵)

ہمیں اس فرقے سے شکایت نہیں ہے، جو لوگ تمام امتِ مسلمہ کو کافر ومشرک قرار دینے سے بھی نہ شرمائیں، وہ اگر ہمیں چنیں وچناں کہہ دیں تو کیا عجب؟ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان مغالطات میں سے کچھ حصہ نواب وحید الزماں، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اور ان کے مقلدین میں بھی تقسیم کردیا جائے؛ کیوں کہ اول الذکر غیر اللہ سے استعانت کو جائز قرار دے رہے ہیں، اور آخر الذکر خود استعانت کر رہے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ یہ لوگ اپنے فتووں کا رُخ اس طرف نہیں پھیریں گے؛ کیوں کہ شرک وکفر کے فتوے عامۃ المسلمین کے لیے ہیں، اپنوں کے لیے نہیں ہیں۔

نواب وحید الزماں نے اس مسئلے پر مستقل فصل قائم کی ہے کہ جب مخلوق سے ان امور میں مدد مانگنا جائز ہے جو ان کے اختیار میں ہوں، تو کیا انبیا، شہدا اور صلحا سے ایسے امور میں امداد مانگی جاسکتی ہے؟ جو ان کی (ظاہری) زندگی میں ان سے طلب کیے جاتے تھے، مثلاً اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا یا اس کے علاوہ۔

اس فصل میں ابنِ تیمیہ، ابنِ قیم اور قاضی شوکانی کا مذہب یہ بیان کیا ہے کہ ایسا کرنا، ناجائز اور بدعت ہے، ابنِ قیم نے کہا کہ میت کا عمل منقطع ہوچکا ہے اور وہ اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں، مدد مانگنے والے کو وہ کیا دے گا؟ دوسرے فریق کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں:

مگر مجوزین، جیسے امام سبکی، ابنِ حجر مکی، قسطلانی اور بہت سے شافعیہ، وہ کہتے ہیں کہ اس بات میں زندہ بھی مردہ کی طرح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا‘‘۔ (الاعراف: ۱۸۸)

جس طرح زندہ، اللہ تعالیٰ کے اذن، رضا، ارادے، حکم اور قدرت کے بغیر امداد نہیں

کرسکتا، اسی طرح میت بھی ہے، عمل کے منقطع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمل موجود ہی نہ ہو؛ کیوں کہ فرشتوں کے اعمال منقطع ہیں، اس کے باوجود انھیں جو حکم دیا جاتا ہے، وہ کرتے ہیں۔

میں نے خواب میں حضرت امام حسن بن علی کو دیکھا، انھوں نے جماعت کرائی، میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی، پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ اس جگہ کیسے نماز پڑھتے ہیں؟ حالاں کہ برزخ دارِ عمل نہیں ہے، انھوں نے فرمایا: ہاں! اس جگہ نماز واجب نہیں ہے، لیکن اولیاے کرام اس جگہ نفلی طور پر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور اپنے رب کی عبادت سے فرحت ونشاط حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔

پھر مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث یاد آئی کہ میں نے حضرت موسیٰ۔علیہ السلام۔ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ نماز بھی دعا پر مشتمل ہے اور یہ حدیث کہ گویا میں موسیٰ۔علیہ السلام۔ کی طرف دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے تلبیہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر رہے ہیں۔ علامہ طیبی نے فرمایا: انبیا کے لیے دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا بعید نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ شہدا سے افضل ہیں، اگرچہ دارِ آخرت دارِ تکلیف نہیں ہے۔ اب کون سی چیز ہے جو زائر کو میت کے لیے دعا کرنے سے روک رہی ہے؟ حالاں کہ سوال مردوں سے نہیں ہے، بلکہ اولیا کی روحوں سے ہے اور روحیں موت کا ذائقہ نہیں چکھتیں، اور نہ ہی فنا ہوتی ہیں، بلکہ ان کا احساس اور ادراک باقی رہتا ہے، خصوصاً ارواحِ انبیا اور شہدا؛ کیوں کہ وہ کتاب وسنت کی نص کے مطابق زندہ ہیں، ہاں! یہ استعانت ان کی قبروں کے پاس ہونی ضروری ہے؛ کیوں کہ وہ اپنی زندگی میں دور سے نہیں سنتے تھے، موت کے بعد کیسے سنیں گے؟ (ہدیۃ المہدی، ص: ۲۲۔۲۱)

اس سے پہلے حدیث شریف گزر چکی ہے، جس میں آیا ہے کہ بندہ کثرتِ نوافل سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کے اعضا تجلیاتِ الٰہیہ کا مظہر بن جاتے ہیں، اور اس حدیث کی شرح میں امام رازی کی یہ تصریح کہ بندہ قریب وبعید کی چیزوں کو دیکھتا اور سنتا ہے۔ یقیناً مذہبی مادہ پرستوں کے لیے یہ بڑے اچنبھے کی بات ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس مقام پر فائز کردے تو اس بندے کے لیے دور ونزدیک کی چیزوں کا دیکھنا سننا کچھ مشکل نہیں۔

منکرین کے سامنے جب مخلوق سے استعانت کے جائز ہونے پر قرآن وحدیث سے

دلائل پیش کیے جائیں، تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو زندہ سے استعانت ہے، اسے تو ہم بھی مانتے ہیں، ہم جو شرک کہتے ہیں تو مردہ سے مدد مانگنے کو کہتے ہیں، نواب صاحب اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عجب ترین بات یہ ہے کہ ہمارے کچھ بھائیوں نے استعانت میں زندہ اور مردوں کا فرق کیا ہے، اور گمان کیا کہ وہ امور جو بندوں کی قدرت میں ہیں، ان میں زندوں سے مدد مانگنا شرک نہیں، البتہ انھی امور میں مردوں سے مدد مانگنا شرک ہے، حالاں کہ یہ کھلا مغالطہ ہے؛ کیوں کہ غیر اللہ ہونے میں زندہ اور مردہ برابر ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مردوں سے مدد مانگنا انھیں زندوں کا شریک بنانا ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کا شریک۔

یہی عقیدہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

جو شرک ہے وہ جس کے ساتھ کیا جائے گا شرک ہی ہوگا، اور ایک کے لیے شرک نہیں تو وہ کسی کے لیے شرک نہیں ہو سکتا، کیا اللہ کا شریک مردے نہیں ہو سکتے، زندے ہو سکتے ہیں؟ دور کے نہیں ہو سکتے، پاس کے ہو سکتے ہیں؟ انبیا نہیں ہو سکتے، حکیم ہو سکتے ہیں؟ انسان نہیں ہو سکتے، فرشتے ہو سکتے ہیں؟ حاشا للہ! اللہ کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا۔ (برکات الامداد، ص:۱۸)

اعرابی کا استغاثہ

حضرت عتبیٰ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے روضۂ انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک اعرابی آیا، اس نے کہا: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" میں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا ہے:

"لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا" (النساء:۶۴)

"اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو آپ کے پاس آئیں، پھر اللہ سے مغفرت طلب کریں، اور رسول ان کے لیے مغفرت طلب کریں، تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے"۔

میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اور آپ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں شفاعت طلب کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں، پھر اس اعرابی نے جو شعر پڑھے ان کا ترجمہ یہ ہے:

- اے وہ بہترین ذات کہ اِس میدان میں ان کا جسم اطہر مدفون ہے۔ جس کی خوش بو سے میدان اور ٹیلے مہک اُٹھے۔
- میری جان، اس قبر انور پر فدا جس میں آپ تشریف فرما ہیں، اس میں پاک دامنی ہے اور اس میں جود و کرم ہے۔

اس کے بعد اعرابی چلا گیا، عتبیٰ کہتے ہیں: مجھے اونگھ آ گئی، میں نے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی، آپ نے فرمایا: عتبیٰ! اعرابی کے پاس جاؤ اور اسے خوش خبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی ہے۔

(ملخصاً تفسیر ابن کثیر، ج:۱، ص:۵۲۰)

امام علامہ شمس الدین محمد بن جزری شافعی یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

اذا انفلتت دابته فلیناد أعینوا یا عباداللہ رحمکم اللہ وان اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ أعینونی یا عباد اللہ أعینونی یا عباد اللہ أعینونی وقد جرب ذالك. (الحصن الحصین، ص:۲۲، بحوالہ معجمِ کبیر)

جب کسی آدمی کی سواری گم ہو جائے، تو ندا کرے، اے اللہ کے بندو! امداد کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے (مسند ابو عوانہ، مصنفِ ابنِ ابو شیبہ) اور اگر امداد چاہے تو کہے: اے اللہ کے بندو! میری امداد کرو (تین بار اس طرح کہے) یہ عمل مجرب ہے۔

یاد رہے کہ "حصن حصین" دعاؤں کا وہ مجموعہ ہے، جو علامہ جزری نے احادیثِ صحیحہ سے منتخب کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: "وأخرجته من الأحاديث الصحيحة" (ایضاً، ص:۲)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مدد مانگنے کو شرک قرار دیتے ہیں، ان کے مذہب کے مطابق لازم آئے گا کہ معاذ اللہ! حضورِ اکرم ﷺ نے شرک کی تعلیم دی ہو، اور ائمۂ دین شرک کی تعلیم دیتے رہے ہوں۔

تحریفِ معنوی

کافروں کے بارے میں وارد آیات، مومنوں پر، اور بتوں سے متعلق آیات، انبیا پر چسپاں کرنا مشرکین اور خوارج کا وطیرہ رہا ہے، قرآن پاک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا"۔ (البقرۃ:۲۶) اس کے سبب بہت سے لوگوں کو گم راہی میں ڈالتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔

صحابۂ کرام۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔نے اس کے مطالب نبی اکرم ﷺ سے حاصل کیے اور کامیاب ہوئے، مشرکین، منافقین اور خوارج نے اپنی عقل کو امام بنایا، گم راہی کے گڑھے، ان کا مقدر ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"انکم و ما تعبدون من دون الله حصب جهنم"۔ (الانبیاء:۹۸)

بے شک تم اور وہ جس کی تم اللہ کے سوا، عبادت کرتے ہو، سب جہنم کے ایندھن ہیں۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

جب یہ آیت نازل ہوئی، تو مشرکینِ مکہ میں سے ابنِ زبعریٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ اللہ کے سوا تو فرشتوں، حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور حضرت مریم کی بھی عبادت کی جاتی ہے، لہٰذا وہ بھی جہنم میں جائیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر فتح القدیر، ج:۳، ص:۴۲۹)

"اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ"

(الانبیاء:۱۰۱)

بے شک وہ جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ ہو چکا، وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

انھیں اتنا بھی احساس نہ ہوا کہ وَمَا تَعْبُدُوْنَ میں لفظ "مَا" لایا گیا ہے جو غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے، اس میں فرشتے اور انبیا کیسے داخل ہوں گے؟ بعد میں ابنِ زبعریٰ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔

حضرت امام بخاری فرماتے ہیں:

وكان ابن عمر يراهم شرار خلق الله وقال انهم انطلقوا الى آيات نزلت فى الكفار فجعلوها على المؤمنين.

(صحیح بخاری، ج:۲، ص:۱۰۲۴)

حضرت عبداللہ بن عمر۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔خوارج کو تمام مخلوقِ خدا سے زیادہ شریر قرار دیتے تھے، اور فرماتے تھے: انھوں نے کافروں کے بارے میں نازل شدہ آیات، مومنوں پر چسپاں کر دی ہیں۔

احسان الٰہی ظہیر نے بھی کافروں کے بارے میں نازل شدہ آیات، مسلمانوں پر اور بتوں کے بارے میں وارد آیات انبیا اور اولیا پر چسپاں کر کے یہ ناکام تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کسی کی امداد نہیں کر سکتے، اور ان سے مدد مانگنا ناجائز ہے، اب یہ تو ظہیر صاحب ہی بتائیں گے کہ انھوں نے یہ کرتب مشرکینِ مکہ سے سیکھا ہے یا خوارج سے؟

ایک آیت یہ پیش کی ہے:

"قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ" (السبا:۲۲)

قاضی شوکانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ نبی اکرم ﷺ کو حکم ہے کہ کفارِ قریش کو فرمائیں یا مطلق کافروں کو۔ (تفسیر فتح القدیر، ج:۳، ص:۳۲۴)

دوسری آیت یہ پیش کی ہے:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ. (الفاطر:۳۵)

اس آیت کی تفسیر میں قاضی شوکانی نے کہا:

"لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ" وہ تمھاری دعا کو نہیں سنیں گے؛ کیوں کہ وہ پتھر ہیں، اور کسی بھی چیز کا ادراک نہیں کرتے، اور جائز ہے کہ "وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ" اور اس کے مابعد سے

مراد، وہ عقل والے ہوں، جن کی کافروں نے عبادت کی، اور وہ ملائکہ، جن اور شیاطین ہیں۔
(تفسیر فتح القدیر، ج:۳، ص:۳۴۳)

غور فرمایئے! قاضی شوکانی جس آیت کو بتوں اور شیطانوں کے حق میں وارد قرار دیتے ہیں، ظہیر صاحب محض سینہ زوری سے اس آیت کو انبیا و اولیا پر چسپاں کرنے پر مصر ہیں۔

پھر اسی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ" یعنی قیامت کے دن معبودانِ باطلہ تمھارے شرک کا انکار کریں گے، جب کہ حضور سید الانبیا ﷺ اہلِ محشر کی درخواست پر فرمائیں گے: "اَنَا لَھَا"۔ (صحیح مسلم، ج:۱، ص:۱۱۰) میں اس شفاعت کے لیے ہوں؛ لہٰذا یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ یہ آیت انبیا و اولیا کو بھی شامل ہے، یہ صرف بتوں اور معبودانِ باطلہ کے بارے میں ہے، جنھیں اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جاتا ہے، الحمد للہ! کہ انبیا و اولیا کو کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں مانتا۔

اسی طرح باقی پیش کردہ آیات بھی بتوں اور معبودانِ باطلہ کے بارے میں ہیں، انھیں زیرِ بحث مسئلہ میں پیش کرنا کج فہمی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

ایک آیت یہ بھی پیش کی ہے:

اَفَرَأَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ھَلْ ھُنَّ کَاشِفَاتُ ضُرِّہٖ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ ھَلْ ھُنَّ مُمْسِکَاتُ رَحْمَتِہٖ. (الزمر:۳۸)

اتنا غور کرنے کی زحمت ہی نہیں کی کہ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر رحمت کرنا چاہے، یا کسی کو زحمت دینا چاہے، تو خود ساختہ معبود اسے روک نہیں سکتے، اس آیت کو معاذ اللہ! انبیا و اولیا پر کسی طرح بھی منطبق نہیں کیا جا سکتا؛ کیوں کہ کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے، اللہ تعالیٰ کے مدِ مقابل ہیں، اور اللہ تعالیٰ کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کا ارادہ اور فیصلہ فرمائے، تو یہ حضرات اسے روک سکتے ہیں، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ حضرات محبوبیت کے اس مقام پر فائز ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی درخواست کو شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے اور ان کی دعا کو رد نہیں فرماتا۔

ایک آیت یہ بھی پیش کی ہے:

اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا وَّ اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا.
(النساء:۱۱۷)

کیا ان لوگوں کی غیرتِ ایمانی بالکل مر چکی ہے، کہ اس قسم کی آیات انبیا و اولیا کے لیے پیش کر رہے ہیں؟ کیا ایسے الفاظ (شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا) انبیا و اولیا کے لیے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا؟ کیا ان لوگوں نے یہ یقین کر لیا ہے کہ قیامت کبھی نہیں آئے گی؟

"اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" سے بھی استدلال کیا ہے۔ منکرینِ استعانت، بڑے تواتر سے اس آیت کو پیش کرتے ہیں، حالاں کہ اس آیت کو عموم پر رکھا جائے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے بھی مدد مانگنا جائز نہ ہو، نہ زندہ سے، نہ مردہ سے، نہ قریب سے، نہ بعید سے نہ طبیب سے، نہ پولیس سے، نہ سعودیہ سے، نہ امریکہ سے، غرضے کہ کسی سے بھی امداد مانگنا شرک ہوگا۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب میں سے شوکانی نے کہا ہے کہ جو چیز مخلوق کی قدرت میں ہو، اس میں استعانت کے جائز ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور جس چیز پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قادر نہیں اس میں صرف اسی سے استعانت کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" سے بھی یہی مراد ہے، اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہمارے اصحاب میں سے جس نے بھی یہ کہا کہ غیر اللہ سے استعانت مطلقاً شرک ہے، **تو اس نے غلو سے کام لیا ہے اور حد سے تجاوز کیا ہے۔**

(ہدیۃ المہدی، ص:۱۹)

اور جب یہ طے ہے کہ یہ آیت اپنے عموم پر نہیں ہے، تو پھر اس میں وہی تخصیص کی جائے گی جو سراج الہند شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی نے بیان کی ہے کہ مخلوق کو مستقل جان کر استعانت حرام ہے اور مظہرِ عونِ الٰہی جان کر استعانت کی تو یہ نہ صرف جائز ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ اب بتایئے انبیا و اولیا سے استعانت اس آیت مبارکہ کے کیسے مخالف ہوئی؟

مبتدعین زمانہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں:

مشرکین بحری سفر میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے، جب کہ یہ لوگ (اہلِ سنت و جماعت) ہر سفر میں بری ہو یا بحری غیر اللہ ہی کو پکارتے ہیں‘‘ (:البریلویہ،ص:۴۸)

حالاں کہ شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی کی تصریح کے مطابق جب انبیا و اولیا کو مظہرِ عونِ الٰہی مانا، تو ان سے استعانت اللہ تعالیٰ سے ہی استعانت ہے، اس لیے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اہلِ سنت ہر جگہ بحر و بر میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے ہیں، لیکن ان ہستیوں کے وسیلے سے جو اللہ تعالیٰ کی محبوب ہیں، بخلاف مشرکین کے، کہ وہ غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں، اور جب عین منجدھار میں دیکھا کہ غیر اللہ کی مدد نہیں پہنچی تو اللہ تعالی کو پکارنے لگتے ہیں، اہلِ سنت و جماعت کا اعتقاد ہر جگہ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتا ہے غیر پر نہیں۔

نواب وحید الزماں ایک سوال قائم کر کے اس کا جواب دیتے ہیں:

سوال: بُت یا وثن سے سوال کرنا مطلقاً شرک ہے، اگر چہ وہ چیز مانگی جائے جو زندوں سے مانگی جاتی ہے، پھر تم کیسے کہتے ہو کہ جو چیز زندگی میں مانگی جاسکتی ہے وہ انبیا و اولیا کی روحوں سے بھی مانگی جاسکتی ہے؟

جواب: صنم اور وثن کا حکم الگ ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سے اجتناب اور انھیں توڑ دینے کا حکم دیا ہے، جو شخص ان سے سوال کرتا ہے اگر چہ وہ چیز مانگے جو زندوں سے مانگی جاتی ہے، وہ ان کی تعظیم کرتا ہے، اور ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ ملائکہ، انبیا، اولیا اور وہ شعائر جن کی عزت ہمارے دین میں باقی ہے، ان کے علاوہ جن چیزوں کی مشرک عبادت کرتے ہیں اُن کی معمولی تعظیم بھی کفر ہے، انبیا و اولیا کی روحیں، اصنام اور اوثان کے قبیل سے نہیں ہیں، بلکہ یہ ملائکہ کے قبیل سے ہیں، یا ان سے اعلیٰ ہیں؛ لہٰذا ان ارواح کو فرشتوں پر قیاس کیا جائے گا، نہ کہ اصنام و اوثان پر جو سراپا نجاست ہیں۔ (ہدیۃ المہدی، ص:۲۷)

(الحمد للہ! یہ رسالہ مکمل ہوا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر ۵

شہریارِ علم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً۔

(النساء: ۱۱۳)

اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمھیں
سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے، اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔
(کنز الایمان)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے، جو ہر ظاہر اور پوشیدہ کا جاننے والا ہے، اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا کو غیب کی جو خبریں چاہیں بذریعۂ وحی عطا فرمائیں، اور صلاۃ وسلام ہو اس کے برگزیدہ رسول ﷺ اور امیدوں کے مرکز نبی ﷺ، آپ کی پیکرِ تقویٰ وطہارت آلِ پاک اور صحابہ پر۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بے شمار فضائل وکمالات سے نوازا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو تمام اولین وآخرین کے علوم سے زیادہ علوم عطا فرمائے، اور آپ کو بہت سی مخفی چیزوں پر آگاہی عطا فرمائی، اور اللہ کی یہ عادتِ شریفہ ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں یعنی انبیاے کرام اور اولیاے عظام پر مخفی چیزیں منکشف فرماتا ہے۔

غیب کی تعریف

دلائل کے بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ غیب کی تعریف کی جائے؛ تاکہ مقصد واضح طور پر سامنے آجائے، علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

غیب سے مراد وہ چیز ہے جس کا ادراک نہ حواس کرسکیں اور نہ ہی بہ ہدایت عقل سے معلوم ہوسکے، اس کی دو قسمیں ہیں۔

- وہ غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک ”وَعِنْدَهٗ

مَفَاتِحَ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ" (اوراسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا) سے مراد یہی ہے۔

(تفسیر بیضاوی، ص: ۱۲۸)

• وہ غیب ہے جس پر دلیل قائم کی گئی ہو، جیسے خالق کائنات اور اس کی صفات، قیامت اور اس کے حالات، اور اس آیت "يؤمنون بالغيب" میں یہی مرادہ ہے۔

(تفسیر بیضاوی، ص: ۱۲۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد "يؤمنون بالغيب" کی تفسیر میں علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

لغت میں ایمان کا معنی تصدیق ہے۔۔۔ بعض اوقات اس کا اطلاق وثوق کے معنی پر بھی ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "یومنون بالغیب" میں دونوں معنی مناسب ہیں۔

(تفسیر بیضاوی، ص: ۱۲۴۔ ۱۲۳)

ان دونوں تصریحات سے واضح ہو گیا کہ عام مومن اس غیب کو جانتے ہیں، جس پر دلیل قائم ہو؛ کیوں کہ جب ایمان کا معنی تصدیق ہے اور علم کی قسم ہے، تو اللہ تعالیٰ کے فرمان "یومنون بالغیب" کا معنی یہ ہوا کہ مسلمان غیب کو جانتے ہیں، اور وہ اس غیب کو جان سکتے ہیں جس پر دلیل قائم ہو، اور اللہ تعالیٰ کا بتانا اس کی سب سے قوی دلیل ہے۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیب پر ایمان لانے کا اسی صورت میں مکلف کیا ہے، جب کہ وہ ہمارے لیے بعض اوقات غیب کے دروازے کھول دیتا ہے۔ امام غزالی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔ نے ''احیاء العلوم'' کے حواشی میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ (شرح مواہب لدنیہ، ج: ۷، ص: ۲۲۹)

مقامِ غور ہے کہ جب یہ عام مومنوں کا حال ہے تو اولیاے کرام اور انبیاے عظام خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا کیا عالم ہوگا؟!!

قرآنی آیات

قرآنِ کریم کی بہت سی آیات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سے مخفی امور کا علم عطا فرمایا ہے، ہم ان میں سے چند آیات کا ذکر کرتے ہیں۔

• اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ تمھیں غیب پر آگاہ کر دے، ہاں! اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے جسے چاہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (آل عمران: ۱۷۹)

• وہی ذاتی طور پر ہر غیب کا جاننے والا ہے، تو وہ اپنے غیب خاص پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے علاوہ کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا۔ (الجن: ۲۷۔۲۶)

• اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ غیب کی خبریں ہیں، جنھیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ (ھود: ۴۹)

• اور یہ نبی غیب کی خبر دینے میں بخیل نہیں ہیں۔ (التکویر: ۲۴)

• اور آپ کو وہ کچھ (علوم غیبیہ اور احکام شرعیہ) سکھایا، جسے آپ از خود نہیں جان سکتے تھے۔ (النساء: ۱۱۳)

• رحمٰن نے (اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) قرآن سکھایا، اس نے انسانِ کامل (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پیدا فرمایا، انھیں (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اس کا) بیان سکھایا۔ (الرحمٰن: ۴۔۱)

احادیثِ مبارکہ

اس موضوع پر کثیر احادیث وارد ہیں، ہم اختصار کے پیش نظر اس جگہ صرف چند احادیث پیش کرتے ہیں۔

(۱) حضرت معاذ بن جبل۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبح کی نماز میں تاخیر ہو گئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے بعد فرمایا: بے شک ہم تمھیں بتاتے ہیں کہ آج صبح تمھارے پاس آنے سے ہمیں کس چیز نے روکا، ہم رات کو کھڑے ہوئے اور جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم نے نماز پڑھی، پس ہمیں نماز میں اونگھ آ گئی، یہاں تک کہ ہم بے دار ہوئے، تو ہم اپنے رب کی بارگاہ میں بہترین حالت میں حاضر تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ جانتے ہیں کہ مقربین فرشتے کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میں نہیں جانتا، پس ہم نے دیکھا کہ اللہ

تعالیٰ نے اپنا دست رحمت (وضاحت: حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے لیے ''ید'' اور'' انامل'' کا اثبات ہے، اور یہ ازقبیل متشابہات ہے، جس کی حقیقت تک ہماری عقل کی رسائی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جسم، ہاتھ، اور پوروں سے پاک ہے۔ ۱۲/شرف قادری) ہمارے کندھوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ ہم نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پس ہمارے لیے ہر چیز روشن ہوگئی اور ہم نے اسے پہچان لیا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، ج: ۵، ص: ۲۴۳)

(۲) حضرت ابوبکر صدیق۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی، پھر اپنی جگہ تشریف فرما رہے، یہاں تک کہ جب چاشت کا وقت ہوا، رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ تشریف فرما رہے، یہاں تک کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشا ادا فرمائی، اس دوران آپ نے کسی سے گفتگو نہیں فرمائی، پھر آپ اٹھ کر گھر تشریف لے گئے، حضرت ابوبکر صدیق نے سوال کیا، تو آپ نے فرمایا کہ ہاں! ہمارے سامنے دنیا اور آخرت میں ہونے والے تمام امور پیش کیے گئے۔(ایضاً)

(۳) طارق بن شہاب روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرتِ عمرِ فاروق۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تو ہمیں مخلوق کی ابتدا سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے کی خبر دی، اسے جس نے یاد رکھا، سو یاد رکھا، جو بھول گیا، سو بھول گیا۔

(صحیح بخاری، ج: ۱، ص: ۴۵۳)

(۴) حضرت حذیفہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے روایت ہے کہ ہمارے درمیان حضور ﷺ کھڑے ہوئے، آپ نے مجلس میں قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہیں چھوڑی جسے بیان نہ فرمادیا ہو، جس نے اسے یاد رکھا، یاد رکھا اور جس نے بھلادیا، بھلادیا، میرے ساتھیوں کو اس واقعے کا علم ہے، ان میں سے کوئی چیز پائی جاتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں، تو جب میں اسے میں دیکھتا ہوں تو وہ یاد آجاتی ہے، جیسا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے چہرے کو یاد کرتا ہو، جب وہ اس سے غائب ہوجاتا ہے، پھر جب اسے دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔(مسلم شریف، ج: ۲، ص: ۳۹۰)

(۵) حضرت ابوزید۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، اور منبر پر تشریف فرما ہو کر ہمیں خطاب فرمایا، یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا، چناں چہ آپ اترے اور نماز پڑھی، پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں عصر تک خطاب فرمایا، پھر اترے اور نماز ادا فرمائی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطاب فرمایا، حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا، پس آپ نے ہمیں گذشتہ اور آنے والے واقعات کی خبر دی، پس ہم میں سب سے بڑا عالم وہ ہے جو زیادہ حافظے والا ہے۔(ایضاً)

(۶) حضرت ثوبان۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے زمین کو سمیٹ دیا، یہاں تک کہ ہم نے اس کے مشرقی اور مغربی حصوں کو دیکھ لیا ہے۔(ایضاً)

(۷) حضرت انس بن مالک۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے حضور ﷺ سے بکثرت سوال کیے، پس ایک دن آپ تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا: پوچھو ہم سے! تم جس چیز کے بارے میں بھی سوال کروگے ہم جواب دیں گے (یہاں تک کہ حضرت انس بن مالک نے کہا) ایک آدمی۔جس کی نسبت اس کے باپ کے علاوہ دوسرے شخص کی طرف کی جاتی تھی۔نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا باپ حذافہ ہے۔(ایضاً)

ہم کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو وسیع علم نہ عطا فرمایا ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ بطور چیلنج مطلقاً یہ نہ فرماتے کہ جو چاہو پوچھو۔

(۸) مشہور مفسر سُدّی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے سامنے ہماری امت مٹی کی مورتیوں کی شکل میں پیش کی گئی، جیسے حضرت آدم۔علیہ السلام۔کے سامنے پیش کی گئی تھی، ہمیں بتایا گیا کہ ان میں سے کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون ہمارا انکار کرکے کافر ہوگا۔ یہ بات منافقین کو پہنچی تو انھوں نے بطور استہزا کہا کہ محمد (ﷺ) کا خیال ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان کے بارے میں وہ جانتے ہیں کہ ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا، اور کون انکار کرے گا، حالاں کہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں پہچانتے نہیں، جب یہ بات رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر شریف پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جنھوں نے ہمارے علم پر اعتراض کیا ہے تم قیامت تک واقع ہونے والی کسی بھی چیز کے بارے میں سوال کرو، ہم تمھیں اس کی خبر دیں گے، حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ (کیوں کہ لوگ ان کے نسب میں شک کرتے تھے) فرمایا: تمھارا باپ ''حذافہ'' ہے، پھر حضرت عمر فاروق۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں، آپ ہمیں معاف فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم باز رہو گے؟ کیا تم باز رہو گے؟ (تفسیر خازن، ج:۱،ص: ۳۸۲)

(۹) امام بخاری، حضرت ابو موسیٰ اشعری۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی اشیا کے بارے میں سوال کیا گیا جنھیں آپ نے ناپسند فرمایا، جب لوگوں نے اس قسم کے سوالات بکثرت کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلال میں آگئے، اور لوگوں سے فرمایا کہ تم جو چاہو ہم سے پوچھو، پس ایک شخص نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا کہ تیرا باپ ''حذافہ'' ہے، پھر ایک دوسرے شخص نے اٹھ کر عرض کیا، میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیرا باپ ''شیبہ'' کا آزاد کردہ غلام ''سالم'' ہے۔

(بخاری شریف، ج:۱،ص: ۲۰۔۱۹)

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا چرواہے کے پاس آیا اور اس کی بکری اٹھا کر لے گیا، چرواہے نے اس کا تعاقب کر کے اس سے بکری چھڑا لی، حضرت ابو ہریرہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔فرماتے ہیں کہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھا اور اپنی دُم پاؤں کے نیچے دبا کر بیٹھ گیا، اور کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق عطا فرمایا، تو نے اس کا قصد کیا اور مجھ سے چھین لیا، چرواہے نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیے کو کلام کرتے ہوئے نہیں دیکھا، بھیڑیے نے کہا: اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ ایک مردِ کامل، دو پتھریلے میدان اور کھجوروں کے درمیان (مدینۂ منورہ) میں موجود ہے، جو تمھیں ماضی اور مستقبل کی

خبریں دیتا ہے، حضرت ابو ہریرہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔فرماتے ہیں کہ وہ چرواہا یہودی تھا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یہ واقعہ عرض کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی اور وہ مسلمان ہو گیا۔(مشکاۃ المصابیح،ص:۵۴۱۔بحوالہ شرح السنہ)

شارح بخاری علامہ احمد قسطلانی فرماتے ہیں:

(۱۱) امام طبرانی، حضرت عبد اللہ بن عمر۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دنیا کو بلند کیا، پس ہم دنیا اور اس میں قیامت تک ہونے والے واقعات کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کہ ہم اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتے ہیں۔(مواہب لدنیہ، ج:۷،ص: ۲۳۴)

علامہ زرقانی حدیث شریف کے ان الفاظ ''إن الله قد رفع لی الدنیا'' کی شرح میں فرماتے ہیں: اس طرح کہ ہم نے دنیا کی تمام چیزوں کا احاطہ کر لیا۔ نیز لکھتے ہیں: پھر چوں کہ آپ سچے ہیں اور آپ کے ارشاد پر عقیدہ رکھنا واجب ہے، اس لیے معلوم ہوا کہ آپ کی وفات کے بعد لوگوں کے سامنے جو واقعات بھی رونما ہوں، وہ انھی واقعات میں سے ہیں جنھیں آپ نے اسی وقت ملاحظہ فرمایا، جب دنیا آپ کے لیے پیش کی گئی۔

(شرح مواہب لدنیہ، ج:۷ ص: ۲۳۴)

(۱۲) صحابیِ رسول حضرتِ سواد بن قارب۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اشعار پڑھ کر سنائے، جن میں سے ایک شعر یہ تھا۔

فاشهد أن الله لا ربّ غيره وانك مأمون على كل غائب

(مختصر سیرت رسول،ص: ۶۹)

• پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور بے شک آپ کو ہر غیب کا امین بتایا گیا ہے۔

اب یہ بات ڈھکی چھپی تو ہے نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر غیب کے امین تب ہی ہو سکتے ہیں کہ جب اس کے عالم بھی ہوں، اور اگر یہ بات شرک ہوتی۔ جیسے وہابی کہتے ہیں۔تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدید انکار فرماتے حالاں کہ آپ نے انھیں منع نہیں فرمایا؛ لہذا یہ بات شرک نہیں۔

(۱۳) مشہور سیرت نگار، ابنِ ہشام روایت کرتے ہیں کہ فتحِ مکہ کے سال جب حضور سید المرسلین ﷺ بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے تھے تو فضالہ بن عمیر لیثی (نومسلم) نے آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا، جب وہ قریب ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم فضالہ بن عمیر ہو؟ کہنے لگے: ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! میں فضالہ ہوں، فرمایا: تم اپنے دل میں کیا منصوبہ تیار کر رہے تھے؟ کہنے لگے: کچھ بھی نہیں، میں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا، آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، پھر آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک ان کے سینے پر رکھا تو ان کا دل پرسکون ہوگیا، فضالہ کہتے تھے کہ اللہ کی قسم! حضور اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک ابھی میرے سینے سے اٹھایا نہیں تھا، کہ میری یہ کیفیت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق بھی میرے نزدیک حضور ﷺ سے زیادہ محبوب نہ تھی۔

(فقہ السیرۃ، ص: ۳۶۳۔ و السیرۃ النبویہ، ج: ۲، ص: ۲۷۶)

مغیباتِ خمسہ اور روح

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

بے شک قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے، وہ بارش برساتا ہے، اور وہ جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے؟ اور کوئی شخص (ازخود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اسے موت کہاں آئے گی، بے شک اللہ تعالیٰ علم والا، خبر والا ہے۔

(لقمان: ۳۴)

کیا یہ آیتِ کریمہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کو ان کا علم نہیں دے سکتا، حقیقت یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں، بلکہ ہر غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہے جتنا چاہے علم عطا فرما دے، اسے کوئی روکنے والا نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور بندے اس کے علم میں سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ (البقرۃ: ۲۵۵)

قیامت کا علم

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وہی ذاتی طور پر ہر غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے خاص غیب پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا۔

(الجن: ۲۷-۲۶)

علامہ زمخشری معتزلی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”من رسول“، ”من ارتضیٰ“ کا بیان ہے، یعنی اللہ تعالیٰ غیب پر صرف اس ہستی کو آگاہ فرماتا ہے، جسے اس نے خاص طور پر نبوت کے لیے منتخب کر لیا ہے، ہر منتخب کو نہیں۔

اس ارشاد میں کرامتوں کو باطل کر دیا گیا ہے؛ کیوں کہ جن حضرات کی طرف کرامتیں منسوب ہوتی ہیں وہ رسول نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے منتخب حضرات میں سے صرف رسولوں کو خاص فرمایا ہے۔ (الکشاف، ج: ۴، ص: ۱۷۲)

کراماتِ اولیا کا انکار زمخشری نے اس لیے کیا ہے کہ وہ معتزلی تھے، بہت سے اہلِ سنت کے مفسرین نے ان کا رد کیا ہے۔

امامِ رازی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”فلا تظهر علیٰ غیبه احداً“ میں غیب عام نہیں ہے، ہم اسے قیامت کے واقع ہونے کے وقت پر محمول کرتے ہیں، اس کی تائید یوں ہوتی ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے فرمان: ”ان ادری قریب ام بعید ما توعدون“ کے بعد واقع ہے، یعنی میں (ازخود) قیامت کے واقع ہونے کا وقت نہیں جانتا، تو یہ آیت اس مطلب پر دلالت نہیں کرے گی کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی غیب کو ظاہر نہیں فرماتا (مگر اپنے رسولوں پر) بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غیب (قیامت کے وقت) کو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا (مگر اپنے پسندیدہ رسولوں پر)؛ لہٰذا اس آیت سے اتنا ہی ثابت ہوگا کہ اولیاے کرام کو وقتِ قیامت کی اطلاع نہیں دیتا، یہ مطلب نہیں کہ انھیں کسی بھی غیب پر آگاہی نہیں فرماتا۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

سوال: جب آپ نے غیب کو قیامت کے وقت پر محمول کیا ہے، تو اس کے بعد کیسے فرمادیا؟ ''الا من ارتضیٰ من رسول'' حالاں کہ اس غیب پر کسی رسول کو بھی آگاہ نہیں فرماتا؟

جواب: بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے قائم کرنے کے قریب اس کو ظاہر فرمائے گا، اور کیوں نہ ہو جب کہ اس کا ارشاد ہے: '' و یوم تشقّق السماء بالغمام و نزّل الملائکۃ تنزیلاً'' اور اس میں شک نہیں کہ اس وقت فرشتوں کو قیامت کے قائم ہونے کا علم ہوجائے گا۔

(تفسیر کبیر، ج:۳۰،ص:۱۶۸)

بعض آیتوں میں درایت کی نفی ہے، جیسے فرمایا ''وما تدری نفس ماذا تکسب غداً وما تدری نفس بأیّ أرض تموت'' اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کوشش سے نہیں جان سکتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کہاں فوت ہوگا، اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو یہ علم نہیں دے سکتا۔

شارحِ بخاری علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

درایت کا معنیٰ یہ ہے کہ کسی چیز کا علم کوشش سے حاصل کیا جائے۔

(عمدۃ القاری، ج:۱،ص:۲۹۳)

وقتِ قیامت کا علم

قیامت کب واقع ہوگی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو عطا فرمایا ہے یا نہیں، اس میں سلفِ صالحین کا اختلاف ہے، بعض حضرات تحقیق کی بنا پر اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ علم عطا نہیں کیا گیا، ان کے پیش نظر نبی ﷺ کی تنقیص شان نہیں تھی، اللہ تعالیٰ ہمیں اس تنقیص سے محفوظ رکھے، بعض حضرات کا موقف یہ ہے کہ یہ علم عطا فرمایا گیا ہے، ان میں سے کسی فریق پر بھی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ تفتازانی -رحمہ اللہ تعالیٰ- نے آیت کریمہ ''فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا الّا من ارتضیٰ من رسول'' سے معتزلہ کے اس استدلال کا رد کیا ہے کہ اولیاے کرام کی کرامات باطل ہیں، اور اللہ تعالیٰ انھیں کسی غیب پر آگاہی عطا نہیں فرماتا، ان کے رد کا خلاصہ یہ ہے

کہ اس آیت میں غیب سے مراد قیامت کے واقع ہونے کا وقت ہے، اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض رسولوں کو اس پر آگاہ فرمائے، ان کے ارشاد کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس جگہ غیب عموم کے لیے نہیں ہے (اور آیت کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی غیب پر آگاہی نہیں فرماتا) بلکہ یہ مطلق غیب ہے، یا کلام کی روِش کے پیش نظر معیّن غیب مراد ہے، اور وہ قیامت کے واقع ہونے کے وقت کا علم ہے، اور یہ بعید نہیں ہے کہ اس پر فرشتوں یا انسانوں کے بعض رسولوں کو آگاہ فرمائے۔

(شرحِ مقاصد، ج۲،ص:۲۰۵)

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ کریم ﷺ کو قیامت کے وقت کی مکمل اطلاع فرمادی ہو، تاہم آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم جیسا نہیں ہوگا (اور ہو بھی نہیں سکتا) اور حکمت کے تحت اس کو مخفی رکھنے کا حکم دیا ہو، اور یہ علم نبی کریم ﷺ کے خواص میں سے ہو، میرے پاس کوئی دلیل نہیں جس کی بنا پر قطعی طور پر یہ بات کہی جائے۔ (روح المعانی، ج:۲۱،ص:۱۰۱)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

جو شخص نبی اکرم ﷺ کے حوالے کے بغیر ان مغیباتِ خمسہ میں سے کسی ایک کے علم کا دعویٰ کرے، وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ (فتح الباری، ج:۱،ص:۱۳۲۔ وعمدۃ القاری، ج:۱، ص:۲۹۰۔ و مرقاۃ المفاتیح، ج:۱،ص:۶۵و روح المعانی، ج:۲۱،ص:۱۰۰)

اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہوسکتا ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے ان پانچ اشیا میں سے کسی ایک کے علم کا دعویٰ کرے، وہ اپنے دعوے میں سچا ہوگا، ورنہ یہ کہنے کا کیا فائدہ کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے حوالے کے بغیر دعویٰ کرے، وہ جھوٹا ہے؟

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

بعض علماے کرام اس طرف گئے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو پانچ چیزوں کا بھی علم دیا گیا ہے، نیز قیامت اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے، اور آپ کو اس کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا۔

(خصائص کبریٰ، ج:۲،ص:۱۹۵)

علامہ زرقانی مالکی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کو مغیبات خمسہ کی چابیوں کے علاوہ، ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان پانچ چیزوں کا بھی علم دیا گیا، اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا، جیسے کہ ''خصائص کبریٰ'' میں ہے۔

(شرح مواہب لدنیہ، ج:۱،ص:۱۰)

علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

''خمس لا یعلمهن إلا الله'' پانچ چیزوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا، اور اس طرح نہیں جان سکتا کہ اس کا علم ہر کلی اور جزئی کو معلوم ہو؛ لہٰذا یہ حدیث اس بات کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خواص کو غیب کی بہت سی چیزوں، یہاں تک کہ ان پانچ اشیا پر آگاہ فرمادے؛ کیوں کہ یہ چند جزئیات اور معتزلہ کا انکار سوائے سینہ زوری کے کچھ نہیں ہے۔

(فیض القدیر، ج:۳،ص:۴۵۸)

اپنے زمانے کے غوث سید عبدالعزیز دباغ -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ پر پانچ اشیا کا معاملہ کیسے مخفی رہ سکتا ہے جب کہ آپ کی امتِ شریفہ میں سے کسی صاحبِ تصرف کے لیے ان پانچ چیزوں کی معرفت کے بغیر تصرف ممکن نہیں۔

(الابریز،ص:۲۸۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

یہ آیات پانچ کی پانچ چیزوں کے علم کے خاص ہونے پر دلالت نہیں کرتیں، چہ جائے کہ خصوصیتِ اختصاص پر دلالت کریں، کیا آپ نہیں دیکھتے؟ ان پانچ چیزوں میں سے بعض میں تخصیص پر دلالت کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ'' (وہ بارش برساتا ہے)، ''وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ'' (وہ سب کچھ جانتا ہے جو رحموں میں ہے) اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ محض مقام حمد میں ذکر کرنا، مطلق اختصاص کو ثابت کرتا ہے؛ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صفتِ سمع، بصر اور علم سے اپنی تعریف فرمائی ہے اور بندوں کو بھی اس کے ساتھ

موصوف فرمایا ہے، چناں چہ ارشاد فرمایا: ''جَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ''۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم اختصاص پر دلالت تسلیم کرتے ہیں، لیکن ان پانچ اشیا میں کون سی ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ان کا علم نہ دے سکے۔

(الدولۃ المکیہ،ص:۳۱۰)

بارش کے آنے کی خبر

علامہ جلال الدین سیوطی -رحمہ اللہ تعالیٰ- نے اپنی کتاب میں ایک باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے ''نبی اکرم ﷺ نے اس بادل کی خبر دی جس نے یمن میں بارش برسائی'' اس باب میں فرماتے ہیں:

امام بیہقی، حضرت ابنِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن بارش ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا کہ بادل پر مقرر ایک فرشتہ ابھی ہمارے پاس آیا، اس نے ہمیں سلام کیا اور بتایا کہ وہ یمن کی وادی کی طرف بادل کو لے جارہا ہے، جس کا نام صریح ہے، اس کے بعد ایک سوار ہمارے پاس آیا، اس سے ہم نے بادل کے بارے میں پوچھا، اس نے بتایا کہ اس دن ان کے یہاں بارش ہوئی تھی۔

امام بیہقی فرماتے ہیں:

ایک مرسل حدیث اس کی شہادت دیتی ہے، بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بادل کے فرشتے کے بارے میں خبر دی کہ وہ فلاں شہر سے آیا ہے، اور وہاں فلاں دن بارش ہوئی ہے، آپ نے اس فرشتے سے پوچھا کہ ہمارے شہر میں کب بارش ہوگی؟ تو اس نے عرض کیا کہ فلاں دن، اس وقت نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں منافقین بھی موجود تھے، انھوں نے اس دن کو نوٹ کرلیا (کہ کس دن بارش ہوگی؟) پھر انھوں نے اس دن (جس دن بارش ہونی تھی) کے بارے میں دریافت کیا تو انھیں آپ کی تصدیق مل گئی، تو وہ ایمان لے آئے، انھوں نے یہ بات نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے انھیں فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھارے ایمان کو مزید مضبوط فرمائے۔ (خصائص کبری، ج:۲،ص:۱۰۲)

علامہ الوسی فرماتے ہیں:

علامہ قسطلانی نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب بادل کو ان جگہوں کی طرف جانے کا حکم دیتا ہے جہاں وہ چاہتا ہے، تو فرشتے جو اس کام پر مامور ہیں اسے جان لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے اسے بھی بارش کا علم عطا فرما دیتا ہے۔

(روح المعانی، ج:۲۱،ص:۱۰۰)

اللہ تعالیٰ نے حضرتِ یوسف -علیہ السلام- کا قول بطور حکایت بیان فرمایا:

تم سات برس تک مسلسل کاشت کاری کرتے رہوگے تو جو کھیتی کاٹو اسے خوشوں ہی میں رہنے دو، مگر کھانے کی مقدار تھوڑا سا الگ کر لیا کرو، پھر اس کے بعد سات سال بڑے سخت مصیبت کے آئیں گے، جو تمھارا جمع کیا ہوا تمام ذخیرہ کھا جائیں گے مگر تھوڑا سا جو تم محفوظ کر کے رکھو گے، پھر اس کے بعد ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر خوب بارش برسائی جائے گی، لوگ اس میں رس نچوڑیں گے۔ (یوسف:۴۷-۴۹)

دیکھیے! سیدنا یوسف -علیہ السلام- نے سات سال قحط کے واقع ہونے کے بعد کس طرح خوش حالی کی خبر دی، اور یہ صرف اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں علم عطا فرمایا ہوا تھا۔

مافی الارحام کا علم

• حضرتِ ام فضل بنت حارث -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے آج رات ایک خوف ناک خواب دیکھا ہے، آپ نے فرمایا: وہ کیا؟ انھوں نے اپنا خواب بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آپ نے اچھا خواب دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو فاطمۃ الزہرا کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، جو تمھاری گود میں پرورش پائے گا۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کے یہاں حضرتِ حسن -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- پیدا ہوئے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق میری آغوش میں رہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ (مشکاۃ، ص:۵۷۲)

• امام ابونعیم، ابنِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- سے روایت کرتے ہیں کہ حضرتِ ام فضل نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزریں تو آپ نے فرمایا تمھارے پیٹ میں ایک لڑکا ہے، جب وہ پیدا ہو تو ہمارے پاس لائیں، وہ فرماتی ہیں کہ جب میرے یہاں بیٹا پیدا ہوا، تو میں اسے آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئی، آپ نے اس کے دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں تکبیر کہی، اسے لعاب دہن عطا فرمایا، اس کا نام عبد اللہ رکھا، اور فرمایا کہ خلفا کے باپ کو لے جاؤ، حضرتِ ام فضل فرماتی ہیں کہ میں نے حضرتِ عباس کو یہ واقعہ بیان کیا، انھوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ ہم نے تمھیں خبر دی، یہ خلفا کا باپ ہے، یہاں تک کہ ان میں سے سفاح ہوگا، ان میں سے مہدی ہوگا، اور ان میں سے وہ ہوگا جو عیسیٰ بن مریم کو نماز پڑھائے گا۔ (مواہب لدنیہ، ج:۷، ص:۲۵۴)

• امام محمد، حضرتِ عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے روایت کرتے ہیں کہ حضرتِ ابوبکر صدیق -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے انھیں فرمایا:

آج یہ وارث کا مال ہے، اور وارث تمھارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق تقسیم کر لینا، حضرت عائشہ نے عرض کیا: ابا جان! اللہ کی قسم! اگر مال اتنا اتنا ہوتا تو میں اسے چھوڑ دیتی، میری ایک بہن تو اسما ہے، دوسری کون سی ہے؟ فرمایا کہ وہ بنت خارجہ (آپ کی اہلیہ محترمہ) کے پیٹ میں ہے اور میرا گمان ہے کہ وہ لڑکی ہے، تو لڑکی ہی پیدا ہوئی۔

(مؤطا امام محمد، ص:۳۵۰-۳۴۹)

• امام مسلم، حضرت حذیفہ بن اسد سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ نطفے کے رحم میں چالیس یا پینتالیس دن قرار پانے کے بعد فرشتہ حاضر ہوتا ہے، اور عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب! یہ بدبخت ہے یا نیک بخت؟ تو جو حکم ہوتا ہے لکھ دیا جاتا ہے، پھر وہ عرض کرتا ہے! اے میرے رب! یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے، پھر صحیفے لپیٹ دیے جاتے ہیں، ان میں نہ کمی کی جاتی ہے اور نہ زیادتی۔

(صحیح مسلم، ج:۲،ص:۳۳۳)

یہ سب اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ، حضرتِ ابوبکر صدیق -رضی

اللہ تعالیٰ عنہ۔اور رحم پر مقرر فرشتے کو آگاہی عطا فرمائی،موجودہ زمانے کے ڈاکٹروں نے بتادیا تھا کہ برطانیہ کی لیڈی ڈیانا کے پیٹ میں تندرست بیٹا ہے،انھوں نے ایسے آلات (الٹرا ساؤنڈ مشین وغیرہ) تیار کیے ہیں جن سے پتا چل جاتا ہے کہ رحم میں کیا ہے؟ تو یہ کہنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خواص کو"مافی الارحام"کا علم نہیں دے سکتا اور یہ ناممکن ہے؟

کل کیا ہوگا؟

نبی اکرم ﷺ نے آئندہ ہونے والی بہت سی چیزوں کی خبر دی، تفصیل کے لیے شفا شریف، مواہب لدنیہ اور دیگر کتب سیرت کا مطالعہ کیجیے! آئندہ سطور میں ہم آئندہ کل سے متعلق بعض روایات بیان کرتے ہیں۔

• امام مسلم حضرت انس بن مالک -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روای ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے (بدر کے دن) فرمایا: یہ فلاں کے ہلاک ہونے کی جگہ ہے، زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اس جگہ اور اس جگہ۔ روای کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس جگہ دست مبارک رکھا تھا کوئی مشرک بھی اس جگہ سے ادھر اُدھر نہیں گرا۔

(صحیح مسلم، ج:۲،ص:۱۰۲)

دیکھ لیجیے! کس طرح نبی اکرم ﷺ نے کل ہونے والے واقعے کی خبر دی، اور اسی طرح ہوا، جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں دو معجزے ہیں، جو نبوت کی دلیل ہیں (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) نبی اکرم ﷺ نے سرکش مشرکوں کی جاے ہلاکت کی خبر دی اور وہ اس جگہ سے تجاوز نہیں کر سکے۔ (شرح صحیح مسلم، ج:۲،ص:۱۰۲)

• امام مسلم حضرت سلمہ بن اکوع -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر میں حضرتِ علی مرتضیٰ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نبی اکرم ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے، ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی، انھوں نے سوچا کہ رسول اللہ ﷺ جہاد کے لیے تشریف لے گئے اور میں پیچھے رہ

جاؤں؟ چناں چہ وہ نکلے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے، جب فتح کے دن کی رات آئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کل ہم یہ جھنڈا عطا کریں گے، یا فرمایا: وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب ہے، یا فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے فتح عطا فرمائے گا۔

اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ حضرتِ علی مرتضیٰ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- تشریف فرما ہیں، ہمیں ان کے آنے کی توقع نہیں تھی، رسول اللہ ﷺ نے انھیں جھنڈا عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں فتح عطا فرمائی۔(صحیح مسلم، ج:۲،ص:۲۷۹)

• امام احمد بن حنبل، حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھیں حضرت معاذ نے خبر دی کہ ہم لوگ تبوک کے سال (۹ھ) حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے، آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ تعالیٰ کل تم تبوک کے چشمے پر پہنچو گے، اور وہاں اس وقت ہی پہنچو گے جب سورج بلند ہو چکا ہوگا، تو جو شخص بھی آئے وہ ہمارے آنے تک اس کے پانی کو بالکل نہ چھوئے۔(مسند امام احمد، ج:۵،ص:۲۳۷)

۴۔ صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن رواحہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- فرماتے ہیں:

اَرَانَا الْھُدٰی بَعْدَ الْعَمٰی فَقُلُوْبُنَا بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ

(صحیح بخاری، ج:۱،ص:۱۵۵)

ہم اندھے تھے، نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ہدایت دکھائی، تو ہمارے دل آپ پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے، سچ ہے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

(فَقُلُوْبُنَا بِهٖ) یہ ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے (مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَاقَالَ وَاقِعٌ) ہمارے دل آپ پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ نے غیب کی جن باتوں کی خبر دی ہے، وہ واقع ہو کر رہیں گی، اور جب حضرت عبداللہ بن رواحہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے وہ اشعار پڑھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمھارا بھائی باطل اور فحش بات نہیں کہتا۔

(عمدۃ القاری، ج۷،ص:۲۱۴)

حضرت عبداللہ بن رواحہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے شعر مذکور میں یہ کہا ہے : کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جو غیب کی خبر دی ہے وہ ضرور واقع ہوکر رہے گی۔ یہ آئندہ کل اور اس کے مابعد کی خبر ہے، اور ان کا یہ قول، بارگاہِ نبوت سے سندِ تصدیق حاصل کر چکا ہے۔

• حضرت حسان بن ثابت -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے فرمایا:

نبی یری مالا یر الناس حولہ ویتلو کتاب اللہ فی کل مشھد

فان قال فی یوم مقالۃ غائب فتصدیقھا فی ضحوۃ الیوم أوغد

(مواہب لدنیہ، ج:۷، ص:۲۳۰)

نبی اکرم ﷺ اپنے اردگرد وہ کچھ دیکھتے ہیں جو دوسرے لوگ نہیں دیکھتے، اور آپ ہر مقام میں کتاب اللہ کی تلاوت فرماتے ہیں، اگر آپ کسی دن کسی غائب کے بارے میں گفتگو فرمائیں تو اس کی تصدیق اسی دن چاشت کے وقت ہوجاتی ہے یا آئندہ کل ہوجاتی ہے۔

جائے وفات کا علم

• اس سے پہلے امام مسلم -رحمہ اللہ تعالیٰ- کی روایت گزر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سرکش مشرکوں کے ہلاک ہونے کی جگہوں کی نشان دہی فرمائی تھی کہ یہ فلاں کے ہلاک ہونے کی جگہ ہے۔ زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا: اِس جگہ فلاں اور اُس جگہ فلاں مرے گا۔

(صحیح مسلم، ج:۲، ص:۱۰۲)

• نبی اکرم ﷺ نے انصار سے فرمایا:

"والمحیا محیاکم والممات مماتکم"۔

"ہماری زندگی اور وفات تمھارے ساتھ ہے"۔ (ایضاً: ج:۲، ص:۱۰۳)

اس حدیث میں صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو آگاہ فرمادیا تھا کہ آپ کا مزار شریف مدینۂ منورہ میں ہوگا۔

امام نووی- رحمہ اللہ تعالیٰ -اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ہم تمھارے پاس ہی زندگی گزاریں گے اور تمھارے پاس ہی اس دنیا سے رخصت ہوں

گے یہ بھی معجزات میں سے ہے۔(شرح مسلم، ج:۲، ص:۱۰۳)

• علامہ قسطلانی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

غیبی خبروں میں سے یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ حسین مقام طُف (کربلا) میں شہید کیے جائیں گے، اور اپنے دست مبارک سے اس جگہ کی مٹی نکال کر فرمایا: اس میں ان کی آخری آرام گاہ ہوگی، حافظ ابوالقاسم بغوی نے اپنی معجم میں حضرت انس بن مالک -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے یہ حدیث روایت کی کہ بارش کے فرشتے نے ربِ کریم سے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی اجازت طلب کی، اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی، اس دن حضرت ام سلمہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کی باری تھی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ام سلمہ! دروازے کا خیال رکھنا، کوئی ہمارے پاس نہ آنے پائے، وہ دروازے کی نگرانی کر رہی تھیں کہ حضرت حسین آئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے، رسول اللہ ﷺ انھیں چومنے لگے، فرشتے نے کہا: کیا آپ ان سے محبت رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کہنے لگے: آپ کی امت ان کو شہید کردے گی، اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ان کی شہادت کی جگہ دکھاتا ہوں، چناں چہ انھوں نے وہ جگہ دکھادی، نیز وہاں سے ریت یا سرخ مٹی لاکر پیش کی، جسے حضرت اِم سلمہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- نے کپڑے میں باندھ لیا۔ ثابت کہتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے کہ وہ جگہ کربلا ہے۔ اس حدیث کو حافظ ابوحاتم نے بھی اپنے صحیح میں روایت کیا۔ (مواہب لدنیہ، ج:۷، ص:۲۵۰)

علامہ زرقانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

بارش کے فرشتے سے مراد حضرت اسرافیل -علیہ السلام- ہیں، جو بارش اور نباتات پر مقرر ہیں، جیسا کہ امام بیہقی وغیرہ کی عبدالرحمن بن سابط سے، امام احمد اور ابنِ سعد کی حضرت علی سے، اور امام طبرانی کی حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے روایت کردہ حدیث میں ہے۔

(شرح مواہب لدنیہ، ج:۷، ص:۲۵۰)

• امام احمد بن حنبل، حضرت معاذ بن جبل -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انھیں یمن کی طرف (قاضی بناکر) بھیجا تو ان کو ہدایات دیتے ہوئے ان کے ساتھ باہر تشریف لائے، جب ہدایات دے چکے تو فرمایا:

اے معاذ! شاید اس سال کے بعد تمھاری ہم سے ملاقات نہ ہو، اور تم ہماری مسجد اور ہمارے روضۂ اقدس کے پاس سے گزرو۔

(مسند امام احمد، ج:۵، ص:۲۳۵)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا روضۂ مبارکہ مدینۂ منورہ میں مسجد نبوی کے پاس ہوگا۔ (مقام وفات کی صاف تصریح فرمادی)

- امام بخاری حضرت جابر بن عبد اللہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت کرتے ہیں کہ جب غزوۂ احد کا واقعہ پیش آیا تو میرے والد نے مجھے رات کے وقت بلایا اور فرمایا:

مجھے صاف دکھائی دیتا ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام میں سے پہلا شہید ہوں گا، میں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ تم سے زیادہ کوئی عزیز چھوڑ کر نہیں جا رہا، مجھ پر جو قرض ہے وہ ادا کر دینا، میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

حضرت جابر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- فرماتے ہیں:

صبح ہوئی تو سب سے پہلے شہید وہی تھے۔ (صحیح بخاری، ج:۱، ص:۱۸۰)

دیکھیے! کس طرح رسول اللہ ﷺ کے صحابی نے کل کی اور اپنی شہادت کی خبر دی، اور ان کی خبر سچی ثابت ہوئی۔

روح کا علم

قیامت کی طرح روح کے علم میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے، ایک بڑی جماعت نے اللہ تعالیٰ کی عطا سے روح کا علم نبی اکرم ﷺ کے لیے ثابت کیا ہے۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

تیسرا مسئلہ: مسئلۂ روح کو چھوٹے درجے کے فلاسفہ اور متکلمین بھی جانتے ہیں، اگر رسول اللہ ﷺ فرمائیں کہ ہمیں مسئلۂ روح کا علم نہیں ہے، تو یہ آپ کے مرتبے کی کمی اور لوگوں کو آپ سے دور کرنے کا باعث ہوگا؛ کیوں کہ ایسے مسئلے کا علم نہ ہونا تو عام انسان کی حقارت کا سبب ہے، تو سب سے بڑے فضیلت والے اور عالم رسول کے لیے تنقیصِ شان کا موجب کیوں نہ ہوگا؟

چوتھا مسئلہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں فرمایا: ”اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ“ (رحمن نے قرآن کا علم سکھایا) اور فرمایا: ”وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا“ (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان اشیا کا علم عطا فرمایا جن کو آپ نہیں جانتے تھے، اور اللہ کا آپ پر عظیم فضل ہے) یہ بھی فرمایا: ”وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا“ (اور دعا کیجیے کہ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما) اور قرآن کریم کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”وَلَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ“ (اور ہر خشک وتر کا علم کتاب مبین میں ہے) جس ذاتِ اقدس کا یہ حال ہو اور یہ صفت ہو، ان کے شایانِ شان یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ فرمادیں کہ ہم اس مسئلے کو نہیں جانتے؟ (تفسیر کبیر، ج:۲۱، ص:۳۷)

حجۃ الاسلام امام غزالی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

روح جو بدن کی اصل ہے، جس کے فساد سے پورا بدن فاسد ہو جاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، عقل کے ذریعے اس کی کچھ صفت بھی معلوم نہیں ہوسکتی، اس کا ادراک عقل سے بلند وبالا نور سے ہوتا ہے، جو عالم نبوت وولایت میں جگمگاتا ہے، اس نور کی نسبت عقل کی طرف وہی ہے جو عقل کی وہم اور خیال کی طرف ہے۔

(احیاء العلوم، ج:۴، ص:۱۱۵)

علامہ بدر الدین محمود عینی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور تمام مخلوق کے سردار نبی اکرم ﷺ کا مقام اس سے کہیں بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرما کر آپ پر احسان فرمایا: آپ کو ان تمام اشیا کا علم عطا فرمایا جو آپ کو معلوم نہ تھیں اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔ (ترجمہ)

اکثر علما نے فرمایا کہ آیتِ مبارکہ میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ روح کو نہیں جانا جاسکتا، اور آیت اس پر بھی دلالت نہیں کرتی کہ نبی اکرم ﷺ روح کو نہیں جانتے تھے۔

(عمدۃ القاری، ج:۲، ص:۲۰۱)

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس حال میں رحلت

فرما گئے کہ آپ کو روح کا علم نہیں تھا۔شاید حضرت عبداللہ کا خیال یہ تھا کہ روح کو جانا ہی نہیں جاسکتا، ورنہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ آپ کو ہر اس چیز کا علم حاصل نہیں ہو گیا جس کا علم ممکن ہے۔اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد ترمذی نے روایت کیا،امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے،حضرت معاذ بن جبل -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے رات کو قیام کیا اور جتنی اللہ تعالیٰ کو منظور تھی نماز پڑھی،نماز ہی میں ہمیں اونگھ آگئی، یہاں تک کہ ہم نے گرانی محسوس کی،اچانک دیکھا کہ ہم بہترین صورت میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ہم نے دیکھا کہ رب کریم نے اپنا دست رحمت ہمارے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ ہم نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی،اور ہر شے ہمارے لیے منکشف ہوگئی اور ہم نے اسے پہچان لیا۔

(روح المعانی،ج:۱۵،ص:۱۴۲)

مسئلۂ علمِ غیب اور ائمۂ دین

امام علامہ قاضی عیاض -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

بعض علما نے فرمایا کہ نبی اور رسول میں ایک اعتبار سے فرق ہے،لیکن دونوں نبوت میں شریک ہیں جس کا معنی غیب پر مطلع ہونا ہے۔(الشفاء،ج:۱،ص:۲۲۱)

حضرت قاضی عیاض مزید فرماتے ہیں:

اسی سلسلے سے غیبی اور آئندہ ہونے والی وہ اشیا ہیں جن پر نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی گئی،اس بارے میں احادیث اتنی کثیر ہیں کہ انھیں بحرِ بے کراں کہا جاسکتا ہے،نبی اکرم ﷺ کے قطعی معجزات میں سے یہ وہ معجزہ بھی ہے جس کی اطلاع ہم تک تواتر سے پہنچی ہے،احادیث کے کثیر راوی ہیں،اور ان کے معانی غیب کی اطلاع پر متفق ہیں۔

(الشفاء،ج:۱،ص:۱۶۱)

امامِ غزالی نبوت کے خواص کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

چوتھا خاصہ یہ ہے کہ نبی کے لیے ایک صفت ہوتی ہے،جس کے ذریعے وہ بے داری یا

خواب میں آئندہ ہونے والی غیبی چیزیں جان لیتے ہیں،اس صفت کے ذریعے وہ لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں؛لہٰذا وہ اس میں غیبی امور دیکھ لیتے ہیں۔(احیاء العلوم،ج:۴،ص:۱۹۴)

مزید فرماتے ہیں:

جب باطن صاف ہوتا ہے تو دل کی آنکھ میں آئندہ ہونے والے امور دکھائی دیتے ہیں، جیسے رسول اللہ ﷺ کے لیے خواب میں مکۂ معظمہ میں داخل ہونا منکشف ہوا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:"لَقَدْ صَدَقَ اللہُ وَرَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ"(تحقیق اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا)۔(ایضاً:ج:۴،ص:۵۰۴)

امام علامہ محی السنۃ ابو محمد حسین فرا بغوی فرماتے ہیں:

ابن کیسان فرماتے ہیں "خَلَقَ الْاِنْسَانَ" یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرمایا "عَلَّمَهُ الْبَيَانَ" انھیں جو کچھ ہو چکا اور جو ہونے والا ہے،اس کا بیان سکھایا؛ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ اولین وآخرین قیامت کے بارے میں بیان فرماتے تھے۔

(معالم التنزیل،ج:۷،ص:۲۔ و لباب التاویل فی معانی التاویل،ج:۷،ص:۲)

شارح بخاری علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا معاملہ آپ کے اصحاب (اگرچہ بظاہر صحابی ہوں،جیسے منافقین اور مؤلفۃ القلوب،۱۲ از زرقانی) کے درمیان مشہور و معروف تھا کہ آپ کو غیبی امور کی اطلاع ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض اپنے ساتھی کو کہتے تھے،خاموش ہو جا،اللہ کی قسم !اگر انھیں کسی دوسرے نے خبر نہ دی تو میدان کے پتھر انھیں بتا دیں گے۔(مواہب لدنیہ،ج:۷،ص۲۲۹)

علامہ زرقانی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

متواتر احادیث سے ثابت ہے اور ان کے معانی اس بات پر متفق ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو غیب پر اطلاع ہوتی تھی،جیسا کہ قاضی عیاض نے فرمایا۔

(شرح مواہب لدنیہ،ج:۷،ص:۲۲۸)

امام ابن الحاج فرماتے ہیں:امت کا مشاہدہ کرنے اور ان کے احوال،نیتوں،عزائم اور خیالات پر آگاہ ہونے میں نبی اکرم ﷺ کی حیات اور وفات میں فرق نہیں ہے،یہ سب کچھ آپ

کے سامنے ظاہر ہے اور اس میں کچھ خفا نہیں ہے۔ (المدخل، ج:۱،ص:۲۵۲۔ و مواہب لدنیہ، ج:۸،ص:۳۴۹)

قاضی بیضاوی اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی بے شمار قسمیں ہیں، تاہم وہ ترتیب وار اجناس میں منحصر ہیں۔۔۔چوتھی قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحی، الہام اور سچے خوابوں کے ذریعے بندوں کے دلوں پر سربستہ راز منکشف فرما دیتا ہے اور انھیں اصلی شکل میں اشیا دکھا دیتا ہے، اور یہ قسم صرف انبیاے کرام اور اولیاے عظام کو حاصل ہوتی ہے اور اس آیت میں یہی مراد ہے: "أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ" یہ وہ لوگ ہیں، جنھیں اللہ نے ہدایت دی ہے، تو آپ ان کی ہدایت کی پے روی کریں۔ (تفسیر بیضاوی،ص:۱۰۔۹)

علامہ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

نبی کی ایک صفت ہوتی ہے، جس کے ذریعے وہ آئندہ ہونے والے غیبی امور کا ادراک کرتے ہیں اور لوحِ محفوظ کے مُندرَجات کا مطالعہ کرتے ہیں، جیسے کہ ایک صفت ہوتی ہے، جس کے ذریعے ذکی آدمی کُند ذہن سے ممتاز ہوتا ہے، پس یہ صفاتِ کاملہ نبی کے لیے ثابت ہوتی ہیں۔
(فتح الباری، ج:۱۶،ص:۲۱)

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

جب مقدس روح منور ہو جاتی ہے اور عالمِ محسوسات کی تاریکی سے اعراض، دل کو طبیعت کے زنگ سے پاک کرنے، علم وعمل کی پابندی اور انوارِ الٰہیہ کے فیضان کے سبب اس کی نورانیت اور صفائی میں اضافہ ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ نور قوی ہو جاتا ہے اور دل کی فضا میں پھیل جاتا ہے تو لوحِ محفوظ میں مندرجہ نقوش کا عکس اس روح میں دکھائی دیتا ہے، اسے غیبی امور پر آگاہی حاصل ہوتی ہے اور وہ عالمِ سفلی (یعنی عناصر) میں تصرف کرتی ہے، بلکہ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی معرفت کا جلوہ عطا فرماتا ہے جو سب سے اعلیٰ عطیہ ہے، تو دوسری چیزوں کا کیا حال ہوگا؟

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۱،ص:۶۲)

حدیث شریف میں ہے: "فعلمت ما فی السموات والأرض" اس کی شرح

میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

علامہ ابنِ حجر نے فرمایا: آپ نے آسمانوں میں پائی جانے والی بلکہ ان کے اوپر کی تمام مخلوقات کو جان لیا، جیسا کہ واقعۂ معراج سے معلوم ہوتا ہے، اسی طرح ساتوں زمینوں کی مخلوقات بلکہ ان کے نیچے کی کائنات کو بھی جان لیا، جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے بیل اور مچھلی کے بارے میں خبر دی جن پر تمام زمینیں ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۱،ص:۲۱۰)

علامہ بوصیری -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں: "ومن علومك علم اللوح و القلم" اس کی شرح میں محقق علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

لوح و قلم کا علم، نبی اکرم ﷺ کے علم کی سطروں میں سے ایک سطر اور آپ کے علوم کے سمندروں کی ایک نہر ہے۔ (الزبدۃ العمدۃ،ص:۱۱۷)

حدیث شریف میں ہے: "فعلمت ما فی السموات والأرض" اس کی شرح میں شیخِ محقق عبدالحق محدثِ دہلوی -علیہ الرحمہ- فرماتے ہیں:

اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام کلی اور جزئی علوم حاصل ہوگئے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کا احاطہ کرلیا۔ (اشعۃ اللمعات، ج:۱،ص:۳۳۳)

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

قیامت کا معاملہ امور مذکورہ میں سب سے زیادہ پوشیدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جو قیامت کے قائم ہونے کے وقت کا علم عطا کیا ہے، وہ انتہائی اجمالی ہے، اگرچہ آپ کا علم دوسرے انسانوں سے زیادہ کامل ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ہمیں اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح (ساتھ ساتھ) بھیجا گیا ہے، یہ ارشاد قیامت کے وقت کے علمِ اجمالی سے زیادہ پر دلالت نہیں کرتا، میرا یہ گمان نہیں ہے کہ خواص ملائکہ کو قیامت کا علم نبی اکرم ﷺ سے زیادہ ہے، میرے گمان کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام حمیدی نے اپنی سند کے ساتھ امام شعبی سے "نوادر" میں بیان کیا ہے، امام شعبی نے فرمایا: حضرت عیسیٰ -علیہ السلام- نے حضرت جبرائیل -علیہ السلام- سے قیامت کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے اپنے پر جھاڑے اور فرمایا: جس سے

سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، مطلب یہ ہے کہ دونوں اس علم میں برابر ہیں؛ کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا کامل ترین علم اپنے لیے خاص کیا ہے، قیامت کی علامت کا بیان کرنا اس کے علم اجمالی کی نشان دہی کرتا ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے قائم ہونے کے وقت سے کامل طور پر آگاہ فرمادیا ہو، لیکن آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم جیسا نہیں ہے، تاہم اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حکمت کے تحت لازم فرمایا ہے کہ اسے مخفی رکھیں اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہو، لیکن میرے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ بات وثوق سے کہہ سکوں۔ (روح المعانی، ج:۲۱،ص:۱۰۰)

قاضی شوکانی کا موقف

پاک و ہند میں غیر مقلدین کے معتمد اور مستند قاضی شوکانی، اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''فلا یُظْهِرُ علیٰ غَیبِہٖ اَحداً'' کی تفسیر میں کہتے ہیں:

سوال: قرآن پاک کی اس دلیل سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں پر جس غیب کو چاہتا ہے، ظاہر فرمادیتا ہے، توجس رسول پر اللہ تعالیٰ نے جو غیب چاہا ظاہر فرمادیا تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اس غیب کی خبر اپنی امت کے بعض افراد کو دے دیں؟

جواب: ہاں! اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، اس سلسلے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی احادیث وارد ہیں جو سنت مطہرہ کے عالم سے مخفی نہیں ہیں (اس کے بعد متعدد احادیث بیان کیں جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امور غیبیہ کی خبر دی ہے، اس کے بعد کہتے ہیں) جب یہ ثابت ہوگیا تو اس امر میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو غیبی خبریں اپنے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائیں، ان میں سے کچھ اس امت کے صالحین کو خصوصی طور پر عنایت کی جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعض امتیوں کو بتائیں اور وہ بعد والوں میں سے بعض کو بتادیں؛ لہذا اولیاے کرام کی کرامات اسی قبیل سے ہوں گی، یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کا فیض ہوگا۔ (فتح القدیر، ج:۵،ص:۳۱۲)

علماے دیوبند

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

ہم زبان سے کہتے ہیں اور دل سے عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ علم رکھتے ہیں، خواہ ان علوم کا تعلق ذات وصفات سے ہو یا تشریعات سے، عملی احکام ہوں یا نظری احکام، واقعی حقیقتیں ہوں یا مخفی اسرار، اور ان کے علاوہ وہ علوم جن کے پردوں تک کسی مخلوق کی رسائی نہیں ہوئی، نہ کسی مقرب فرشتے کی اور نہ کسی نبی مرسل کی، آپ کو اولین اور آخرین کا علم عطا کیا گیا ہے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل تھا، لیکن اس سے ہر زمانے میں نو پیدا امور کی ہر جزئی کا علم لازم نہیں آتا۔ (المہند، ص:۲۵۔۲۴)

چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

لیکن توجہ نہ ہونے کی بنا پر بعض نو پیدا اور حقیر جزئیات کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ سے اوجھل ہو جانا، آپ کے سب سے بڑے عالم ہونے میں موجب نقص نہیں ہے، جب کہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ بلند مقام کے لائق علوم شریفہ کا، تمام مخلوق سے زیادہ، علم رکھتے ہیں۔ (ایضاً، ص:۲۶)

اس عبارت میں انھوں نے صاف تصریح کردی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگلی اور پچھلی تمام مخلوق سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں، اور آپ کو حقائقِ واقعیہ اور اسرارِ غیبیہ کا بھی علم ہے، اور بعض نو پیدا معمولی واقعات کا جو علم نہیں ہے تو اس لیے کہ ان کی طرف آپ کی توجۂ عالی نہیں ہے۔

اس کتاب ''المہند'' پر اکابر علماے دیوبند متفق ہیں اور اس پر ان کے بیس سے زیادہ عالموں مثلاً مولوی محمود حسن، مولوی اشرف علی تھانوی اور مفتی کفایت اللہ وغیرہ کے دستخط ہیں۔

ایک وہم کا ازالہ

اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ رسولوں، خاص طور پر اپنے حبیب، سید المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سی غیبی اشیا کا علم عطا فرمایا ہے، جیسے کہ آیات مبارکہ، احادیث طیبہ اور سَلَفِ صالحین کے ارشادات سے ثابت ہے، جب کہ بعض آیات میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے علم غیب کی نفی فرمائی ہے، چند آیات ملاحظہ ہوں، اللہ تعالیٰ تعالیٰ فرماتا ہے:

• قُلْ لَا یَعلَمُ مَنْ فی السّمٰوٰتِ والأرْضِ الغَیبَ اِلّا اللّٰہُ. (النمل: ۶۵) اے حبیب آپ فرما دیجیے! آسمانوں اور زمین میں رہنے والے غیب کو نہیں جانتے، مگر اللہ۔

• وَلِلّٰہِ غیبُ السّمٰوٰتِ والأرض والَیہِ یُرجَعُ الأمرُ کُلُّہٗ. (ھود: ۱۲۳) اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب، اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔

• وعِندَہٗ مَفَا تِحُ الغَیبِ لَا یَعلَمُھا اِلّا ھوَ. (الانعام: ۵۹) اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، انھیں وہی جانتا ہے۔

اس کے علاوہ متعدد آیات کریمہ ہیں۔

حدیثِ جبرائیل -علیہ السلام- میں ہے:

قیامت کے واقع ہونے کا علم، غیب کی ان پانچ چیزوں میں سے ہے، جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ”ان اللہ عندہ علم الساعۃ “۔ بے شک قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے۔ (صحیح مسلم، ج:۱، ص:۳۹)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- فرماتی ہیں:

جو شخص گمان کرے کہ نبی اکرم ﷺ کل ہونے والی چیزوں کی خبر دیتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا افترا کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”قُل لا یَعلَمُ مَن فی السّمٰوٰتِ والأرضِ الغیبَ اِلّا اللّٰہ “۔ آپ فرما دیجیے کہ آسمانوں اور زمین والے غیب نہیں جانتے، صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ (ایضاً، ج:۱، ص:۹۸)

کسی مومن کی مجال نہیں کہ وہ قرآنِ پاک کی آیات نفی یا اثبات میں سے کسی کا انکار کر سکے، الحمدللہ! ہمارا تمام آیات پر ایمان ہے، یہ بھی طے ہے کہ ان آیات میں منافات نہیں ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام تناقض سے پاک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”ولَو کَانَ مِن عِندِ غَیرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوا فیہِ اِختِلَافاً کَثِیراً “ (النساء: ۸۲) اور اگر قرآن اللہ کے غیر کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔

اس آیتِ کریمہ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کویت کے نامور عالم دین سید یوسف سید ہاشم رفاعی -مدظلہ العالی- فرماتے ہیں:

دیکھیے! ہمارے ربّ کریم نے قابل تردید انداز میں نفی فرمائی ہے: ”قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ “۔ (اللہ کے سوا زمینوں اور آسمانوں کے رہنے والوں میں سے کوئی غیب نہیں جانتا، دوسری آیت میں اپنے پسندیدہ رسولوں کے لیے یہ علم ثابت کیا ہے جو شک وشبہ سے بالا ہے: ”اِلّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُولٍ “ (مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو) یہ سب حق ہے اور سب پر ہمارا ایمان ہے، جو ان میں سے کسی آیت کا انکار کرے وہ قرآن کریم کا منکر اور کافر ہے، تو جو شخص مطلقاً (مخلوق کے لیے علم غیب کی) نفی کرے اور کسی طرح بھی ثابت نہ کرے، وہ آیاتِ اثبات کا منکر ہے اور جو مطلقاً ثابت کرے اور کسی طرح بھی نفی نہ کرے وہ آیات نفی کا منکر ہے، مومن تمام آیات پر ایمان لاتا ہے اور راستے مختلف نہیں ہوتے۔

(ادلۃ اہل السنۃ والجماعۃ، ص:۳۰-۳۱)

علامہ ابن حجر مکی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

ہم نے آیتِ کریمہ کا جو مطلب بیان کیا ہے، امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح کی ہے، وہ فرماتے ہیں، آیتِ شریفہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا غیب کو مستقل طور پر اور اس طرح کوئی نہیں جانتا کہ اس کا علم تمام معلومات کا احاطہ کر لے، رہے معجزات اور کرامات، تو یہ انھیں اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے سے ہیں۔ (فتاویٰ حدیثیہ، ص: ۲۶۸)

علامہ یہ بھی فرماتے ہیں:

ہمارا بیان (کہ نبی اکرم ﷺ کو رسولوں کی تعداد کا علم تھا) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: ”مِنهُم مَّن قَصَصنَا عَلَيكَ وَمِنهُم مَّن لَّم نَقصُص عَلَيكَ “ کے مخالف نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ خبر ہے ان رسولوں کی جن کا بیان اللہ تعالیٰ نے فرمایا (یعنی آپ کو تعداد کا علم تھا، اگرچہ ابھی صرف بعض کا بیان ہوا تھا) یا آیتِ مبارکہ نازل ہونے کے بعد تمام رسول کا بیان فرما دیا۔ (ایضاً، ص: ۱۵۳)

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

یہ بیان ان آیات کریمہ کے منافی نہیں ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، اسی طرح یہ آیت: ”لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر“ (اگر میں (از خود) غیب جانتا تو بکثرت خیر جمع کر لیتا) کے بھی منافی نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس آیت میں بلا واسطہ علم کی نفی ہے، اللہ تعالیٰ کے آگاہ فرمانے سے نبی اکرم ﷺ کا غیب پر مطلع ہونا تو ثابت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ”فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول“ (اللہ تعالیٰ اپنے خاص غیب پر کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا، مگر اپنے پسندیدہ رسول کو)۔

حضرت ابنِ عطاء اللہ سکندرانی ”لطائف المنن“ میں فرماتے ہیں:

بندہ اللہ تعالیٰ کے نور سے اس کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہوتا ہے اور یہ کوئی بعید نہیں ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے ’مومن کی فراست سے ڈرو؛ کیوں کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، اس حدیثِ قدسی کا یہی مطلب ہے کہ میں اس کی بینائی ہو جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ جس کی بینائی ہو جائے اس کا اللہ تعالیٰ کے کسی غیب پر مطلع ہو جانا کچھ بعید نہیں ہے۔ (نسیم الریاض، ج:۳،ص:۱۵۰)

اسی طرح علامہ زرقانی نے ’مواہب لدنیہ‘ کی شرح میں فرمایا ہے۔

(شرح مواہب لدنیہ، ج:۷،ص:۲۲۹۔۲۲۸)

آیاتِ مبارکہ میں اس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے کہ جس علم کی نفی کی گئی ہے وہ مستقل (از خود) علم ہے، وہ علم نہیں جو اللہ تعالیٰ بتا دے، یا نفی اس علم کی ہے جو یقینی ہو، علم ظنی کی نفی نہیں ہے، اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: ”اَتَجْعَلُ فِیھا مَنْ یُّفْسِدُ فیھا“ (فرشتوں نے عرض کیا: کیا زمین میں تو اسے خلیفہ بنائے گا؟ جو زمین میں فساد کرے گا)؛ کیوں کہ فرشتوں نے غیب کی یہ خبر اپنے ظن یا اللہ تعالیٰ کے مطلع کر دینے کی بنا پر دی ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص مستقل طور پر غیب کے علم کا دعویٰ کرے اور اسے خواب یا بے داری میں کشف کی ایک نوع کے ساتھ آگاہ نہ کیا گیا ہو تو اسے کافر قرار دیا جانا چاہیے، (ورنہ نہیں)؛ کیوں کہ اس کے دعوے اور آیت میں تضاد نہیں ہے، جیسا کہ اس سے پہلے تطبیق دی جا چکی ہے۔ (جامع الفصولین، ج:۲،ص:۲۲۰)

ان حوالوں سے واضح ہو گیا کہ جس علم کی مخلوق سے نفی کی گئی ہے، وہ علم ذاتی اور مستقل ہے، جو واسطے اور اللہ تعالیٰ کے آگاہ فرمانے کے بغیر ہو، اور غیب کا جو علم ثابت کیا گیا ہے اس سے مراد وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ کے آگاہ فرمانے اور اس کے فیض سے ہے، اس کے بغیر نہیں ہے۔

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض برگزیدہ بندوں کو ان پانچ میں سے کسی ایک پر آگاہ فرما دے اور اسے اس کا کسی قدر علم عطا فرما دے، ان کا علم جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے وہ ان میں سے ہر ایک کے تمام احوال اور مکمل تفصیل پر مشتمل ہو۔ جامعِ صغیر کی شرح مناویِ کبیر میں حضرت بریدہ کی اس حدیث: پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کی شرح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ایسا علم نہیں ہے جو ہر کلی اور جزئی کا مکمل احاطہ کرتا ہو؛ لہٰذا یہ امر اس حدیث کے مخالف نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خواص کو بعض غیبی اشیا یہاں تک کہ ان پانچ میں سے بعض پر آگاہ فرما دیتا ہے؛ کیوں کہ یہ گنتی کی جزئیات ہیں، معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں، تو وہ ان کی سینہ زوری ہے۔ (مناوی کبیر کی عبارت ختم ہوئی)

ہمارے بیان سے احادیثِ مبارکہ کے درمیان تطبیق واضح ہو جاتی ہے، جن میں سے بعض احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہے، اور بعض حدیثیں اس کے خلاف ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً نبی اکرم ﷺ کی بعض وہ حدیثیں جن میں امورِ غیبیہ کے بارے میں خبر دی گئی ہے، اسی قبیل سے ہیں۔ ”شفا شریف“ اور ”مواہب لدنیہ“ میں اسی قسم کی احادیث دیکھی جا سکتی ہیں۔

(روح المعانی، ج:۲۱،ص:۱۰۰)

علم الٰہی اور علم مخلوق برابر نہیں

اس سے پہلے کی گفتگو سے آپ کو کسی قدر نبی اکرم ﷺ کے علم شریف کی وسعت کا اندازہ ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا، یہاں تک کہ آپ نے ایک مجلس میں مخلوق کی ابتدا سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کی خبر

دی،اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ بلکہ تمام مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر نہیں ہے، بلکہ یہ برابری ممکن ہی نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری،قندھاری، بریلوی فرماتے ہیں:

ہماری گفتگو سے ظاہر و باہر ہو گیا کہ تمام مخلوق کے علم کا ہمارے اور پوری کائنات کے رب کے علم کے برابر ہونے کا شبہ مسلمانوں کے دل میں نہیں گزرتا، کیا بصیرت سے محروم لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا؟

- اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور مخلوق کا علم عطائی (اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا) ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے علم کا ثبوت اس کی ذات کے لیے واجب، اور مخلوق کا علم ممکن، ہے۔
- اللہ تعالیٰ کا علم سرمدی (ازلی و ابدی) قسیم اور حقیقی ہے اور مخلوق کا علم حادث ہے؛ کیوں کہ تمام مخلوق حادث ہے اور صفت موصوف سے پہلے نہیں ہو سکتی۔
- اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق نہیں، جب کہ مخلوق کا علم مخلوق ہے۔
- اللہ تعالیٰ کا علم تحت القدرت نہیں (یعنی ایسا نہیں کہ چاہے تو جانے اور چاہے تو جاہل رہے۔ معاذ اللہ!) اور مخلوق کا علم مقدور اور مقہور ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے علم کا باقی رہنا واجب، اور مخلوق کے علم کا فنا ہونا جائز ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر ممکن نہیں، اور مخلوق کے علم میں تغیر ممکن۔

(الدولۃ المکیۃ، ص: ۲۱۲)

مساوات کا وہم اسی شخص کو ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کو نہ جانتا ہو، حقیقت یہ ہے کہ تمام مخلوق کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ بھی نہیں ہے، جو ایک قطرے کو ساتوں سمندر سے ہے، اگر یہ بات کہی بھی جائے تو محض سمجھانے کے لیے ہوگی؛ کیوں کہ قطرہ اور سمندر دونوں متناہی ہیں، ان کی باہمی نسبت، متناہی کی متناہی سے نسبت ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے علم میں یہ نسبت نہیں ہے؛ کیوں کہ مخلوق کا علم متناہی اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے، ان کے درمیان وہ نسبت ہے جو متناہی کو غیر متناہی سے ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری، حضرت ابی بن کعب -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت

کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب موسیٰ -علیہ السلام- ، خضر -علیہ السلام- سے ملے تو ایک پرندہ آیا، اس نے اپنی چونچ پانی میں ڈالی، حضرت خضر نے حضرت موسیٰ -علیہ السلام- سے فرمایا: غور فرمایئے! یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے؟ انھوں نے فرمایا: کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت خضر نے فرمایا: یہ پرندہ یہ کہہ رہا ہے:

آپ، اور موسیٰ -علیہ السلام- کا علم، اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے اس پانی کی طرح ہے جو میں نے چونچ میں لیا ہے۔

امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے، لیکن اسے انھوں نے روایت نہیں کیا۔ (المستدرک، ج: ۲، ص: ۳۶۹)

علامہ خفاجی، شارح مشکاۃ علامہ طیبی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی معلومات کی کوئی انتہا نہیں ہے، آسمان اور زمین کے غیب اور جو کچھ فرشتے ظاہر کرتے ہیں، اور جو کچھ چھپاتے ہیں، سب اللہ تعالیٰ کے علم کا ایک قطرہ ہے۔

(عنایۃ القاضی، ج: ۲، ص: ۱۲۹)

علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی نے بھی یہی تصریح فرمائی ہے۔ (حاشیۂ تفسیر بیضاوی، ص: ۳۰۱)

علامہ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ قندیلیں پیدا فرمائیں اور انھیں عرشِ مجید پر لٹکا دیا، زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے یہاں تک کہ جنت اور دوزخ تمام ایک قندیل میں ہیں، باقی قندیلوں میں کیا ہے؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ حضرت کعب احبار نے فرمایا: تمام جہانوں کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے "وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ" (آپ کے رب کے لشکروں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے)۔ (ایضاً، ص: ۵۹)

خلاصۂ کلام

اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور حبیب ﷺ کو "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ" کا علم تدریجاً عطا فرمایا، جب قرآن پاک مکمل طور پر نازل ہو گیا تو نبی اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مخلوق کے ابتدا سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنے اپنے ٹھکانوں میں جانے تک، جو کچھ ہو چکا اور جو ہوگا سب کا علم بعطاے الٰہی حاصل ہوگیا، جیسا کہ اس سے پہلے آیاتِ کریمہ، احادیث مبارکہ اور ائمۂ دین کے ارشادات سے معلوم ہوگیا، منکرین پر لازم ہے کہ وہ دلیلِ قطعی سے ثابت کریں کہ پورے قرآنِ کریم کے نازل ہوجانے کے بعد بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا۔۔۔ دیدہ باید۔۔۔ یہی بہت سے فقہا، محدثین اور مفسرین اہلِ سنت کا عقیدہ ہے اور صوفیاے کرام۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔کا اس پر اجماع ہے، اور یہی دورِ آخر کے اہلِ سنت، فضیلۃ الشیخ امام احمد رضا، قندھاری، بریلوی کا عقیدہ ہے۔

اولیاے کرام اور علمِ غیب

علامہ ابنِ حجر مکی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔سے سوال کیا گیا کہ جو شخص یہ کہے کہ مومن غیب جانتا ہے، کیا اسے کافر کہا جائے گا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے حبیب! فرمادیجیے! اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین والے غیب نہیں جانتے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ اسے مطلقاً کافر نہیں کہا جائے گا؛ کیوں کہ اس کے کلام میں مختلف احتمالات ہیں۔ ان کی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو! فرماتے ہیں:

جب اس شخص سے تفصیل پوچھی جائے اور وہ کہے کہ میں نے جو کہا ہے کہ مومن غیب جانتا ہے، تو اس سے میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اولیا کو بعض غیبی چیزوں کا علم عطا فرمادیتا ہے تو اس کی یہ بات قبول کی جائے گی؛ کیوں کہ یہ عقلاً جائز ہے اور نقلاً ثابت ہے، اس لیے کہ یہ ہر دور میں واقع ہونے والی بے شمار کرامات میں سے ایک کرامت ہے، بعض اولیا غیب کو خطاب سے جانتے ہیں، بعض کی نگاہوں سے پردہ اٹھادیا جاتا ہے، بعض پر لوحِ محفوظ منکشف کردی جاتی ہے (حضرت مولانا رومی فرماتے ہیں {لوح محفوظ است پیش اولیا} {آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا} ۱۲، شرف قادری)، یہاں تک کہ وہ غیبی خبر کو دیکھ لیتے ہیں۔

اس سلسلے میں حضرتِ خضر کے بارے میں قرآن پاک کا بیان کافی ہے، اس صورت میں کہ انھیں ولی مانا جائے، جیسا کہ جمہور علما اور تمام عارفین سے منقول ہے، اگر چہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ

نبی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کے بارے میں خبر دی کہ ان کے پیٹ میں لڑکا ہے۔(موطا امام محمد کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ انھوں نے بیٹی کی خبر دی تھی۔ ۱۲، شرف قادری)

اسی طرح حضرت عمر فاروق۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے مروی ہے کہ ان پر حضرت ساریہ اور ان کا لشکر منکشف کردیا گیا جو عجم میں تھا، چناں چہ آپ نے مدینۂ منورہ کے منبر پر جمعہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ساریہ! پہاڑ کی طرف سے ہوشیار رہو، انھیں اس چھپے ہوئے دشمن سے خبردار کیا جو مسلمانوں کو برباد کرنا چاہتا تھا، صحیح حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کے بارے میں فرمایا: وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھیں الہام کیا جاتا ہے۔

رسالہ قشیریہ، امام سہروردی کی کتاب ''عوارف المعارف'' اور دیگر اہل علم کی کتابوں میں بے شمار واقعات ملتے ہیں کہ اولیاے کرام نے غیبی امور کی خبر دی، مثلاً بعض نے کہا کہ میں کل ظہر کے وقت وفات پاجاؤں گا اور اسی طرح ہوا، اور جب انھیں لحد میں اتارا گیا تو انھوں نے اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں، دفن کرنے والے نے کہا موت کے بعد زندگی ہے؟ تو انھوں نے کہا: میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر محب زندہ ہے۔(فتاویٰ حدیثیہ، ص: ۲۶۷)

قاضی شوکانی کا حوالہ اس سے پہلے گزر چکا ہے، ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرمائیں:

جب یہ ثابت ہوگیا تو اس امر سے کوئی مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے بعض اولیا کو غیب کی کچھ ایسی خبروں کے ساتھ مخصوص فرمائے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ظاہر فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے بعض افراد پر ظاہر فرمائیں اور انھوں نے بعد والوں پر منکشف فرمائیں، اولیاے کرام کی کرامات اسی قبیل سے ہیں، اور یہ سب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کا فیض ہے۔(فتح القدیر، ج: ۵، ص: ۳۱۲)

بلکہ آج بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے اولیاے کاملین کو متفرق علوم عطا فرمادے، اور اس میں کوئی شرعی یا عقلی استحالہ نہیں۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو عالم غیب کے احوال کا زیادہ علم ہوتا ہے اس میں کمزوری کم ہوتی ہے اور اس کا دل قوی ہوتا ہے، اسی لیے حضرتِ علیِ مرتضیٰ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں بلکہ ربانی قوت سے اکھاڑا تھا، یہ اس لیے تھا کہ حضرت علی -کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم- کی نظر اس وقت عالَم اجسام سے ہٹ گئی تھی اور فرشتے عالم کبریا کے انوار سے جگمگا اٹھے تھے، تو ان کی روح قوی ہوگئی، ملکوتی ارواح کے جوہر سے مشابہ ہوگئی اور اس میں عالَم قدس وعظمت کے انوار روشن ہوگئے، نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں ایسے امور کی قدرت حاصل ہوگئی جو دوسروں کو حاصل نہ تھی۔

اسی طرح جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعتوں پر پابندی کرتا ہے، تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اس کا سمع اور بصر ہوجاتا ہوں، تو جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کے لیے سمع بن جاتا ہے تو وہ قریب وبعید کو سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی بینائی بن جاتا ہے تو وہ قریب وبعید کو دیکھتا ہے، اور جب وہ نور اس کا ہاتھ بن جاتا ہے تو وہ مشکل اور آسان کے تصرف کرنے پر قادر ہوجاتا ہے۔ (تفسیر کبیر، ج:۲۱، ص:۹۱)

علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی فراست سے ڈرو؛ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ" (بے شک اس میں فراست والوں کے لیے نشانیاں ہیں) اس حدیث کو امام ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت کیا۔

اس جگہ اس طرف توجہ دلانا مناسب ہے کہ فراست کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم ایمانی فراست ہے، اور اس کا سبب وہ نور ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے، اس فراست کی حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ خیال ہوتا ہے جو دل پر اس تیزی سے وارد ہوتا ہے جیسے شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے، اسی مناسبت سے اسے فراست کہا جاتا ہے، یہ فراست قوتِ ایمان کی مناسبت سے

ہوتی ہے، جس شخص کا ایمان جتنا قوی ہوگا اس کی فراست اتنی ہی قوی ہوگی۔

ابو سلیمان دارانی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں: فراست، نفس کا مشاہدہ اور غیب کا مطالعہ ہے، اور یہ ایمان کے مراتب میں سے ہے۔ (شرح فقہ اکبر، ص:۸۰)

پاک و ہند کے شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

اگر نفس کی ملکوتی قوت غالب ہو، اور حیوانی قوت اتنی مغلوب ہوجائے کہ گویا ختم ہوگئی ہے تو اس کا قلب روح بن جاتا ہے اور وہ مجاہدہ سے رہا ہوجاتا ہے، اب بسط ہی ہوگا، قبض کا نشان بھی نہ ہوگا، الفت ہی ہوگی اضطراب کا نام بھی نہ ہوگا، وجد ہوگا لیکن بغیر کسی حرکت کے، اور اس کی عقل سراپا کمال بن جاتی ہے، اور معمول کے راستوں سے ہٹ کر فراست، کشف اور ہاتف غیبی کے ذریعے سے بلند وبالا غیبی علوم حاصل کرتی ہے۔ (ہمعات، ص:۱۰۹)

شاہ صاحب کا ایک دوسرا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

نقشبندیوں کے عجیب تصرفات ہیں، مثلاً وہ کسی مقصد پر توجہ مرکوز کر دیتے ہیں تو وہ مقصد پورا ہوجاتا ہے، طالب کے دل پر اثر انداز ہوتے ہیں، بیمار کی بیماری دور کر دیتے ہیں، گناہ گار کو توبہ پر آمادہ کر دیتے ہیں، اور لوگوں کے دلوں میں تصرف کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان میں عظیم واقعات نقش ہوجاتے ہیں، نقشبندی بزرگ زندوں اور اصحاب مزارات کی روحانی نسبتوں پر آگاہ ہوتے ہیں، لوگوں کے خیالات اور دلوں میں کھٹکنے والی باتوں پر مطلع ہوجاتے ہیں، آئندہ ہونے والے واقعات جان لیتے ہیں، اور نازل ہونے والی بلا ٹال دیتے ہیں وغیر ذلک، ہم ان میں چند باتیں بطور نمونہ بیان کریں گے۔ (القول الجمیل، ص:۱۰۳-۱۰۲)

اس سب سے بھی عجیب گفتگو وہ ہے جو شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی -رحمہ اللہ تعالیٰ- نے "تفہیمات" میں فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

میں آج خاموشی کے باوجود بآنگ دہل اور مختصر طور پر کہتا ہوں کہ میں ایک تجلی کے بعد دوسری تجلی، ایک راز کے بعد دوسرا راز، اور ایک میدان کے بعد دوسرا میدان طے کرتے ہوئے تمام تجلیات کے اصل اور مرکز اسم رحمٰن تک پہنچ گیا، تو اس کے ذریعے میں بلند مقام تک پہنچ گیا، جب یہ اسمِ مبارک میرے قلب وروح میں اتر گیا تو میں نے دیکھا کہ ہر علم اور ہر کمال جو پہلے انسان کو

حاصل ہوا، میری مراد یہ آدم نہیں، بلکہ پہلے آدم سے لے کر زمانے کے ختم ہونے اور آسمانوں کے پھٹ جانے تک پائے جانے والے آخری انسان تک جو علم اور کمال بھی حاصل ہوا، خواہ اس دار میں ہو یا قبر یا حساب یا جنت میں ہو، میں نے وہ تمام علوم اور کمالات کا اس طرح احاطہ کرلیا ہے کہ ان کے درمیان کوئی تصادم نہیں۔۔۔ میں نے تمام آسمانوں، کانوں، درختوں، چارپایوں، فرشتوں، جنوں، لوح وقلم، حضرت اسرافیل اور وجود میں داخل ہونے والی ہر چیز کے کمالات کا مکمل اور جامع احاطہ کرلیا ہے۔

۔۔۔ جو شخص میرا تجزیہ کرے وہ میرے لیے کمال نہیں پائے گا، بلکہ میں سراپا کمال ہوں، اور مجھ میں کمال ہے، بلکہ میرا ہاتھ، پاؤں، چہرہ اور سینہ کمال ہے، میں اپنے کمال کے اعتبار سے قبر میں داخل ہوا اور مجھے امید ہے کہ ہر کمال مجھ میں داخل ہو جائے، شاید کہ میرا وجود قیامت ہے جو کمال کے لیے قائم ہوا، میرے پاس کچھ ایسے راز ہیں جنھیں میں بیان نہیں کرسکتا۔

شعر

- میرے پاس ایسے علوم ہیں جن کا احاطہ نہ آسمان کرسکتا ہے اور نہ بحر و بر اور نہ ہی ساحل کرسکتا ہے۔
- لیکن میں نے معاصرین کو اس حال میں پایا ہے کہ ان کے نزدیک عالم اور جاہل برابر ہیں۔ (تفہیمات، ج: ۲، ص: ۹۰-۸۹)

کہاں ہیں؟ اولیاے کرام کے علوم (اور قصیدۂ غوثیہ) بلکہ انبیاے کرام کے علوم کی وسعت بیان کرنے پر، چیں بہ چیں ہونے والے؟ وہ شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی پر کیا حکم لگائیں گے؟ انھوں نے تو اپنے لیے تمام اشیا کے محیطِ علم کا دعویٰ کیا ہے، اگر وہ اس دعوے کے باوجود آپ کے نزدیک موحد اور مومن ہیں، تو امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک علما بلکہ تمام علماے اسلام پر کیوں شرک کا حکم لگایا جاتا ہے؟ جو اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبی اکرم ﷺ کے لیے "مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ" کا علم ثابت کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی وہ شخصیت ہیں، جن کی جلالتِ علمی اور فضیلت کا اعتراف علماے اہلِ سنت، دیوبندی مکتبِ فکر اور غیر مقلدین کے علما بھی کرتے ہیں۔

شاہ محمد اسماعیل دہلوی انھیں ان القاب سے یاد کرتے ہیں:

قبلۂ اربابِ تحقیق، کعبۂ اصحابِ تدقیق یعنی حضرت شیخ ولی اللہ۔ (صراط مستقیم، فارسی، ص: ۱۱)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

قدوۃ الاولیاء وزبدۃ اربابِ الصفاء یعنی شیخ ولی اللہ۔ (ایضاً، ص: ۱۴)

سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی لکھتے ہیں:

اولیاے کرام کو موجودات واقعیہ کی اطلاع حاصل ہے، خواہ لوح محفوظ کے نقوش کے مطالعہ سے ہو یا اس کے بغیر، اور لوح محفوظ کے نقوش کا مطالعہ بعض اولیاے کرام سے بتواتر منقول ہے۔ (ملخصاً تفسیر فتح العزیز، پارہ: ۲۹، ص: ۲۶)

شاہ محمد اسماعیل دہلوی جو پاک و ہند میں علماے دیوبند اور غیر مقلدین کے نزدیک مسلّم امام ہیں، لکھتے ہیں:

اسی طرح اولیاے کرام کے دل جب غفلت اور ماسوی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کے زنگ سے پاک ہوجاتے ہیں، تو وہ حظیرۃ القدس (لوح محفوظ) کے لیے آئینوں کا حکم رکھتے ہیں، مثلاً جب حظیرۃ القدس میں کوئی چیز مقدر ہوتی ہے تو اکثر صالحین اسے واقع ہونے سے پہلے خواب یا بیداری میں دیکھ لیتے ہیں۔ (صراط مستقیم، فارسی، ص: ۳۷)

انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

یاد رہے کہ اولیاے کرام دنیا میں موجود ہونے سے پہلے جو اشیا کو دیکھ لیتے ہیں، تو ان کا بھی ایک قسم کا وجود ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابویزید بسطامی ایک مدرسے کے پاس سے گزرے اور ہوا چلی تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کی خوش بو آرہی ہے، تو وہاں سے شیخ ابوالحسن خرقانی پیدا ہوئے، اور جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہمیں یمن سے رحمٰن کی خوش بو آرہی ہے، تو یمن سے حضرت اویس قرنی پیدا ہوئے۔

(فیض الباری، ج: ۱، ص: ۱۸۲)

قارئین کرام! آیاتِ کریمہ، احادیثِ مبارکہ، اہلِ سنت، دیوبندی اور غیر مقلد علما کے

اقوال کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ یقیناً اس نتیجے پر پہنچ چکے ہوں گے کہ مسئلۂ علمِ غیب میں امام احمد رضا قادری بریلوی -قدس سرہ العزیز- کوئی الگ تھلگ رائے نہیں رکھتے، بلکہ وہ قرآن وحدیث، جلیل القدر علما، صوفیا، فقہا، محدثین اور مفسرین کے ارشادات کی روشنی میں صحیح اور ٹھوس موقف رکھتے ہیں؛ لہذا یہ کہنا کہ وہ اس مسئلے میں ایک الگ عقیدہ رکھتے تھے، یہ کسی طرح بھی قرین انصاف نہیں ہے۔

الحمد اللہ تعالیٰ فقیر کے تحریر کردہ رسالہ ''مدینۃ العلم'' کا ترجمہ آج بروز بدھ ۲۱ رشعبان المعظم، ۳۰رنومبر ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء کو مکمل ہوا۔

فا لحمدُ للہ تعالیٰ علی ذلك وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبه محمدوعلی آله واصحابه وبارك وسلم.

عبدالحکیم شرف قادری غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر ٦

پیکرِ نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ۔

(المائدۃ:۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

(کنزالایمان)

عام طور پر یہ مغالطہ دیا جاتا ہے کہ نورانیت اور بشریت میں منافات ہے۔ دونوں کا ایک جگہ اجتماع نہیں ہوسکتا، حالاں کہ اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”فَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡهَا رُوۡحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا“ (مریم:۱۷)

تو اس (مریم) کی طرف ہم نے اپنا روحانی (جبرائیل امیں کو) بھیجا، وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

ظاہر ہے کہ حضرت جبرائیل امیں -علیہ السلام- نوری مخلوق ہیں، جب حضرت مریم -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کے سامنے بشری صورت میں جلوہ گر ہوئے، تو اس وقت بھی وہ حقیقت کے لحاظ سے نوری ہی تھے، لیکن ان کا ظہور بشری لباس میں ہوا، اگر نور و بشر میں تضاد ہوتا تو حضرت جبرائیل -علیہ السلام- کبھی بشری صورت میں تشریف نہ لاتے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت کے اعتبار سے نور، اور صورت کے اعتبار سے بے مثل بشر ہیں۔

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

بعض اوقات کہا جاتا ہے: چوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں: ایک جہتِ ملکیت، جس کی بنا پر آپ فیض حاصل کرتے ہیں اور دوسری جہت بشریت، جس کی بنا پر فیض دیتے ہیں، اس لیے قرآن کریم آپ کی روح پر نازل کیا گیا؛ کیوں کہ آپ کی روح ملکی صفات کے ساتھ متصف ہے، جن کی بنا پر آپ روح الامیں سے استفادہ کرتے ہیں۔

(روح المعانی، ج:۱۹، ص:۱۲۱)

غزنوی خاندان کے مشہور غیر مقلد عالم پروفیسر ابوبکر غزنوی نے بڑی فیصلہ کن بات کی ہے، مولانا محمد انور جیلانی کے رسالہ ’’بشریت ورسالت‘‘ پر تقریظ میں لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے کہا کہ حضور -علیہ الصلاۃ والسلام- بشر تھے اور نور نہ تھے، اور بعض نے کہا کہ وہ نور تھے، بشر نہ تھے، یہ دونوں باتیں افراط وتفریط کی ہیں، قرآن مجید کہتا ہے کہ وہ بشر بھی تھے اور نور بھی تھے، (اس کے بعد نورانیت اور بشریت سے متعلق دونوں آیتیں نقل کی ہیں) اور صحیح مسلک یہی ہے کہ وہ بشر ہوتے ہوئے ازفرق تا بقدم نور کا سراپا تھے۔

(تقریظ رسالہ ’’بشریت ورسالت‘‘، ص:۱۷)

لیجیے! اب تو اختلاف ختم ہو جانا چاہیے، اہلِ سنت وجماعت کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ بے مثل بشر بھی ہیں اور نور بھی۔

سرکار دو عالم ﷺ کی بشریت کا مطلقاً انکار کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ --امام احمد رضا بریلوی -قدس سرہ- فرماتے ہیں:

جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے، وہ کافر ہے: قَالَ تَعَالٰی: ’’قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا‘‘ (فتاویٰ رضویہ، ج:۶، ص:۶۷)

احسان الٰہی ظہیر کا کہنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیا کے زمانوں کے کفار، نبوت اور بشریت میں منافات کا عقیدہ رکھتے تھے، اور انبیاے کرام کی نبوت کا اس لیے انکار کرتے تھے کہ وہ بشر ہیں، اور بشر رسول نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد بریلویوں پر طعن وتشنیع کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یہ لوگ چوں کہ اسلامی معاشرے اور مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے ہیں، اس لیے انبیا کی نبوت کا تو انکار نہیں کر سکے، لیکن ان کا عقیدہ بعینہ وہی ہے کہ نبوت اور بشریت میں منافات ہے، اس لیے انھوں نے انبیا اور رسل کی بشریت کا انکار کر دیا ہے۔

(البریلویہ، ص:۱۰۲۔۱۰۱)

بلاشبہ یہ مجرمانہ خیانت ہے، قارئین کرام ابھی امام احمد رضا بریلوی -قدس سرہ- کی تصریح ملاحظہ کر چکے ہیں کہ ’’جو مطلقاً حضور کی بشریت کا انکار کرے، وہ کافر ہے‘‘۔ اس کے باوجود اس غلط بیانی کا جواز ہے؟

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت محمد رسول ﷺ بشر ضرور ہیں، لیکن افضل البشر اور سید الخلق ہیں، امام الانبیاء اور مقتداے رسل ہیں اور مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نور ہیں۔

ظہیر صاحب نے محض یہ ثابت کرنے کے لیے متعدد آیتیں نقل کی ہیں کہ کافروں نے انبیاے کرام کی نبوت کا انکار محض اس لیے کیا ہے کہ وہ بشر ہیں، حالاں کہ اگر مطلب ثابت ہو جائے، تو اس کے لیے ایک ہی آیت کافی ہے، اور مطلب ثابت نہ ہو تو پانچ سو آیتیں پیش کرنا بھی بے فائدہ ہے۔ یہی صورت ظہیر صاحب کو پیش آئی ہے، ملاحظہ فرمائیں! اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح -علیہ السلام- کی قوم اور عاد وثمود کا یہ قول بیان فرمایا ہے: اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (تم نہیں مگر ہم جیسے بشر)۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کافروں نے رسولانِ کرام -علیہم السلام- کی رسالت کا انکار صرف اس بنا پر نہیں کیا تھا کہ وہ بشر ہیں، جیسا کہ ظہیر صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں، بلکہ اس لیے انکار کیا کرتے تھے کہ وہ ہم جیسے بشر ہیں، کفار اگر سمجھ لیتے کہ ظاہری طور پر ہم جیسے بشر دکھائی دینے والے حضرات درحقیقت ہم سے کہیں بلند وبالا ہیں، تو وہ راہِ کفر اختیار نہ کرتے، بلکہ ایمان لے آتے، یہی وہ نکتہ ہے جسے اہلِ سنت وجماعت کے مخالفین نہیں سمجھ پاتے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی -قدس سرہ- السامی فرماتے ہیں:

جیسا کہ کفار نے انبیا -علیہم الصلاۃ والسلام- کو دوسرے انسانوں کے رنگ میں جان کر، نبوت کے کمالات کا انکار کیا ہے۔ (مکتوبات، فارسی، دفتر اول، حصہ دوم، ص:۱۱۴)

غیر مقلدین اور علماے دیوبند کے پیشوا شاہ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیا، انبیا، امام وامام زادہ، پیر، شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرّب بندے ہیں، وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے، عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم کیا ہے، ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ (تقویۃ الایمان، ص:۶۰)

کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہم جیسے بشر ہیں؟ اور کیا یہ اس بات کے قریب نہیں ہے، جو کفار اپنے زمانے کے رسولوں کو کہتے رہے ہیں؟

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو! اور جو بشر کی سی تعریف ہو، سو ہی کرو، اور ان میں بھی اختصار کرو۔ (ایضاً ص: ۶۳)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ دہلوی صاحب کو اتنا ہی گوارا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی محبوب کی تعریف بھی کی جائے تو صرف اتنی جو بشر کے شایانِ شان ہو، بلکہ اس میں بھی اختصار کا مشورہ دیتے ہیں۔

محبوبانِ بارگاہِ الٰہی کے بارے میں اسی خطرناک ذہنیت کے مسموم اثرات زائل کرنے کے لیے علماے اہلِ سنت و جماعت نے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور دیگر مقرّبانِ بارگاہ کی شان میں وہ گلہائے عقیدت پیش کیے کہ ایمان والوں کے ایمان تازہ ہوگئے۔

قرآنِ پاک میں حضور نبی اکرم ﷺ کے بشر اور نور ہونے کی تصریح ہے، کسی مسلمان کے لیے نہ تو آپ کی بشریت کے انکار کی گنجائش ہے، اور نہ ہی نور ہونے کی نفی کی مجال ہے، حیرت ان لوگوں پر ہے جو توحید ورسالت کی گواہی دینے کے باوجود سرکارِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نور ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ اقدس ہے: "قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" تحقیق تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین۔

اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔

اول:

نور سے مراد نبی اکرم ﷺ اور آپ کا نور ہے، اور کتاب سے مراد قرآن پاک ہے۔

حضرت ابنِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- نے "نور" کی تفسیر رسول سے کرنے کے بعد فرمایا: یعنی "محمدا ﷺ"۔ (تنویر المقیاس، ص: ۷۲)

امام رازی -علیہ الرحمہ- نے نور کی تفسیر میں متعدد اقوال بیان کیے ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ (تفسیر کبیر، ج: ۱۱، ص: ۱۸۹)

امام محمد بن جریر طبری -رحمہ اللہ تعالیٰ- نے فرمایا: يَعْنِي بِالنُّوْرِ مُحَمَّدًا (ﷺ) نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ (جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج: ۶، ص: ۹۲)

تفسیر جلالین میں ہے:

اس نور سے مراد نبی اکرم ﷺ کا نور ہے۔ (تفسیر جلالین، ص: ۹۷)

جلالین کے حاشیے تفسیر صاوی میں ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ کا نام اس لیے نور رکھا گیا کہ آپ بصیرتوں کو منوّر فرماتے ہیں اور انھیں راہِ راست کی ہدایت دیتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ہر حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔
(حاشیہ تفسیر جلالین، ج: ۱، ص: ۲۵۸)

تفسیر خازن میں ہے:

نور سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اللہ نے آپ کا نام اس لیے نور رکھا ہے کہ آپ کے ذریعے ہدایت پائی جاتی ہے، جیسے روشنی کے ذریعے اندھیروں میں ہدایت پائی جاتی ہے۔
(تفسیر خازن، ج: ۲، ص: ۲۸)

تفسیر مدارک میں ہے:

دوسرا احتمال یہ ہے کہ نور محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں؛ کیوں کہ آپ کے ذریعے ہدایت حاصل کی جاتی ہے، جس طرح آپ کا نام سراج رکھا گیا۔ (تفسیر نسفی، ج: ۱، ص: ۲۷۶)

دوم:

نور اور کتاب دونوں سے قرآنِ پاک مراد ہے، یہ جبائی اور زمخشری کا قول ہے، یہ دونوں معتزلی ہیں، ان پر یہ سوال وارد ہوا کہ عطف مغائرت کو چاہتا ہے، جب دونوں سے مراد قرآن پاک ہے تو مغائرت کہاں رہی؟ اس کا انھوں نے جواب دیا کہ عطف کے لیے ذاتی طور پر متغائر ہونا ضروری نہیں ہے، تغایر اعتباری ہی کافی ہے، اور وہ یہاں موجود ہے۔

سوم:

نور اور کتاب دونوں سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ ہیں، اس پر اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ عطف تغایر کو چاہتا ہے، تو اس کا جواب وہی ہوگا جو جبائی وغیرہ نے دیا ہے کہ تغایرِ اعتباری کافی ہے۔

علامہ الوسی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

میرے نزدیک یہ امر بعید نہیں ہے کہ نور اور کتابِ مبین دونوں سے نبی اکرم ﷺ مراد ہوں، عطف کی وہی توجیہ کی جائے جو جبائی نے کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر نور اور کتابِ مبین دونوں کا اطلاق صحیح ہے، ہوسکتا ہے کہ عبارۃ النص کے اعتبار سے تمھیں اس کے قبول کرنے میں توقف ہو، تو اسے اشارۃ النص کے قبیل سے قرار دے دو۔

(روح المعانی، ج:۶، ص:۹۷)

حضرت ملا علی قاری -علیہ رحمۃ الباری- فرماتے ہیں:

اس امر سے کون سی چیز مانع ہے کہ نور اور کتابِ مبین دونوں نبی اکرم ﷺ کی صفتیں ہوں؟ کیوں کہ آپ نورِ عظیم ہیں اور انوار کے درمیان کامل ظہور رکھتے ہیں، اور آپ اس لحاظ سے کتابِ مبین ہیں کہ آپ تمام اسرار کے جامع، احکام واحوال اور بھلائیوں کے ظاہر کرنے والے ہیں۔ (شرحِ شفا، ج:۱، ص:۱۱۴)

اہلِ سنت و جماعت کے تقریباً تمام مفسرینِ کرام نے یہ احتمال ضرور بیان کیا ہے کہ نور سے مراد نورِ مصطفیٰ ﷺ ہے اور بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ کتاب سے مراد بھی آپ ہی کی ذات اقدس ہے۔ اب کون ہے، جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے نور ہونے کا بھی انکار کرے؟

۲۸/ذیقعدہ/ ۱۳۱۷ھ کو مولوی نور الدین احمد نے گوالیار سے امام احمد رضا بریلوی -قدس سرہ- کی خدمت میں استفتا ارسال کیا اور دریافت کیا:

یہ مضمون کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے، اور ان کے نور سے باقی مخلوقات، کس حدیث سے ثابت ہے؟ اور وہ حدیث کس قسم کی ہے؟

اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی -قدس سرہ- نے فرمایا: امام اجل سیدنا امام مالک -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کے شاگرد، اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کے استاد، اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ، حافظ الحدیث، احد الاعلام عبد الرزاق ابوبکر بن ہمام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اپنی مصنَّف میں حضرت سیدنا و ابن سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں

باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجیے کہ سب سے پہلے اللہ عز وجل نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا: ”یا جابر! إن الله تعالى قد خلق قبل الا شياء نور نبيك من نوره“ اے جابر! بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی (ﷺ) کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔
(مجموعۂ رسائل، نور وسایہ، ص:۸۔۷)
اس کے بعد پوری حدیث نقل کی۔

یہ حدیث کس قسم کی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی ”دلائل النبوۃ“ میں روایت کی۔ اجلۂ ائمۂ دین مثل امام قسطلانی ”مواہب لدنیہ“، امام ابنِ حجر مکی ”افضل القریٰ“، علامہ فاسی ”مطالع المسرات“، علامہ زرقانی ”شرح مواہب لدنیہ“، علامہ دیار بکری ”خمیس“ اور شیخ محقق دہلوی ”مدارج النبوۃ“ وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں۔

بالجملہ وہ تلقیِ امت بالقبول کا منصبِ جلیل پائے ہوئے ہے، تو بلا شبہ حدیث حسن، صالح، مقبول، معتمد ہے۔ تلقی علما بالقبول وہ عظیم شے ہے جس کے بعد ملاحظۂ سند کی حاجت نہیں رہتی، بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی ”كما بيننا ه فى منير العين فى حكم تقبيل الا بهامين“ لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سعیدی عبد الغنی نابلسی -قدس سرہ القدسی- ”حدیقۂ ندیہ شرحِ طریقۂ محمدیہ“ میں فرماتے ہیں:

”وَقَدْ خُلِقَ كُلُّ شَيْءٍ مِّنْ نُّوْرِهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَمَا وَرَدَ بِهِ الْحَدِ يْثُ الصَّحِيْحُ“ بے شک ہر چیز نبی اکرم ﷺ کے نور سے بنی جیسا کہ صحیح حدیث اس معنی میں وارد ہوئی۔ (ایضاً، ص:۹۔۸)

یہ جواب بڑا متین، مدلل اور معقول تھا، لیکن تعصب اور عناد اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، اس پر چند اعتراض کیے گئے ہیں، ان کا جواب ملاحظہ ہو۔

پہلا اعتراض

احسان الٰہی ظہیر نے اس پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے:

اگرامت سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کی طرح جہالت اور گم راہی اور کج روی کے پیروکار ہیں، تو ہمیں نقصان دہ نہیں اور اگرامت سے مراد علما اور حدیث کے ماہرین ہیں، تو اس امر کا وجود نہیں ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو قبول کیا ہے۔

(البریلویہ، ص: ۱۰۳)

جواب

امام احمد رضا بریلوی۔قدس سرہ۔نے اس حدیث کے روایت اور نقل کرنے والوں کا نام بنام ذکر کیا ہے، اس کے باوجود ان سب کو جاہل اور گم راہ قرار دینا ائمۂ دین کی شان میں وہ کھلی گستاخی ہے، جو نا قابلِ معافی ہے اور ان لوگوں کا پرانا شیوا ہے۔

ذیل میں ہم حدیثِ نور کے چند حوالے تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔آپ دیکھیں کہ احسان الٰہی ظہیر نے کتنے جلیل القدر ائمہ کو جاہل اور گم راہ قرار دیا ہے:

(۱) امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ، امام عبد الرزاق نے ’’مصنّف‘‘ میں اس حدیث کو روایت کیا، اس سلسلے میں چند گزارشات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) امام بیہقی نے یہ حدیث روایت کی، امام زرقانی فرماتے ہیں:

امام بیہقی نے یہ حدیث کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کی ہے۔

(شرح مواہب لدنیہ ج:۱، ص:۵۶، و تاریخ الخمیس، ج:۱، ص:۲۰)

(۳) تفسیر نیشاپوری میں آیتِ مبارکہ ’’وانا اول المسلمین‘‘ کی تفسیر میں ہے:

’’کما قال اول ما خلق اللہ نوری‘‘ جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔(غرائب القرآن، ج:۸، ص:۶۶)

(۴) عارف باللہ عبد الکریم جیلی اپنی کتاب ’’الناموس الاعظم والقاموس الاقدم فی معرفۃ قدر النبی ﷺ‘‘ میں فرماتے ہیں کہ حضرت جابر۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی کی روح پیدا فرمائی۔

(جواہر البحار، ج:۴، ص:۲۲۰)

(۵) مواہب لدنیہ میں ہے کہ امام عبد الرزاق۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔اپنی سند سے حضرت جابر بن عبد اللہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔سے راوی ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

’’یا جابر! ان اللہ تعالی قد خلق قبل الا شیاء نور نبیک من نورہ‘‘۔اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔(مواہب لدنیہ، ج:۱، ص:۵۵)

(۶) سیرتِ حلبیہ میں یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں: ’’وفیہ انہ اصل لکل موجود و اللہ تعالی اعلم‘‘۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر موجود کی اصل ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔(سیرتِ حلبیہ، ج:۱، ص:۳۱)

(۷) ’’کشف الخفاء‘‘ میں یہ حدیث انھی الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔

(کشف الخفاء و مزیل الالباس، ج:۱، ص:۲۶۵)

(۸) خرپوتی نے شرح قصیدۂ بردہ میں یہ حدیث مفہوماً نقل کی۔

(عصیدۃ الشہدۃ شرح القصیدۃ البردۃ، ص:۷۳)

(۹) ’’حدیقۂ ندیہ‘‘ میں ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ صاحبِ الجمیعۃ الکبریٰ ہیں، کیوں نہ ہو، جب کہ ہر شے آپ کے نور سے پیدا کی گئی ہے، جیسا کہ اس بارے میں حدیث صحیح وارد ہے۔

(حدیقۂ ندیہ، ج:۲، ص:۳۷۵)

(۱۰) تاریخ خمیس میں یہ روایت معناً نقل کی گئی ہے۔

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس، ج:۱، ص:۱۹)

(۱۱) امام علامہ شرف الدین بوصیری کے قصیدۂ ہمزیہ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔(الفتوحات الاحمدیہ بالمنح المحمدیہ، ص:۶)

(۱۲) امام علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں:

فقیہ خطیب ابو ربیع کی کتاب ’’شفاء الصدور‘‘ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نورِ مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرمایا، اور اس نور سے تمام اشیا کو پیدا کیا۔۔۔پس نورِ عرش، نورِ مصطفیٰ ﷺ

سے ہے،نورِ قلم،نورِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے،لوحِ محفوظ کا نور،نورِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے،دن کا نور، نورِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے،معرفت کا نور،شمس وقمر اور آنکھوں کا نور،نورِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔
(ملخصاً،المدخل،ج:۲،ص:۳۴)

(۱۳) علامہ ابوالحسن بن عبداللہ بکری فرماتے ہیں:

حضرت علی مرتضیٰ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موجود تھا،اور کوئی شے اس کے ساتھ موجود نہ تھی،اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے حبیب ﷺ کا نور پیدا کیا، پانی،عرش، کرسی،لوح،قلم،جنت،دوزخ،حجاب،بادل،حضرت آدم اور حضرت حوا-علیہما السلام- سے چار ہزار سال پہلے۔(الانوار فی مولد النبی محمد ﷺ،ص:۵)

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نورِ مصطفیٰ ﷺ کے پیدا کیے جانے کی روایت صرف حضرت جابر-رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے مروی نہیں ہے، بلکہ حضرت علی مرتضیٰ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے بھی مروی ہے۔

(۱۴) علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کا سب کے لیے رحمت ہونا،اس اعتبار سے ہے کہ آپ ممکنات پر نازل ہونے والے فیضِ الٰہی کا ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں،اسی لیے جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی وہ آپ ہی کا نور تھا۔حدیث شریف میں ہے:اے جابر!اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔(روح المعانی،ج:۱۷،ص:۱۰۵)

ایک جگہ حدیث ”اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ“نقل کی ہے۔
(روح المعانی،ج:۸،ص:۷۱)

(۱۵) علامہ شامی کے بھتیجے سید احمد عابدین شامی نے علامہ ابن حجر مکی کے رسالہ ”النعمۃ الکبریٰ علی العالم“ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی ہے۔(جواہر البحار،ج:۳،ص:۳۵۴)

(۱۶) علامہ محمد مہدی فاسی نے حضرت جابر-رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی روایت کردہ حدیث نقل کرنے کے علاوہ ایک دوسری حدیث بھی نقل کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ“۔اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اور میرے نور سے ہر چیز پیدا کی۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام مخلوقات سے پہلے اور ان کا سبب ہیں۔(مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات،ص:۲۲۱)

(۱۷) علامہ احمد عبدالجواد دمشقی نے یہ حدیث امام عبدالرزاق اور امام بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے۔(السراج المنیر وبسیرتہ استنیر،ص:۱۴-۱۳)

(۱۸) محدثِ جلیل حضرت ملا علی قاری نے ”المورد الروی“ میں ”مصنف عبدالرزاق“ کے حوالے سے سیدنا جابر-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-کی حدیث نقل کی ہے۔
(المورد الروی فی المولد النبوی،ص:۴۰)

(۱۹) مکۂ مکرمہ کے نامور محقق فاضل سید علوی مالکی لکھتے ہیں:

حدیث حضرت جابر-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-کی سند صحیح ہے،اس پر کوئی غبار نہیں ہے،چوں کہ متن غریب ہے؛اس لیے اس میں علما کا اختلاف ہے،اس حدیث کو امام بیہقی نے کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے۔(حاشیہ المورد الروی،ص:۴۰)

اس جگہ علامہ مالکی نے تفصیلی نوٹ دیا ہے،جس میں حضور سیدِ عالم،نبی اکرم ﷺ کی نورانیت،احادیثِ مبارکہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔

(۲۰) فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:”وانما الذی رواہ عبد الرزاق أنہ ﷺ قال:إن اللہ خلق نور محمدقبل الاشیاء من نورہ“۔عبد الرزاق نے جو حدیث روایت کی ہے،وہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا سے پہلے اپنے نور سے نورِ مصطفیٰ ﷺ پیدا کیا۔
(فتاویٰ حدیثیہ،ص:۲۴۷)

(۲۱) مولانا عبدالحی فرنگی محلی ”الآثار المرفوعۃ“ میں امام عبد الرزاق کے حوالے سے حضرت جابر-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-کی روایت نقل کرنے کے بعد تنبیہ کا عنوان دے کر لکھتے ہیں:

عبد الرزاق کی روایت سے نورِ محمدی کا پیدائش میں اوّل ہونا، اور مخلوق سے پہلے ہونا ثابت ہے۔(الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة، ص: ۳۴/ ۳۳)

(۲۲) (حجة اللہ علی العالمین، ص: ۲۸)

(۲۳) مدارج النبوۃ میں ہے: در حدیث صحیح وارد شدہ کہ ''اول ماخلق اللہ نوری''۔(مدارج النبوۃ، ج:۲، ص: ۲)

فرض کیجیے کہ کسی محفل میں یہ تمام علما، عرفا اور محدثین تشریف فرما ہوں، اور اس حدیث کو بیان کر رہے ہوں اور اس کی تصدیق و توثیق کر رہے ہوں، تو کیا کوئی بڑے سے بڑا علامہ یہ کہنے کی جرأت کر سکے گا کہ یہ سب جھوٹے، جاہل اور کج رو ہیں؟

مخالفین کی گواہی

(۲۴) غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نورِ محمدی کو پیدا کیا، پھر پانی، پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا، پھر قلم و دوات، پھر عقل کو پیدا کیا، پس نورِ محمدی آسمانوں، زمین اور ان میں پائی جانے والی مخلوق کے لیے مادۂ اوّلیت ہے۔

حاشیہ میں لکھتے ہیں: قلم اور عقل کی اولیت اضافی ہے۔(یعنی یہ دونوں دوسری چیزوں سے پہلے ہیں، یہ نہیں کہ سب سے پہلے ہوں۔ ۱۲ ق ن) (ہدیۃ المہدی ص: ۵۶)

(۲۵) علماے دیوبند کے حکیم الامت نے حضرت جابر۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کی روایت بحوالہ امام عبد الرزاق۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ نقل کی اور اس پر اعتماد کیا۔(نشر الطیب ص: ۶)

(۲۶) غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے امام شاہ محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

''چناں کہ روایت ''اول ماخلق اللہ نوری'' بر آں دلالت می دارد۔ جیسا کہ روایت ''اول ماخلق اللہ نوری'' اس پر دلالت کرتی ہے۔(یک روزہ، ص: ۱۱)

(۲۷) فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

سوال: ''اول ماخلق اللہ نوری'' اور ''لولا ک لما خلقت الأفلاک''۔۔

یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا موضوع؟

جواب: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں، مگر شیخ عبد الحق۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ نے ''اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللہُ نُوْرِیْ'' کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۱۵۷)

اس سے پہلے مدارج النبوۃ کی عبارت گزر چکی ہے جس میں شیخ محقق نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، جب کہ گنگوہی صاحب کہہ رہے ہیں کہ شیخ کے نزدیک اس کی کچھ اصل ہے۔ فیاللعجب!!!

تطبیقِ احادیث

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ اس سلسلے میں مختلف روایات ملتی ہیں، مثلاً نبی اکرم ﷺ کا نور، عقل یا قلم۔ آیئے! ذرا دیکھیں! کہ ائمۂ محدثین اور اربابِ مشاہدہ نے ان روایات میں کس طرح تطبیق دی ہے؟

(۲۸) حضرتِ شیخ سید عبد القادر جیلانی حنبلی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ جن کا نام ابنِ تیمیہ بھی احترام سے لیتے ہیں، فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح کو اپنے جمال کے نور سے پیدا کیا، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا، اور سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا''۔ ان سب سے مراد ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے حقیقتِ محمدیہ۔ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام۔ اس حقیقت کو نور اس لیے کہا کہ وہ جلالی ظلمات سے پاک ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ''۔ عقل اس لیے کہا کہ وہ کلیات کا ادراک کرنے والی ہے، قلم اس لیے کہا کہ وہ علم کے نقل کرنے کا سبب ہے۔(''سر الاسرار فی مایحتاج الیہ الابرار''، ص: ۱۴۔ ۱۲)

(۲۹) علامہ بدر الدین عینی۔ علیہ الرحمہ۔ نے عمدۃ القاری میں مختلف روایات نقل کیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، ایک روایت میں ہے کہ نور و ظلمت کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے نورِ مصطفیٰ ﷺ کو پیدا کیا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

ان روایات میں تطبیق یہ ہے کہ اولیت اضافی امر ہے،اور جس چیز کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اوّل ہے،تو وہ مابعد کے لحاظ سے ہے۔(عمدۃ القاری،ج:۱۵،ص:۱۰۹)

(۳۰) محدثِ جلیل حضرت ملاعلی قاری۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔مختلف روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

معلوم ہو گیا کہ مطلقاً سب سے پہلی شے نورِ محمدی ہے،پھر پانی،پھر عرش،اس کے بعد قلم،نبی اکرم ﷺ کے ماسوا سب میں اولیت اضافی ہے۔

(المورد الروی،ص:۴۴)

(۳۱) حضرت ملاعلی قاری ’’مرقاۃ شرح مشکاۃ‘‘ میں فرماتے ہیں:

علامہ ابنِ حجر نے فرمایا: اوّل مخلوقات کے بارے میں مختلف روایات ہیں اور ان کا حاصل۔جیسا کہ میں نے شمائل ترمذی کی شرح میں بیان کیا ہے۔یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ نور پیدا کیا گیا،جس سے نبی اکرم ﷺ پیدا کیے گئے،پھر پانی،اس کے بعد عرش۔

(مرقاۃ المفاتیح،ج:۱،ص:۱۴۶)

(۳۲) ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

اوّل حقیقی نورِ محمدی ہے،جیسا کہ میں نے ’’المورد للمولد‘‘ میں بیان کیا ہے۔(مرقاۃ المفاتیح، ج:۱،ص:۱۶۶)

(۳۳) اگلے صفحہ پر روایات میں تطبیق کا دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اوّلیت،امورِ اضافیہ میں سے ہے؛لہٰذا تاویل یہ کی جائے گی کہ امورِ مذکورہ (قلم،عقل، نوری،روحی اور عرش) میں سے ہر ایک اپنی جنس کے افراد میں سب سے پہلے ہے،پس قلم دوسرے قلموں سے پہلے پیدا کیا گیا،اور حضور سیدِ عالم ﷺ کا نور،تمام نوروں سے پہلے پیدا کیا گیا۔

(مرقاۃ المفاتیح،ج:۱،ص:۱۶۷)

(۳۴) ایک جگہ فرماتے ہیں:

ہمارے نبی ﷺ کا ذکر پہلے کیا گیا،اس لیے کہ آپ رتبے میں پہلے ہیں،یا اس لیے کہ آپ وجود میں پہلے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

’’اول ما خلق اللہ نوری‘‘ اور ’’کنت نبیا وآدم بین الروح و الجسد‘‘۔اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔اور میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم (علیہ السلام) روح اور جسم کے درمیان تھے۔(مرقاۃ المفاتیح،ج:۱،ص:۱۹۴)

(۳۵) یہی امامِ جلیل۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

رہا نبی اکرم ﷺ کا نور تو وہ مشرق ومغرب میں انتہائی ظاہر ہے،اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کا نور پیدا کیا،اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام نور رکھا،اور نبی اکرم ﷺ کی دعا میں ہے: ’’اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا‘‘ اے اللہ! مجھے نور بنادے۔(اس کے بعد چند آیاتِ مبارکہ نقل کی ہیں) لیکن اس نور کا ظہور اہلِ بصیرت کی آنکھ میں ہے؛ کیوں کہ (صرف) آنکھیں اندھی نہیں ہوتی، لیکن سینوں میں دل اندھے ہوجاتے ہیں۔(موضوعات کبیر،ص:۸۶)

اس کے بعد یہی کہا جاسکتا ہے کہ جن لوگوں کی بصیرت کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں،ان کی طرف ہمارا روئے سخن ہی نہیں ہے۔

(۳۶) علامہ نجم الدین رازی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔اس طرح کی احادیث نقل کرنے کے بعد مختلف روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں: قلم،عقل اور روح تینوں سے مراد ایک ہی ہے،اور وہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی روح ہے۔(مرصاد العباد،ص:۳۰)

(۳۷) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

حقیقتِ محمدیہ۔علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات۔ظہورِ اوّل ہے،اور بایں معنی حقیقۃ الحقائق ہے؛ کہ تمام حقائق خواہ وہ انبیاے کرام کی ہوں یا ملائکہ کی،اس حقیقت کے لیے سائے کی حیثیت رکھتی ہے اور حقیقتِ محمدیہ تمام حقیقتوں کی اصل ہے،نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ’’اول ما خلق اللہ نوری‘‘ (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا) اور یہ بھی فرمایا: ’’خلقت من نور اللہ والمومنون من نوری‘‘۔(میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا اور مومن میرے نور سے)؛ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ اور تمام حقیقتوں کے درمیان واسطہ ہیں،کسی بھی شخص کا آپ کے واسطے کے بغیر مطلوب تک پہنچنا محال ہے۔

(مکتوبات امام ربانی،فارسی،حصہ نہم،دفتر سوم،ص:۱۵۳)

(۳۸) عارف باللہ، علامہ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

اگر تو کہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا گیا، اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا، ان میں تطبیق کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ ان دونوں سے مراد ایک ہے؛ کیوں کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی حقیقت کو کبھی عقلِ اوّل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی نور سے۔ (الیواقیت والجواہر، ج:۲،ص:۲۰)

(۳۹) حضرت شیخ عبد الکریم جیلی نے بھی یہی تطبیق دی ہے کہ عقل، قلم اور روحِ مصطفی ﷺ سے مراد ایک ہی چیز ہے صرف تعبیر کا فرق ہے۔

(جواہر البحار، ج:۴، ص:۲۲۰)

(۴۰) تاریخ خمیس میں ہے:

محققین کے نزدیک ان احادیث سے مراد ایک ہی شے ہے، حیثیتوں اور نسبتوں کے اعتبار سے عبارات مختلف ہیں، پھر ''شرح مواقف'' سے بعض ائمہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

عقل، قلم اور روحِ مصطفی ﷺ کا مصداق ایک ہی ہے۔

(تاریخ خمیس، ج:۱،ص:۱۹۔ ۱۸)

(۴۱) امام المناطقہ میر سید زاہد ہروی، ملا جلال کے حواشی کے حاشیے میں فرماتے ہیں:

علم تفصیلی کے چار مرتبے ہیں، پہلے مرتبے کو اصطلاحِ شریعت میں قلم، نور اور عقل کہتے ہیں، صوفیا اسے عقلِ کل اور حکما عقول کہتے ہیں۔ (حاشیہ علی حواشی ملا جلال، ص:۹۶)

(۴۲) علامہ اقبال -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود، الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب

(کلیاتِ اقبال اردو، ص:۴۰۵)

اگر زحمت نہ ہو تو ایک مرتبہ پھر ان حوالہ جات پر طائرانہ نظر ڈال لیجیے! اور پوری دیانت داری سے بتائیے کہ کیا کوئی صاحبِ علم، ہوش وحواس کی سلامتی کے ساتھ ان حوالوں کو یہ کہہ کر رد کر سکتا ہے کہ یہ حضرات جاہل اور گم راہ تھے، اگر اب بھی کوئی شخص یہ کہنے پر مصر ہے، تو اسے پہلی فرصت میں اپنا دماغی معائنہ کرانا چاہیے۔

دوسرا اعتراض

احسان الٰہی ظہیر نے لکھا ہے:

یہ کس نے کہا ہے کہ امت کا کسی حدیث کو قبول کر لینا اسے اس درجے تک پہنچا دیتا ہے کہ اس کی سند کی طرف نظر ہی نہیں کی جائے گی؟ (البریلویہ، ص:۱۰۳)

جواب

آیئے! آپ کو دکھائیں کہ علمائے امت کے کسی حدیث کو قبول کرنے کا کیا مقام ہے؟

(۱) عمدۃ المحدثین حافظ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم کی روایت کردہ حدیث، خبرِ واحد ہونے کے باوجود یقین کا فائدہ دیتی ہے؛ کیوں کہ اس میں صحت کے کئی قرائن پائے گئے ہیں، ان میں سے ایک قرینہ یہ ہے کہ علمائے امت نے ان کی کتابوں کو قبول کیا ہے۔ اس گفتگو کے بعد علامہ ابنِ حجر مکی فرماتے ہیں:

''وھذاالتلقی وحدہ اقوی فی افادۃ العلم من مجرد کثرۃ الطرق القاصرۃ عن التواتر''۔ علما کا کسی حدیث کو قبول کر لینا، ان کثرتِ طرق کی بنسبت زیادہ یقین کا فائدہ دیتا ہے جن کی مقدار حدِ تواتر تک نہیں پہنچتی ہے۔

(نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص:۲۵۔ ۲۴)

غور فرمایا آپ نے؟ مطلب یہ ہے کہ کسی حدیث کی سندوں کی کثرت -جب کہ تواتر سے کم ہو- اس قدر مفیدِ یقین نہیں، جس قدر علمائے امت کا کسی حدیث کو قبول کر لینا مفیدِ یقین ہے۔

(۲) حضرتِ علیِ مرتضیٰ اور حضرت معاذ بن جبل -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے ایک شخص نماز کو حاضر ہو، اور امام ایک حال میں ہو، تو مقتدی اسی حال کو اختیار کرے۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے، ہمیں معلوم نہیں کہ کسی نے اس حدیث کو کسی دوسری سند سے روایت کیا ہو، اس کے باوجود امام ترمذی نے فرمایا: ''والعمل علی ھذا عند اھل العلم''۔ اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل ہے۔

امام نووی-رحمہ اللہ تعالیٰ- نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت علامہ ملا علی قاری-رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

فکان الترمذی یرید تقویة الحدیث بعمل اهل العلمِ۔(مرقاۃ المفاتیح، ج:۳،ص:۹۸) گویا امام ترمذی اہلِ علم کے عمل کے ذریعے اس حدیث کو تقویت دینا چاہتے ہیں۔

حضرت سیدنا جابر-رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی روایت کے بارے میں ہم چند حوالے اس سے پہلے پیش کر چکے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس حدیث کو یک لخت رد کر دیا جائے، اور اس کے بیان کرنے کو ناجائز اور گناہ قرار دیا جائے۔

تیسرا اعتراض

ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے مدیر حافظ صلاح الدین یوسف کا ناروا انداز ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

صاحب المواہب علامہ قسطلانی نویں دسویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں، ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان نوسو سال کا طویل فاصلہ ہے، جب تک درمیان کی یہ کڑیاں مستند سلسلہ سے نہ جوڑی جائیں گی، اس وقت تک موصوف کی بے سند نقل کردہ روایات پایۂ اعتبار سے ساقط سمجھی جائیں گی، اس اعتبار سے سوال میں مذکور روایت بالکل بے اصل ہے، اس کو بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔(ہفت روزہ الاعتصام، ۲۳/مارچ/۱۹۹۰ء،ص:۸)

جواب

امام قسطلانی نے یہ حدیث مصنف عبد الرزاق کے حوالے سے بیان کی ہے، صرف انھوں نے ہی نہیں، بلکہ بہت سے جلیل القدر محدثین اور اصحاب کشف بزرگانِ دین نے بھی اسے روایت کیا ہے، تفصیل اس سے پہلے گزر چکی ہے، اتنے جلیل القدر ائمۂ کرام کو بہت بڑے گناہ کا مرتکب قرار دینا، جیسے الاعتصام کے مدیر نے کیا ہے، خود گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔

حیرت ہے کہ مصنف عبد الرزاق کو تو معتمد کتاب تسلیم کیا جاتا ہے، اور جب ثقہ محدثین اور اہلِ علم اس کے حوالے سے حدیث بیان کریں، تو کہا جاتا ہے یہ حدیث تب مقبول ہوگی، جب تم اپنی

پوری سند بیان کرو گے، یہ ایسے ہی ہے جیسے آج کوئی شخص بخاری شریف کے حوالے سے حدیث بیان کرے اور اسے کہا جائے کہ تمھارے اور امام بخاری کے درمیان صدیوں کا فاصلہ حائل ہے، تمھارا حوالہ اس وقت تک قابل قبول نہیں، جب تک تم اپنی سند امام بخاری تک بیان نہ کرو، بلکہ بقول صلاح الدین یوسف چودہ سو سالہ درمیانی کڑیاں ملانا پڑیں گی، اور ظاہر ہے کہ یہ مطالبہ قابل قبول نہیں ہے۔

چوتھا اعتراض

احسان الٰہی ظہیر، امام احمد رضا بریلوی-قدس سرہ- کے بارے میں لکھتے ہیں:

انھوں نے اپنے رسالے ''صلاۃ الصفا'' میں ایک موضوع اور باطل روایت درج کی ہے اور اس کی نسبت سے کہا ہے کہ حافظ عبد الرزاق نے اسے مصنَّف میں بیان کیا ہے، حالاں کہ وہ روایت مصنَّف میں نہیں ہے۔(البریلویہ، ص:۱۰۲)

جواب

اس سے پہلے متعدد حوالوں سے بیان کیا جا چکا ہے کہ اس حدیث کو عالم اسلام کے جلیل القدر علما، محدثین، اور ارباب کشف وشہود نے بیان کیا ہے، اور اس سے استدلال کیا ہے، اس کے باوجود اس حدیث کو موضوع اور باطل قرار دینا قطعاً غلط ہے۔

رہا یہ سوال کہ اس حدیث کے سلسلے میں عبد الرزاق کا حوالہ دیا جاتا ہے، مصنَّفِ عبد الرزاق چھپ چکی ہے، اور اس میں یہ حدیث نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال اس وقت صحیح ہوتا، جب کہ ناشرین کو مکمل نسخہ دستیاب ہوا ہوتا، وہ تو خود تسلیم کر رہے ہیں کہ ہمیں مکمل نسخہ کہیں سے نہیں مل سکا، اس کتاب کے مرتب اور ناشر نے کتاب الطہارۃ کے ابتدا میں یہ نوٹ دیا ہے:

اس جلیل دفتر (مصنَّف) کی طباعت اور تیاری کے سلسلے میں جن نسخوں پر ہمیں آگاہی ہوئی ہے، یا ہم نے مخطوطے یا فوٹو کاپی کی صورت میں حاصل کیے ہیں، جن کی تفصیل آپ مقدمے میں پائیں گے-ان شاء اللہ-وہ سب ناقص ہیں، ہاں! آستانہ (ترکی) کے کتب خانے میں ملّا مراد کا نسخہ کامل ہے، لیکن اس کے ابتدا میں طویل نقص ہے، اور اصل کی پانچویں جلد بھی ابتدا سے ناقص

ہے۔ (مصنّف عبد الرزاق ج:۱ص:۳)

اب یہ فیصلہ تو "قارئین" ہی کریں گے کہ جن لوگوں کے پاس مصنف کا مکمل نسخہ ہی موجود نہیں ہے، ان کا یہ کہنا کس طرح قابلِ قبول ہوسکتا ہے: "چوں کہ یہ حدیث مصنف میں موجود نہیں ہے، اس لیے موضوع ہے"۔ جب کہ دوسری طرف تاریخِ اسلام کے نامور اور مستند علما اسے مصنّف کے حوالے سے بیان کررہے ہیں، بدیہی بات ہے کہ انھی کا بیان قبول کیا جائے گا۔

امام علامہ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

جس شخص کو علم اور لوگوں کی روایت کے ساتھ تھوڑا سا بھی تعلق ہے، وہ اس امر میں شک نہیں کرے گا کہ اگر امام مالک اسے بالمشافہہ کوئی خبر دیں، تو وہ یقین کرلے گا کہ امام نے سچی خبر دی ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر، ص:۲۷)

یہی بات ہم بھی کہتے ہیں کہ علم و دیانت سے تعلق رکھنے والا ہر شخص باور کرے گا کہ عالم اسلام کی نامور شخصیات، جن کے حوالے اس سے پہلے گزر چکے ہیں، اگر بالمشافہہ اسے بیان کریں کہ حضرت جابر-رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی حدیث امام عبد الرزاق نے مصنّف میں بیان کی ہے، تو وہ اس بیان میں یقیناً سچے ہوں گے۔

پانچواں اعتراض

غیر مقلدین کے ایک امام مولوی محمد داؤد غزنوی نے حضرت جابر-رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی روایت پر اعتراض کیا ہے:

لیکن یہ کہنا کہ نبی اکرم ﷺ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذاتی نور سے پیدا ہوئے، نہ صرف یہ کہ جہالت ہے، بلکہ صریح کفر ہے، اس لیے کہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ ذاتِ الٰہی کا نور، آپ کی پیدائش کا مادہ ہو، گویا آپ ذاتِ الٰہی کے جز ہیں، العیاذ باللہ اور یہ عقلاً وشرعاً غلط ہے۔ نیز اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نور کا ایک حصہ الگ کرکے آپ کے وجود کو تیار کیا، تو معاذ اللہ! معاذ اللہ! اللہ جل شانہ کے ذاتی نور کا ایک جز کم ہوگیا۔

(ہفت روزہ الاعتصام، لاہور، ۲۳/مارچ/۱۹۹۰ء، ص:۱۱)

جواب

حضرت جابر-رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی روایت کردہ حدیث میں ہے:

"نور نبيك من نوره" غزنوی صاحب نے سمجھا کی لفظ "من" تبعیضیہ ہے؛ لہٰذا یہ معنیٰ اخذ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا ایک حصہ الگ کرکے آپ کے وجود کو تیار کیا، یہ خیال نہ کیا کہ لفظ "من" کئی دوسرے معنوں کے لیے بھی آتا ہے، درسِ نظامی کی ابتدائی کتاب "مأة عامل" میں وہ معانی دیکھے جاسکتے ہیں، اس جگہ لفظ "مِنْ" ابتدائیہ، اتصالیہ ہے، جس کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے کسی چیز کے واسطے کے بغیر آپ کا نور پیدا کیا، اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: "وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ"

(النساء، ص:۱۷۱)

علامہ سید محمود الوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کلمۂ مِنْ، مجازاً ابتداے غایت کے لیے ہے، تبعیضیہ نہیں ہے، جیسا کہ عیسائیوں نے گمان کیا، کہتے ہیں کہ ہارون رشید کے دربار کا ایک ماہر طبیب عیسائی تھا، اس نے ایک دن علامہ علی بن حسین واقدی مروزی سے مناظرہ کیا، اور کہا کہ تمھاری کتاب (قرآن پاک) میں ایک آیت ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ-علیہ السلام- اللہ تعالیٰ کا جز ہیں، اور یہی آیت پیش کی (وَرُوْحٌ مِّنْهُ) علامہ واقدی نے یہ آیت پیش کی:

"وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ" (اور تمھارے لیے وہ سب چیزیں مسخر کیں جو آسمانوں اور جو زمین میں ہیں، سب اس کی طرف سے ہیں) کہنے لگے کہ تمھاری بات مان لی جائے، تو لازم آئے گا کہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کا جز ہوں، عیسائی لاجواب ہوگیا، اور اسلام لے آیا۔ ہارون رشید بہت خوش ہوا، اور واقدی کو گراں قدر انعام سے نوازا۔ (روح المعانی، ج:۶، س:۲۳)

عیسائی طبیب کی سمجھ میں بات آگئی اور وہ اسلام لے آیا، اب دیکھیے! منکرین اور معترضین کی عقل میں یہ بات آتی ہے اور وہ تسلیم کرتے ہیں یا اپنے انکار پر ہی ڈٹے رہتے ہیں؟ دیدہ باید!

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

ای:من نورھوذاته لا بمعنی أنھا مادة خلق نوره منھا، بل بمعنی تعلق الإرادة به بلا واسطة شيئ فی وجوده"۔

(شرح مواہب لدنیہ، ج:۱،ص:۵۵)

یعنی اس نور سے پیدا کیا جو ذاتِ باری تعالی کا عین ہے، یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مادہ ہے، جس سے نبی اکرم ﷺ کا نور پیدا کیا گیا، بلکہ آپ کے نور کے ساتھ کسی چیز کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ارادے کا تعلق ہو۔ اس وضاحت کے بعد غزنوی صاحب کے دونوں اعتراض اٹھ جاتے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی۔ قدس سرہ۔ فرماتے ہیں:

حَاشَ لِلّٰہ ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا، گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ نورِ رسالت یا کوئی چیز، معاذ اللہ! ذاتِ الٰہی کا جز یا عین ونفس ہے، ایسا عقیدہ ضرور کفر وارتداد ہے۔

(مجموعہ رسائل، نور وسایہ، ص:۳۶)

چھٹا اعتراض

احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں:

قرآن وحدیث کی نصوص سے نبی اکرم ﷺ کی بشریت ثابت ہے اور یہ حدیث اپنے ظاہر کے اعتبار سے ان نصوص کے مخالف ہے۔ واقع بھی اس حدیث کے خلاف ہے، آپ کے والدین تھے، حلیمہ سعدیہ نے آپ کو دودھ پلایا، آپ نے امہات المومنین سے نکاح کیا، آپ کی اولاد تھی، آپ کے رشتے دار اور سسرال تھے۔

(البریلویہ، ص:۱۰۳)

جواب

یہ عبث گفتگو اس مفروضے پر مبنی ہے کہ اہلِ سنت وجماعت (بریلویوں) کے نزدیک حضور نبی اکرم ﷺ صرف نور ہیں اور بشر نہیں ہیں، حالاں کہ ہمارا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے، جیسا کہ

اس سے پہلے بیان ہوا۔

ساتواں اعتراض

پرتگال کے ایک صاحب نے اولِ مخلوق کے بارے میں وارد احادیث کے درمیان تطبیق دینے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا، حدیثِ نور ثابت ہی نہیں ہے، تو تطبیق کی کیا ضرورت اور گنجائش ہے؟

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تطبیق ہم نے نہیں دی، ہم تو ناقل ہیں، پوچھنا ہو تو سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی، شیخ عبد الکریم جیلی، علامہ عبد الوہاب شعرانی، علامہ حسین بن محمد دیار بکری، علامہ بدر الدین محمود عینی اور حضرت ملا علی قاری۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ سے پوچھیے، جنھوں نے تطبیق دی ہے، اور اولِ مخلوق حضورِ اکرم ﷺ کے نور کو قرار دیا ہے، ان کے نزدیک حدیث نور ثابت نہ ہوتی، تو تطبیق ہی کیوں دیتے؟ حوالے اس سے پہلے دیے جا چکے ہیں۔

پرتگال کے اسی علامہ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پانی پیدا کیا، اس دعوے پر بطورِ دلیل یہ آیت پیش کی: "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ ان کے خیال میں حدیثِ نور اس آیت کے خلاف ہے اور تطبیق کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ حدیثِ نور ثابت ہی نہیں ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ آیتِ مبارکہ میں مطلق موجودات کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ اجسام اور خصوصاً حیوانات کا ذکر ہے۔

علامہ سید محمود الوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ہم نے پانی سے ہر حیوان کو پیدا کیا، یعنی ہر اس چیز کو جو حیاتِ حقیقیہ سے متصف ہے، یہ تفسیر کلبی اور مفسرین کی ایک جماعت سے منقول ہے، اس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے:

"وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِنْ مَّآءٍ" اللہ تعالیٰ نے ہر چوپائے کو پانی سے پیدا کیا۔

(روح المعانی ج:۱۷،ص:۳۶)

ظاہر ہے کہ آیت وحدیث میں مخالفت ہی نہیں ہے، آیتِ مبارکہ میں حیوانات کو پانی سے پیدا کیے جانے کا ذکر ہے اور حدیثِ نور میں کسی حیوان اور جسم کا ذکر نہیں ہے، بلکہ ایک مجرد کا ذکر ہے جو تمام اجسام، بلکہ تمام انوار سے پہلے پیدا کیا گیا، اور وہ تھا نورِ مصطفیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

لطیفہ

احسان الٰہی ظہیر کہتے ہیں کہ ایک بریلوی نے اُردو میں یہ شعر کہا ہے:

وہی جو مستویِ عرش تھا خدا ہوکر اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہوکر

(البریلویہ،ص:۱۰۵)

اللہ اکبر! اجلّۂ علماے اسلام کی ایک جماعت نے مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر کرنے والی ایک حدیث بیان کی، تو اسے یہ لوگ بے سند کہہ کر رد کردیتے ہیں اور اس طرح انکارِ حدیث کا دروازہ کھولتے ہیں، دوسری طرف خود یہ شعر نقل کردیا، اور یہ تک نہ سوچا کہ ہم کس منہ سے یہ شعر بریلویوں کے سر تھوپ رہے ہیں، نہ کوئی حوالہ نہ کوئی سند، ہمارے نزدیک یہ شعر اپنے ظاہری معنیٰ کے اعتبار سے غلط ہے۔

بے سایہ وسایہ بانِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سایہ، کثیف اجسام کا ہوتا ہے لطیف اشیا مثلاً ہوا، اور فرشتوں کا سایہ نہیں ہوتا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نورِ مجسم ہیں، اس لیے آپ کے جسمِ اقدس کا سایہ نہ تھا۔ امام احمد رضا بریلوی -قدس سرہ- نے حدیث شریف اور ائمۂ متقدمین کے ارشادات کی روشنی میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے، ظاہر ہے کہ جس شخص کا دل نورِ ایمان سے روشن ہوگا، وہ اپنے آقا و مولا رحمۃ للعالمین، محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالاتِ عالیہ اور فضائل سن کر جھوم جائے گا۔ اور ''اٰمنا وصدقنا'' کہے گا، مخالف یہ کہہ کر دامن نہیں چھڑا سکے گا کہ یہ تو بریلویوں کے خرافات ہیں؛ کیوں کہ اس باب میں جن اکابر کے نام آتے ہیں، ان پر بریلویت کی چھاپ نہیں لگائی جاسکتی یہ تو وہ بزرگ ہیں جو صدیوں پہلے گزر چکے

ہیں، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) سیدنا عبداللہ بن عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سایہ نہ تھا اور جب بھی آپ آفتاب کے سامنے کھڑے ہوئے تو آپ کا نور، آفتاب کی روشنی پر غالب آگیا، اور جب بھی چراغ کی روشنی میں قیام فرمایا، تو حضور کے تابش نور نے اس کی چمک کو دبالیا۔ (کتاب الوفا،ص:۴۰۷)

حضرت ابنِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- کے ارشادِ مبارک سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف معنوی نور ہی نہیں ہیں، حسّی نور بھی ہیں۔

(۲) امام نسفی -رحمہ اللہ تعالیٰ- ''تفسیر مدارک'' میں فرماتے ہیں:

امیر المومنین حضرت عثمان غنی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔ (تفسیر مدارک، ج:۳،ص:۱۳۵)

(۳) امام جلال الدین سیوطی -رحمہ اللہ تعالیٰ- نے ''خصائص کبریٰ'' میں ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے: ''باب الآیة فی انه ﷺ لم یکن یری له ظل'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ کہ آپ کا سایہ نہیں دیکھا جاتا تھا۔

اس باب میں حکیم ترمذی کے حوالے سے حضرت ذکوان کی روایت پیش کی ہے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا، نہ دھوپ میں اور نہ ہی چاندنی میں۔

اس کے بعد محدث ابنِ سبع کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواص میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا، اور آپ نور ہیں، اس لیے جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے، آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا بعض علما نے کہا ہے کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعا میں عرض کیا ہے کہ مجھے نور بنادے۔ (خصائص کبریٰ، ج:۱،ص:۶۸)

(۴) علامہ سیوطی -رحمہ اللہ تعالیٰ- اپنی دوسری تصنیف ''انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب'' میں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نظر نہیں

آیا، نہ دھوپ میں اور نہ ہی چاندنی میں۔ ابنِ سبع نے فرمایا: اس لیے کہ حضور نور ہیں۔ امام رزین نے فرمایا: حضور کے انوار سب پر غالب ہیں۔

(انموذج اللبیب، ص: ۵۳)

(۵) امام علامہ قاضی عیاض۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ فرماتے ہیں:

حضورِ اکرم ﷺ کے معجزات میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے جسمِ انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں؛ اس لیے ہے کہ حضور نور ہیں۔

(الشفاء، ج:۱، ص:۲۴۳۔۲۴۲)

(۶) علامہ شہاب الدین خفاجی نے ''شرحِ شفا'' میں کسی قدر گفتگو کے بعد اپنی ایک رباعی بیان کی، جس کا ترجمہ یہ ہے:

- احمدِ مصطفیٰ ﷺ کے سایے کا دامن، حضور کی فضیلت و کرامت کی بنا پر زمین پر نہ کھینچا گیا، جیسا کہ محدثینِ کرام نے کہا ہے۔
- یہ عجیب بات ہے اور اس سے عجیب تر یہ کہ تمام لوگ آپ کے سایے میں ہیں۔ جیسا کہ محدثینِ عظام نے فرمایا ہے۔

نیز فرمایا کہ قرآن پاک کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نور ہیں، اور آپ کا بشر ہونا، اس کے منافی نہیں ہے، جیسا کہ وہم کیا گیا ہے، اگر تو سمجھے تو آپ ﷺ ''نور علی نور'' ہیں۔

(نسیم الریاض، ج:۳، ص:۲۸۲)

(۷) علامہ قسطلانی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ نے فرمایا:

نبی اکرم ﷺ کا دھوپ اور چاندنی میں سایہ نہ تھا، اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کیا ہے، پھر ابن سبع کا حضورِ اکرم ﷺ کے نور سے استدلال اور حدیث ''اجعلنی نورا'' سے استشہاد کیا۔ (مواہب لدنیہ، ج:۴، ص:۲۵۳)

(۸) اسی طرح ''سیرتِ شامیہ'' میں ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ امام حکیم ترمذی نے فرمایا: اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایۂ اقدس پر پاؤں نہ رکھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، ج:۲، ص:۱۲۳)

(۹) امام زرقانی نے اس پر تفصیلاً گفتگو کی ہے۔

(شرح مواہب لدنیہ، ج:۴، ص:۲۵۳)

(۱۰) امام علامہ بوصیری کے ''قصیدۂ ہمزیہ'' کی شرح میں، علامہ سلیمان جمل نے یہی بیان کیا۔ (فتوحات احمدیہ، ص:۵)

(۱۱) اسی طرح ''کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس'' میں ہے۔

(تاریخ الخمیس، ج:۱، ص:۲۱۹)

(۱۲) امام ربانی مجدد الف ثانی۔ قدس سرہ۔ فرماتے ہیں:

عالَم شہادت میں کسی بھی شخص کا سایہ اس سے لطیف ہوتا ہے اور چوں کہ پورے جہان میں آپ ﷺ سے زیادہ لطیف کوئی نہیں ہے، تو آپ کا سایہ کس طرح ہو سکتا ہے؟

(مکتوبات امام ربانی، فارسی، حصہ: نہم، دفتر: سوم، ص:۱۵۳)

(۱۳) شیخ محقق شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی۔ قدس سرہ العزیز۔ نے حکیم ترمذی کی روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام نور ہے، اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ (مدارج النبوۃ، ج:۱، ص:۲۱)

(۱۴) علامہ عبدالرؤف مناوی نے امام ابنِ مبارک اور ابنِ جوزی کے حوالے سے سیدنا ابنِ عباس۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ کی حدیث نقل کی ہے۔ (شرح شمائل ترمذی، ج:۱، ص:۵۷)

(۱۵) تفسیر عزیزی میں سورۃ الضحیٰ کی تفسیر میں ہے:

نبی اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ (تفسیر عزیزی، فارسی، ص:۳۱۶)

احسان الٰہی ظہیر نے لکھا ہے:

انھوں (مولانا احمد رضا) نے اپنے اماموں سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور یہ کہ آپ نور تھے۔ (البریلویہ، ص:۱۰۵)

اہلِ سنت و جماعت! مبارک ہو کہ ابنِ عباس۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سے لے کر امام ربانی مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی تک جن حضرات نے سرکارِ دوعالم ﷺ کے سایے کی نفی کی ہے، وہ سب ہمارے امام ہیں، غیر مقلدین کے نہیں، اگر اُن کے امام ہوتے تو یہ کیوں کہا

جاتا کہ ’’انھوں نے اپنے اماموں سے نقل کیا ہے‘‘ آیئے سرسری نظر سے جائزہ لیں کہ ظہیر صاحب نے کن کن حضرات کو امام ماننے سے انکار کیا ہے۔

(۱)حضرت ابنِ عباس (۲) حضرت عثمان غنی (۳)امام جلال الدین سیوطی (۴)صاحب مدارک، امام نسفی (۵) امام قاضی عیاض (۶) علامہ شہاب الدین خفاجی (۷) جلیل القدر تابعی حضرت ذکوان (۸) امام ابنِ سبع (۹) حکیم امام ترمذی (۱۰) علامہ محمد بن یوسف شامی (۱۱) امام احمد بن قسطلانی (۱۲) امام زرقانی (۱۳) علامہ سلیمان جمل (۱۴) علامہ حسین بن محمد دیار بکری (۱۵) امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۶) شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی (۱۷) امام عبدالرؤف مناوی (۱۸) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

عبدالحکیم شرف قادری غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر ۷

روحِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کائنات میں جلوہ گری

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۔

(الاحزاب:۴۵)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک

ہم نے تمھیں بھیجا حاضر ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا،

(کنزالایمان)

ہدیۂ سپاس وتشکر

مسئلۂ حاضر وناظر کا تعلق کشف وشہود سے ہے، یہ مسئلہ علمی بھی ہے اور روحانی بھی، پیش نظر مقالہ میں راقم نے جہاں قرآن وحدیث سے دلائل پیش کیے ہیں، وہاں مستند علماے امت اور ارباب معرفت کے ارشادات کا حوالہ بھی دیا ہے، مخالفین کے اقوال بھی بطور تائید نقل کیے ہیں؛ تاکہ اختلاف کی خلیج ختم ہو، اور اتفاق کی راہ ہموار ہو۔

ابتداءً میرا خیال تھا کہ اس موضوع پر زیادہ مواد نہیں ملے گا، لیکن جوں جوں مطالعہ کرتا گیا، یہ انکشاف باعثِ حیرت بنتا گیا کہ اس موضوع پر اتنا زیادہ مواد ہے کہ اسے سمیٹنا مشکل ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ مقالہ کسی قدر طویل ہوگیا ہے، مزید کوشش کی جائے تو اس عنوان پر ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے۔

یہ مقالہ عربی اور اردو میں شائع کیا جارہا ہے تاکہ اپنا موقف وسیع طور پر عملی دُنیا کے سامنے پیش کیا جاسکے، عربی مقالے کا عنوان ہے:

"الحبيب فی رجاب الحبيب حاضر وشاهدعلى أعمال الأمة" یاد رہے کہ یہ مقالہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب "البریلویہ" کی الزام تراشی کے ازالے کے لیے لکھا گیا ہے، آپ دیکھیں گے کہ ان کے شرک اور بدعت کے فتووں کی زد میں ملتِ اسلامیہ کے کتنے اکابر ائمہ آرہے ہیں۔

یوں تو راقم نے اس مقالے میں بہت سی مستند کتابوں سے استفادہ کیا ہے جیسا کہ آپ مطالعہ کے دوران ملاحظہ فرمائیں گے، درج ذیل سطور میں چندان کتابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جن میں ہمارے موضوع پر خصوصی طور پر گفتگو کی گئی ہے، یا جو اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ جن حضرات

کی تصانیف عالیہ سے راقم نے استفادہ کیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب کو اجرجمیل عطا فرمائے۔

(۱) المنجلی فی تطورالولی، از: امام علامہ عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی

(۲) تنویرالحلک فی رؤیۃ النبی والملک، از: امام علامہ عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی

نوٹ: پہلا رسالہ ’’الحاوی للفتاویٰ‘‘ (مطبوعہ بیروت) کی پہلی جلد میں اور دوسرا، دوسری جلد میں ہے۔

(۳) ’’تعریف اہل الاسلام والایمان بان محمدا ﷺ لایخلو منہ مکان ولازمان‘‘ (جواہرالبحار، ج۲، عربی) از: علامہ علی نورالدین حلبی، صاحب سیرت حلبیہ۔

(۴) روح المعانی، از: علامہ سید محمود الوسی، ج: ۳۳/ ۲۲/ ۱۷

(۵) تسکین الخواطر، از: علامہ سید، احمد سعید کاظمی

(۶) القول السدید فی تحقیق معنی الشاہد والشہید (یہ رسالہ چھپ گیا ہے) از: ملک المدرسین، محمد چشتی گولڑوی

(۷) مقام رسول، از: علامہ محمد منظور احمد فیضی

(۸) الیواقیت والجواہر، اقوال الاکابر فی مسئلۃ الحاضروالناظر، از: علامہ مفتی محمد امین،

(۹) الشاہد، از: بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی مصباحی

(۱۰) مسئلۂ حاضروناظر، از: مناظر اہلِ سنت محمد عنایت اللہ قادری

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو دنیاوآخرت میں بہترین اجر عطا فرمائے، جنھوں نے اپنے اپنے انداز میں حضور سیدِ عالم، شاہداعظم ﷺ کی بارگاہِ ناز میں گلہائے عقیدت ونیاز پیش کیے ہیں۔

۲۱ر ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ　　　محمد عبدالحکیم شرف قادری

۹ر اکتوبر ۱۹۹۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ العلی القدیر، السمیع البصیر، الفعال لمایرید واکمل الصلوت واجمل التحیات علی خیرخلق اللہ وافضل رسلہ سیدنا ومولانا محمد المصطفیٰ الذی ارسلہ ربہ رحمۃ للعالمین وبعثہ شاھداومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا وعلیٰ آلہ واصحابہ واولیاء امتہ ذوی الکرامات الباھرۃ والبرکات السامیۃ.

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قوتیں عطا فرمائی ہیں:

- قوتِ نظریہ: اس کا کمال یہ ہے کہ حقائق کو اس طرح پہنچایا جائے، جس طرح وہ واقع میں ہیں۔
- قوت عملیہ: اس کا کمال یہ ہے کہ افعال کو اس طرح ادا کیا جائے، جس طرح انھیں ادا کرنے کا حق ہے۔

دین اور فلسفہ دونوں کا مقصد یہ ہے کہ ان دو قوتوں کی تکمیل کر کے دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کی جائے اور مبدا ومعاد (خالق کائنات اور آخرت) کی معرفت حاصل کی جائے، فرق یہ ہے کہ عقل، دین میں ہدایت ربانی کی پے روی کرتی اور فلسفہ میں خواہش نفس کی۔

مبدا ومعاد کی معرفت کے دو طریقے ہیں: (۱) نظرواستدلال (۲) ریاضت ومجاہدہ۔ پہلے طریقے کو اختیار کرنے والے کسی ملت اور دین کے پیروکار ہیں، تو انھیں متکلمین کہا جاتا ہے، اور اگر کسی ملت کے پیروکار نہیں، تو انھیں حکما مشائیہ کہا جاتا ہے، جیسے ارسطو، فارابی اور ابنِ سینا، دوسرے طریقے پر چلنے والے اگر شریعت کے موافق ہیں، تو وہ صوفیا ہیں، ورنہ وہ حکماے اشراقیہ ہیں، جیسے افلاطون اور شیخ شہاب الدین مقتول۔ (دستورالعلماء، ج:۱، ص: ۱۱۷)

افلاطون کے شاگرد تین طرح کے تھے:

- اشراقیہ: یہ وہ لوگ تھے، جنھوں نے اپنی عقلوں کو نفسانی کثافتوں سے اس قدر پاک

کرلیا تھا، کہ وہ الفاظ اوراشارات کے بغیر براہِ راست افلاطون کے دماغ سے علوم حکمت حاصل کرتے تھے۔(جسے آج کی اصطلاح میں ٹیلی پیتھی کہا جاتا ہے)

● رواقیہ: یہ وہ شاگرد تھے جوافلاطون کی مجلس میں حاضرہوکراس سے حکمت کا درس لیتے تھے،اوراس کے الفاظ اوراشارات سے استفادہ کرتے تھے۔

● مشائیہ: جب افلاطون سوار ہوکر چلتا تو یہ لوگ اس کے ہم رکاب چلتے اور حکمت کا استفادہ کرتے تھے۔(ایضاً،ج:۲،ص:۱۴۴)

اس تفصیل کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جوقوتِ نظری عطا فرمائی ہے تواسے فکر ونظر سے جلاملتی ہے، اور ریاضت ومجاہدے سے اس کے ادراکات میں ترقی واقع ہوتی ہے، حقائق واقعیہ اس پر منکشف ہوتے ہیں، اس میں شریعت کی پے روی کرنے یا نہ کرنے والے کی کوئی تخصیص نہیں، البتہ حقائق واقعیہ تک صحیح رسائی انھی لوگوں کا حصہ ہے، جو وحیِ الٰہی اورسنتِ نبوی کا اتباع کرتے ہیں، ان کے لیے عالَم غیب کا دروازہ کھل جاتا ہے، آئندہ ہونے والے واقعات ان پر ظاہر کردیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ نیند بلکہ بےداری میں بھی ملائکہ اور ارواحِ انبیاے کرام -علیہم السلام- کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں اوران سے استفادہ کرتے ہیں۔

حجۃ الاسلام امام ابوحامدغزالی -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- علوم دینیہ حاصل کرنے کے بعد طریقت کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ صوفیاے کرام ہی اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے والے ہیں، ان کی سیرت بہترین سیرت، ان کا راستہ صحیح ترین راستہ، اوران کے اخلاق، پاکیزہ اخلاق ہیں، ان کے ظاہر وباطن کی تمام حرکات وسکنات، مشکاۃ نبوت کے نور سے مستفاد ہیں، اور روے زمین پر نورِ نبوت کے علاوہ کوئی نور نہیں ہے، جس سے روشنی حاصل کی جاسکے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: (اسی آنے والے نکتے کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، ۱۲اشرف قادری)

صوفیاے کرام ہی ہیں، جو بے داری میں ملائکہ اورارواحِ انبیا کی زیارت کرتے ہیں، ان کی آوازیں سنتے ہیں اوران سے فوائد حاصل کرتے ہیں پھر حال، صورتوں اورمثالوں کی زیارت

سے ترقی کر کے ان مقامات تک پہنچتا ہے، جن کے بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔

(المنقذ من الضلال،ص: ۳۳)

راقم نے اس موضوع کے مناسب چندحوالے ’مدینۃ العلم‘(باب نمبر ۵: شہرِ یارِ علم ﷺ، ۱۲امہائی) کے آخر میں نقل کیے ہیں، موقع کی مناسبت سے اس جگہ ان کا نقل کردینا موجب بصیرت واطمینان ہوگا۔

امام فخر الدین رازی -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم اپنے رب کے پاس رات گزارتے ہیں، وہ ہمیں کھلاتا اور پلاتا ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو عالم غیب کے احوال کا زیادہ علم ہوگا، اس کے دل میں کمزوری کم اورطاقت زیادہ ہوگی، اسی طرح جب بندہ طاعتوں پر مداومت کرتا ہے، تواس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اس کے کان اور آنکھیں ہوتا ہوں، جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور، کان بن جائے تو وہ قریب اور دور سے سنے گا، اور جب وہ نور، بینائی بن جائے تو قریب اور دور کو دیکھے گا۔(تفسیر کبیر،ج:۲۱،ص:۹۱)

حضرت ملا علی قاری -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اتقوافراسة المؤمن فانه ينظربنورالله“ مومن کی فراست سے ڈرو؛ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی: ”إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ“۔ بے شک اس میں فراست والوں کے لیے نشانیاں ہیں -یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

اس جگہ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ فراست کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم: فراستِ ایمانیہ ہے، اس کا سبب وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈالتا ہے، اوراس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک خیال اس تیزی سے دل پر وارد ہوتا ہے جیسے شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ فراست ”فریسة“ سے مشتق ہے، یہ فراست، ایمان کی قوت کے مطابق ہوگی، جس کا ایمان زیادہ قوی ہوگا، اس کی فراست بھی تیز ہوگی۔ حضرت ابوسلیمان دارانی -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- نے فرمایا: فراست، نفس

کو حاصل ہونے والا کشف اور غیب کا مشاہدہ ہے، اور ایمان کے مقامات میں سے ہے۔

(شرح فقہ اکبر، ص:۸۰)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے عروج وکمال اور علوم کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں ایک تجلی کے بعد دوسری تجلی کو عبور کرتے ہوئے اصلِ تجلیات اسمِ رحمٰن تک پہنچ گیا، جب اسمِ رحمٰن میری ذات میں اترا اور جلوہ گر ہوا، تو میں نے ہر مقام، ہر علم ہر کمال دیکھ لیا، جو پہلے انسانی فرد کو حاصل ہوا، میں اس آدم کی بات نہیں کرتا، بلکہ پہلے آدم سے لے کر آخر زمانے تک پائے جانے والے آخری انسان تک جتنے علوم وکمالات حاصل ہوئے، خواہ اس دنیا میں یا قبر میں، روز حساب یا جنت میں، میں نے ان سب کا احاطہ کر لیا، ان میں کوئی تصادم نہیں (اس کے بعد فرماتے ہیں) میں نے افلاک، معاون، درختوں، چار پایوں، فرشتوں، جنوں، لوح وقلم، حضرت اسرافیل اور جو کچھ موجود ہو چکا ہے سب کے کمالات کا کامل اور مکمل احاطہ کر لیا۔

(تفہیمات، ج:۲، ص:۹۰۔۸۹)

قطبِ زمانہ حضرتِ عبد العزیز دباغ -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- فرماتے ہیں:

ایک ولی مغرب میں ہو اور وہ سوڈان یا بصرہ کے ولی سے کلام کرنا چاہے، تو اسے دیکھے گا کہ وہ اس طرح کلام کرے گا جیسے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے کلام کر رہا ہو، اور جب تیسرا ان سے کلام کرنا چاہے گا، تو وہ بھی کلام کرے گا، اسی طرح چوتھا، یہاں تک کہ تمام اولیاے کرام کی جماعت کو دیکھو گے، جن میں سے ہر ایک الگ خطے میں ہے، اور وہ اس طرح گفتگو کر رہے ہوں گے، جیسے ایک جگہ اکٹھے ہوں۔ (الابریز، ص:۱۷)

غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے امام شاہ محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

اسی طرح جب اولیاے کرام کے دل، غفلت کے زنگ اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی طرف سے پاک ہو جاتے ہیں، تو وہ حظیرۃ القدس (عالم بالا) کے لیے آئینوں کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں، مثلاً جب حظیرۃ القدس میں کسی چیز کا فیصلہ کیا جاتا ہے، تو اکثر صالحین اس کے واقع ہونے سے پہلے اسے نیند یا بے داری میں دیکھ لیتے ہیں۔ (صراط مستقیم، ص:۷۳)

دیوبندی مکتب فکر کے علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

اولیاے کرام اس جہان میں اشیا کے موجود ہونے سے پہلے جو کچھ دیکھتے ہیں، ان کے لیے بھی ایک قسم کا وجود ہے، جیسے کہ حضرت ابو یزید بسطامی -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کا ایک مدرسہ کے پاس سے گزر ہوا، ہوا کا ایک جھونکا آیا، تو فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کی خوش بو محسوس کر رہا ہوں، تو وہاں سے حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی پیدا ہوئے، اور جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم یمن سے اللہ تعالیٰ (کے بندے) کی خوش بو محسوس کرتے ہیں، تو وہاں سے حضرت اویس قرنی پیدا ہوئے۔ (فیض الباری، ج:۱، ص:۱۸۲)

حافظ شیرازی -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- فرماتے ہیں:

آئینہ سکندر، جامِ جم است بنگر   تا برتو عرضہ گردد احوال ملک دارا

• تیرے پاس آئینۂ سکندر اور جامِ جمشید موجود ہے، اس میں تو دیکھ تو سہی، تجھ پر دارا کے ملک کے حالات منکشف ہو جائیں گے۔

اس مقام پر پہنچ کر چند لمحوں کے لیے آپ کو ایک بار پھر پیچھے لے جانا چاہتا ہوں، ترمذی شریف کی حدیث کے مطابق بندۂ مومن (ولی) اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے، اور امام رازی -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور کسی کی بینائی بن جائے تو وہ قریب وبعید کو دیکھتا ہے، بقول محمد اسماعیل دہلوی، جب دل کا زنگ دور ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی طرف توجہ سے بالکل پاک ہو جائے تو وہ حظیرۃ القدس (عالم بالا) کے لیے آئینہ کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے اور آئندہ پیدا ہونے والی چیزوں کی جھلک اس میں دکھائی دیتی ہے، یہی بات انور شاہ کشمیری نے بھی کہی ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- نے تو خود اپنے بارے میں بیان کیا: میں یکے بعد دیگرے تجلیات کو طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچا کہ جو کچھ معرض وجود میں آ چکا ہے، اس میں سے ہر ایک کے کمالات کا میں نے مکمل احاطہ کر لیا۔

اب آپ خود ہی سوچیے کہ جب ایک ولی کی روحانی اور علمی پرواز کا یہ عالم ہے اور وسعت مشاہدہ کا یہ حال ہے تو اولیاے کاملین، شہدا، صدیقین، صحابۂ کرام، اہلِ بیت عظام، پھر انبیاے کرام اور خصوصاً انبیا ورسل کے امام اور تاج دار ﷺ کے علم اور مشاہدے کی وسعت کا کیا عالم ہوگا!

سرکاردوعالم ﷺ کی قوتِ مشاہدہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ اکرم ﷺ کو دیگر قوتوں کی طرح قوتِ مشاہدہ بھی بے مثل عطا فرمائی ہے۔حضرت حسان بن ثابت۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔فرماتے ہیں:

له همم لامنتهى لكبارها وهمته الصغرىٰ اجل من الدهر
له راحة لوان مشعار جودها على البركان البراندىٰ من البحر

(مختصر الدسوقی علی مختصر المعانی،ص:۲۹۹)

- نبی اکرم ﷺ کی بڑی ہمتوں کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں ہے،آپ کی چھوٹی ہمت بھی زمانے بھر سے بلندوبالا ہے۔
- آپ کے دست اقدس کی سخاوت کادسواں حصہ بھی خشکی پر تقسیم کردیا جائے،تو خشکی سخاوت میں سمندر سے بڑھ جائے۔

آج سائنسی ترقی کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں میل دورہونے والی نقل وحرکت، ٹیلی ویژن کی اسکرین پردیکھی جاسکتی ہے اور آوازیں سنی جاسکتی ہیں،اطلاعات نشر کی جاتی ہیں۔

کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ بات نہیں ہے کہ تحت الثریٰ سے لے کر عرش تک تمام مخلوقات اپنے حبیب مکرم ﷺ پر منکشف کردے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ کا امکان ثابت کرنے کے لیے آیتِ کریمہ ’’اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ‘‘ سے استدلال کرنے والے اس وقت یہ آیت مبارکہ کیوں بھول جاتے ہیں؟

چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

(۱) حضرت انس بن مالک۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز خود پڑھائی، پھر منبر شریف پر جلوہ افروز ہوکر نماز اور رکوع کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

’’إنی لاراکم من وراء کم کماأراکم‘‘(صحیح بخاری،ج:۱،ص۵۹)

بے شک ہم تمھیں پیچھے سے دیکھتے ہیں جیسے کہ تمھیں (آگے سے) دیکھتے ہیں۔

(۲) حضرت ابوہریرہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی،پچھلی صفوں میں ایک شخص نے صحیح طرح نماز ادانہ کی، رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:اے فلاں! کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ تو نہیں دیکھتا کہ نماز کس طرح پڑھتا ہے؟

’’إنكم ترون انه يخفى علي شئ مما تصنعون والله أني أرىٰ من خلفي كماأرى من بين يدى‘‘۔(مشکاۃ المصابیح،ص:۷۷، بحوالہ مسند امام احمد)

تمھارا خیال یہ ہے کہ تم جو کچھ کرتے ہو،اس میں سے کوئی چیز ہم پر مخفی رہتی ہے،اللہ تعالیٰ کی قسم! آگے کی طرح ہم پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔

(۳) حضرت ابوہریرہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمھارا گمان ہے کہ ہماری توجہ صرف اس طرف ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم پر نہ تو تمھارا خشوع پوشیدہ ہے اور نہ ہی رکوع،ہم تمھیں پشت کے پیچھے (بھی) دیکھتے ہیں۔

(صحیح بخاری،ج:۱،ص:۵۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ پشت کے پیچھے کھڑے ہونے والے افراد ہی کو نہیں دیکھتے، بلکہ ان کے دلوں کی کیفیات بھی ملاحظہ فرماتے تھے؛ کیوں کہ خشوع،دل کی کیفیت کا نام ہے۔

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اندھیرے میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے۔

(خائص کبریٰ،ج:۱،ص:۶۱)

(۵) حضرت عقبہ بن عامر۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک ہم اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہے ہیں۔(صحیح بخاری،ج:۱،ص:۱۷۹)

(۶) حضرت اسامہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم وہ کچھ دیکھ رہے ہو جو ہم دیکھ رہے ہیں؟ ہم تمھارے گھروں پر بارش کی طرح

فتنوں کے واقع ہونے کے مقامات دیکھ رہے ہیں۔ مستقبل میں آنے والے فتنوں کو ملاحظہ فرمایا۔
(ایضاً، ج:۱، ص:۲۵۲)

(۷) حضرت اسما۔رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کسوف پڑھانے کے بعد خطبہ دیا، اس میں ارشاد فرمایا: جو چیز ہم نے نہیں دیکھی تھی، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ، وہ ہم نے اس جگہ دیکھ لی۔ (ایضاً، ج:۱، ص:۱۸۔ و ص:۱۲۶)

(۸) ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرائیل ۔علیہ السلام۔ ہیں، تمھیں سلام کہتے ہیں، حضرت عائشہ ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۔فرماتی ہیں: میں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضور! آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں، جو میں نہیں دیکھتی۔ (ایضاً، ج:۱، ص:۵۳۲)

(۹) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت ہمارے کندھوں کے درمیان رکھا، تو ہم نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی: ”فعلمت مافی السمٰوات و الأرض“۔ تو میں نے وہ سب جان لیا جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس حدیث کو حضرت عبدالرحمٰن بن عایش ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نے روایت کیا۔ (مشکاۃ المصابیح، ص:۷۰)

(۱۰) حضرت معاذ بن جبل ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت، میرے کندھوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی۔ ”فتجلی لی کل شیء و عرفت“ تو ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔
(ایضاً، ص:۷۲ و مسند امام احمد، ج:۵، ص:۲۴۳)

(۱۱) دنیا اور آخرت کی جو چیز بھی ہونے والی ہے، مجھ پر پیش کی گئی۔ اس حدیث کو حضرت صدیق اکبر ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔نے روایت کیا۔ (مسندِ امام احمد، ج:۱، ص:۴)

(۱۲) گذشتہ رات میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی، یہاں تک کہ میں ان میں سے ایک شخص کو اتنا جانتا ہوں کہ اس کا ساتھی بھی اتنا نہیں پہچانتا، میری امت مٹی کی صورتوں میں پیش کی گئی۔ (کنزالعمال، ج:۱۱، ص:۴۰۸)

(۱۳) حضرت ثوبان ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے زمین کو لپیٹ دیا تو ہم نے اس کے مشرقی اور مغربی حصوں کو دیکھا۔
(صحیح مسلم، ج:۲، ص:۳۹۰)

(۱۴) حضرت عبداللہ بن عمر ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”إن اللہ قد رفع لی الدنیا فأنا أنظر الیہا وإلیٰ ماھو کائن فیہا إلی یوم القیامۃ کانما أنظر إلیٰ ھذہ کفی“ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو پیش فرمادیا، تو میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اس طرح دیکھتا ہوں، جس طرح میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ (کنزالعمال، ج:۱۱، ص:۳۸۷)

”فأنا أنظر الیہا“ جملہ اسمیہ ہے، جس کی خبر فعل مضارع ہے، اور ایسا جملہ اسمیہ دوام تجددی پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ علم معانی میں بیان کیا گیا ہے؛ لہٰذا اس جملے کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا اور آخرت میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو دوام تجددی کے ساتھ ملاحظہ فرما رہے ہیں، نظر کی یہ وسعت دنیا کی زندگی میں تھی، عالم آخرت، جو دنیا سے کہیں وسیع ہے اس میں نظر کی وسعت کا کیا عالم ہوگا!

امام غزالی ۔رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ایک حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ دنیا کے مقابلے میں آخرت کی وسعت ایسی ہی ہے جیسی رحم مادر کی تاریکی کے مقابلے میں دنیا کی وسعت ہے۔ (احیاء العلوم، ج:۴، ص:۴۹۷)

علامہ زرقانی ۔رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دنیا کو اس طرح ظاہر و منکشف فرمادیا کہ اس میں جو کچھ ہے، ہم نے سب کا احاطہ کرلیا۔ ”کأنما أنظر إلی کفی ھذہ“، یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ نے حقیقتاً دیکھا اور اس احتمال کو رد کردیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔ (شرح مواہب لدنیہ، ج:۷، ص:۲۳۴)

سوال: کنزالعمال (ج:۶، ص:۹۵) میں ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، ضعیف حدیث کے ساتھ تو عمل سے متعلق احکام بھی ثابت نہیں کیے جاسکتے، حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ کیسے ثابت ہوگا؟

جواب: ① اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمر۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔سے تین ائمہ محدثین نے روایت کیا ہے:

۱۔ امام نعیم بن حماد (م ۲۲۸ھ)

۲۔ امام طبرانی (م ۳۶۰ھ)

۳۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ (م ۴۳۰ھ)

کنز العمال میں صرف امام نعیم بن حماد کی روایت ذکر کر کے کہا گیا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے، باقی دو سندوں کے بارے میں ضعیف کا حکم نہیں لگایا گیا۔

(کنز العمال، ج:۱۱، ص:۴۲۰)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کی ایک سند ضعیف ہے، باقی دو سندیں ضعیف نہیں ہیں، حدیث ضعیف متعدد سندوں سے قوت حاصل کر کے حسن لغیرہ بن جاتی ہے؛ لہٰذا یہ حدیث ایک سند کے اعتبار سے بھی ضعیف نہیں رہی، بلکہ ترقی کر کے درجۂ حسن کو پہنچ گئی ہے۔

② اس حدیث کا ضعیف ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے، تو ہمارے لیے مضر نہیں؛ کیوں کہ عقیدۂ حاضر و ناظر جن آیات و احادیث سے ثابت ہے، ان کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جارہا ہے، پیش نظر حدیث ہمارے عقیدے کی بنیادی اور مرکزی دلیل نہیں، بلکہ تائیدی اور توثیقی دلیل ہے۔

(۱۵) حضرت ابوہریرہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ۔علیہ السلام۔پر تجلی فرمائی، تو وہ تاریک رات میں دس فرسخ (تیس میل) کے فاصلے سے پتھر پر چلنے والی چیونٹی دیکھ لیتے تھے۔

(روح المعانی، ج:۹، ص:۵۳)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ۔علیہ السلام۔کے لیے کوہِ طور پر صفاتی تجلی ڈالی تھی، اس کے دیکھنے سے بینائی اس قدر تیز ہوگئی کہ تیس میل کے فاصلے پر رات کی تاریکی میں چلنے والی چیونٹی دیکھ لیتے تھے، ہمارے آقا و مولا ﷺ کو ذاتِ باری تعالیٰ کے دیدار سے مشرف فرمایا گیا، آپ کے بارے میں ارشاد ہے: ”مازاغ البصر و ماطغیٰ“۔(نظر نہ تو ایک طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی) آپ کی نظر کی وسعت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے!!!

مشاہدۂ اعمال

امام ابوعبداللہ قرطبی ”التذکرۃ“ کے ”باب ماجاء فی شہادۃ النبی ﷺ علی امتہ“ میں فرماتے ہیں کہ ابنِ مبارک فرماتے ہیں کہ ہمیں ایک انصاری نے منہال بن عمرو سے خبر دی کہ انھوں نے حضرت سعید بن مسیب۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر دن صبح و شام نبی اکرم ﷺ کی امت آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے، تو آپ انھیں ان کی علامتوں اور اعمال سے پہچانتے ہیں، اسی لیے آپ ان کے بارے میں گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”فکیف إذا جئنا من کل أمۃ بشھید وجئنابك علی ھؤلاء شھیدا“۔

(التذکرہ، ص:۳۳۹۔ والجامع للاحکام القران، ج:۵، ص:۱۹۸)

علامہ ابنِ کثیر اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

یہ ایک تابعی کا قول ہے اور منقطع ہے؛ کیوں کہ اس کی سند میں ایک مبہم شخص ہے، جس کا نام نہیں لیا گیا، نیز یہ سعید بن مسیب کا قول ہے، اسے انھوں نے مرفوعاً بیان نہیں کیا۔ تاہم امام قرطبی نے اسے قبول کیا ہے، اور اسے بیان کرنے کے بعد فرمایا: اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ اعمال، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر پیر اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں، انبیائے کرام، آبا اور ماؤں کے سامنے جمعہ کے دن پیش کیے جاتے ہیں، امام قرطبی نے فرمایا: ان روایات میں تعارض نہیں ہے؛ کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ہر دن اعمال کا پیش کیا جانا آپ کی خصوصیت ہو، اور جمعہ کے دن دوسرے انبیائے کرام۔علیہم الصلاۃ والسلام۔کے ساتھ بھی آپ کے سامنے اعمال پیش کیے جاتے ہوں۔(تفسیر ابن کثیر، ج:۱، ص:۴۹۹)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم ہمارے سامنے ناموں اور علامتوں کے ذریعے پیش کیے جاتے ہو؛ لہٰذا تم ہماری بارگاہ میں اچھی طرح درود شریف پیش کیا کرو۔ یہ حدیث صحیح ہے، اسے امام عبدالرزاق نے مرسلاً روایت کیا۔(کنز العمال، ج:۱، ص:۴۹۸)

یہ بھی ارشاد فرمایا:

ہماری (ظاہری) زندگی تمھارے لیے بہتر ہے، تم گفتگو کرتے ہو اور تمھارے ساتھ بات کی جاتی ہے، جب ہمارا وصال ہوجائے گا، تو ہمارا وصال تمھارے لیے بہتر ہوگا، تمھارے اعمال ہمارے سامنے پیش کیے جائیں گے، پس اگر ہم اچھے اعمال دیکھیں گے، تو اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور اگر برے اعمال دیکھیں گے، تو تمھارے لیے بخشش کی دعا کریں گے، یہ حدیث ابنِ سعد نے حضرت بکر بن عبداللہ سے مرسلاً روایت کی۔ (کنزالعمال، ج:۱۱، ص:۴۰۷)

حضور نبی اکرم ﷺ کا درود شریف پڑھنے والوں کے درود کا سننا بھی مشاہدۂ اعمال میں شامل ہے، امام طبرانی حضرت ابودردا۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بندہ بھی ہماری بارگاہ میں درود شریف پیش کرتا ہے، اس کی آواز ہمیں پہنچتی ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو، ہم نے عرض کیا کہ آپ کے وصال کے بعد بھی؟ فرمایا: ہمارے وصال کے بعد بھی، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاے کرام کے اجسام کا کھانا حرام کردیا ہے۔
(جلاء الافہام، ص:۶۳)

امام علامہ سید محمد بن سلیمان جزولی۔رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔دلائل الخیرات کی فصل ”فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ“ میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم اپنی محبت والوں کا درود سنتے ہیں، دوسروں کا درود ہم پر پیش کیا جاتا ہے۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی۔رحمۃ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

علماے امت کے مذاہب اور اختلافات کی کثرت کے باوجود کسی ایک شخص کا بھی اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ مجاز کے شائبہ اور تاویل کے وہم کے بغیر، حقیقی حیات کے ساتھ دائم و باقی اور اعمالِ امت پر حاضر و ناظر ہیں۔

(مکتوبات بر حاشیہ اخبار الاخیار، ص:۱۵۵)

عقیدۂ حاضر و ناظر

حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے حاضر و ناظر کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کی بشریتِ مطہرہ اور جسمِ خاص ہر جگہ ہر شخص کے سامنے موجود ہے، بلکہ

مقصد یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے مقامِ رفیع پر فائز ہونے کے باوجود تمام کائنات کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ملاحظہ فرماتے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ اپنی روحانیت اور بشریت کے اعتبار سے بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوسکتے ہیں، اور اولیاے کرام خواب اور بے داری میں آپ کے جمالِ اقدس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ بھی انھیں رحمت و عنایت سے مسرور و محظوظ فرماتے ہیں، گویا حضور۔علیہ الصلاۃ والسلام۔کا اللہ تعالیٰ کے حرمِ خاص میں موجود ہونا، اور اپنے غلاموں کے سامنے جلوہ فگن ہونا، سرکار کے حاضر ہونے کا معنی ہیں، اور انھیں اپنی نظر مبارک سے دیکھنا حضورِ انور۔علیہ الصلاۃ والسلام۔کے ناظر ہونے کا مفہوم ہے۔۔۔ یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ یہ عقیدہ، ظنی اور از قبیل فضائل ہے، اس کے لیے دلائل قطعیہ کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ دلائل ظنیہ بھی مفید مقصد ہیں۔

علامہ سعدالدین تفتازانی۔رحمۃ اللہ تعالیٰ۔تفضیل رسل کی بحث میں فرماتے ہیں:

مخفی نہ رہے کہ یہ مسئلہ ظنی ہے، اور ظنی مسائل میں ظنی دلائل کافی ہوتے ہیں،

(شرح عقائد، ص:۱۲۶)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی۔رحمۃ اللہ تعالیٰ۔اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

حاصل جواب یہ ہے کہ اعتقادی مسائل دو قسم کے ہیں: ① وہ مسائل جن میں یقین مطلوب ہوتا ہے، جیسے واجب الوجود کا ایک ہونا اور نبی اکرم ﷺ کا سچا ہونا ② وہ مسائل جن میں ظن کافی ہوتا ہے، جیسے یہ مسئلہ ہے، پہلی قسم میں ظنی دلیل کافی نہیں ہوتی، جب کہ دوسری قسم میں کافی ہوتی ہے۔ (نبراس، ص:۵۹۸)

آئندہ صفحات میں یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور ارشادات سلف و خلف سے پیش کیا جاتا ہے، سرکارِ دو عالم ﷺ کی وسعت نظر اور مشاہدہ کا بیان کسی قدر گذشتہ صفحات میں پیش کیا جاچکا ہے۔

آیاتِ مبارکہ

• ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا“۔(الاحزاب:۴۵)
اے غیب کی خبر دینے والے نبی! بے شک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔

علامہ ابوسعود اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اے نبی! ہم نے آپ کو ان لوگوں پر شاہد (حاضروناظر) بنا کر بھیجا، جن کی طرف آپ مبعوث ہیں، آپ ان کے احوال واعمال کا مشاہدہ اور نگرانی کرتے ہیں، آپ ان سے صادر ہونے والی تصدیق وتکذیب اور ہدایت وضلالت کے بارے میں گواہی حاصل کرتے ہیں، اور قیامت کے دن آپ ان کے حق میں یا ان کے خلاف جو گواہی دیں گے، وہ مقبول ہوگی۔

(تفسیر ابوسعود، ج:۷، ص:۱۰۷)

علامہ سلیمان جمل نے "الفتوحات الالہیہ" (ج:۳، ص:۴۴۲) اور علامہ سید محمود الوسی نے تفسیر "روح المعانی" (ج:۲۲، ص:۴۵) میں یہی تفسیر کی ہے۔

امام محی السنۃ علاء الدین خازن-رحمہ اللہ تعالیٰ-نے ایک تفسیر یہ بیان کی ہے:

"شاھدا علی الخلق کلھم یوم القیامۃ" آپ ﷺ قیامت کے دن تمام مخلوق پر گواہ ہوں گے۔ (تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل، ج:۵، ص ۲۶۶)

نبی اکرم ﷺ کی دعوتِ اسلام ہر مومن اور کافر کو شامل ہے؛ لہٰذا امتِ دعوت میں ہر مومن اور کافر داخل ہے، البتہ امت اجابت میں صرف وہ خوش قسمت افراد داخل ہیں، جو حضور سید عالم ﷺ کی دعوت پر مشرف بہ اسلام ہوئے، آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں "علی من بعثت الیھم" (جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا) اور "علی الخلق کلھم" کہہ کر حضرات مفسرین نے اشارہ کیا ہے کہ آپ صرف اہل ایمان ہی نہیں، بلکہ کافروں کے احوال بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں، اسی لیے آپ مومنوں کے حق میں اور کافروں کے خلاف گواہی دیں گے۔

علامہ سید محمود الوسی-رحمہ اللہ تعالیٰ-فرماتے ہیں:

بعض اکابر صوفیا نے اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اپنے بندوں کے اعمال پر آگاہ کیا اور آپ نے انھیں دیکھا، اسی لیے آپ کو شاہد کہا گیا۔ مولانا جلال الدین رومی-قدس سرہ-فرماتے ہیں:

درنظر بودش مقامات العباد   زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

(روحالمعانی، ج:۲۲، ص:۴۵)

• بندوں کے مقامات آپ کی نظر میں تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شاہد رکھا۔

امام فخر الدین رازی-رحمہ اللہ تعالیٰ-اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے فرمان "شاھدا" میں کئی احتمال ہیں (پہلا احتمال یہ ہے کہ) آپ قیامت کے دن مخلوق پر گواہی دینے والے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ویکون الرسول علیکم شھیدا"۔ (اور رسول تم پر گواہ ہوں گے اور نگاہ بان) اسی بنا پر نبی اکرم ﷺ شاہد بنا کر بھیجے گئے ہیں، یعنی آپ گواہ بنتے ہیں اور آخرت میں آپ شہید ہوں گے، یعنی اس گواہی کو ادا کریں گے جس کا آپ نے مشاہدہ کیا تھا۔ (تفسیر کبیر، ج:۲۵، ص:۲۱۶)

علامہ اسماعیل حقی-رحمہ اللہ تعالیٰ-فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر وباطن میں آپ کی سنت کی حقیقی پیروی کی جائے، اور یہ یقین رکھا جائے کہ آپ موجودات کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں، آپ ہی محبوبِ ازلی ہیں، باقی تمام مخلوق آپ کے تابع ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

چوں کہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی پہلی مخلوق ہیں؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کے شاہد ہیں، اور عدم سے وجود کی طرف نکالی جانے والی تمام ارواح، نفوس، اجرام وارکان، اجسام واجساد، معدنیات، نباتات، حیوانات، فرشتوں، جنات، شیاطین اور انسانوں وغیرہ کے شاہد ہیں؛ تاکہ اللہ تعالیٰ کے افعال کے اسرار، عجائبِ صنعت اور غرائب قدرت میں سے جس چیز کا ادراک مخلوق کے لیے ممکن ہو، وہ آپ کے مشاہدے سے خارج نہ رہے۔ آپ کو ایسا مشاہدہ عطا کیا کہ کوئی دوسرا اس میں آپ کے ساتھ شریک نہیں۔

اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "علمت ماکان وماسیکون" (ہم نے جان لیا، وہ سب، جو ہو چکا اور جو ہوگا) کیوں کہ آپ نے سب کا مشاہدہ کیا، اور ایک لمحہ بھی غائب نہیں رہے، آپ نے آدم-علیہ السلام-کی پیدائش ملاحظہ فرمائی، اسی لیے فرمایا: "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین" (ہم اس وقت بھی نبی تھے، جب کہ آدم-علیہ السلام-مٹی اور پانی کے درمیان تھے) یعنی ہم پیدا کیے گئے تھے اور جانتے تھے کہ ہم نبی ہیں اور ہمارے لیے نبوت کا حکم کیا گیا ہے، جب کہ ابھی حضرت آدم-علیہ السلام-کا جسم اور روح پیدا نہیں کیا گیا تھا، آپ نے ان

کی پیدائش اور اعزاز و اکرام کا مشاہدہ کیا، اور خلاف ورزی کی بنا پر جنت سے نکالا جانا ملاحظہ فرمایا۔

آپ نے ابلیس کی پیدائش دیکھی، اور حضرت آدم -علیہ السلام- کو سجدہ نہ کرنے کے سبب اس پر جو کچھ گزرا، اور اسے راندۂ بارگاہ اور ملعون قرار دیا گیا، سب کچھ ملاحظہ فرمایا، ایک حکم کی مخالفت کی بنا پر اس کی طویل عبادت اور وسیع علم رائیگاں گیا، انبیا و رسل اور ان کی امتوں پر وارد ہونے والے حالات کے علوم آپ کو حاصل ہوئے۔ (روح البیان، ج:۹، ص:۱۸)

• ارشادِ باریِ تعالیٰ ہے: "وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا"۔ (البقرۃ:۱۴۳)

اور یہ رسول تمھارے گواہ (اور حاضر و ناظر) ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی اور شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے گواہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نورِ نبوت کے ذریعے ہر دین دار کے بارے میں جانتے ہیں کہ اس کے دین کا مرتبہ کیا ہے، اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس حجاب کو بھی جانتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ کمالِ دین سے روک دیا گیا ہے، پس آپ امتیوں کے گناہوں، ان کے ایمان کی حقیقت، ان کے اعمال، نیکیوں، برائیوں اور اخلاص و نفاق وغیرہ کو جانتے ہیں۔ (ایضاً، ج:۱، ص:۲۴۸، و تفسیر عزیزی، فارسی، ج:۱، ص:۵۱۸)

امام علامہ ابن الحاج -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ اپنی امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں، ان کے احوال، نیتوں عزائم اور خیالات کو جانتے ہیں، اور اس سلسلے میں آپ کی حیات مبارکہ اور وصال میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ سب کچھ آپ پر عیاں ہے اور اس میں کچھ پوشیدگی نہیں ہے۔

(المدخل، ج:۱، ص:۲۵۲، و مواہب لدنیہ، ج:۸، ص:۳۴۸)

• "وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا"۔ (النساء:۴۱)

ان آیاتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو شاہد اور شہید کہا گیا ہے، ان دونوں کا مصدر شہادت ہے، آیئے! دیکھیں کہ علماے لغت اور ائمۂ دین نے اس کا کیا معنی بیان کیا ہے۔

امام راغب اصفہانی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

شہود اور شہادت کا معنی مشاہدے کے ساتھ حاضر ہونا ہے، مشاہدہ آنکھ سے ہو یا بصیرت

سے، شہادت اس قول کو کہتے ہیں جو آنکھ یا بصیرت کے مشاہدے سے حاصل ہونے والے علم کی بنا پر صادر ہو، رہا شہید، تو وہ گواہ اور شے کا مشاہدہ کرنے والے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہی معنی ہے (جس کا ترجمہ ہے) کیا حال ہوگا؟ جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔ (المفردات، ص:۲۷۰۔۲۶۹)

امام فخر الدین رازی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

شہادت، مشاہدہ اور شہود کا معنی "دیکھنا" ہے، جب تم کسی چیز کو دیکھتے ہو تو تم کہتے ہو: شاهدت كذا (میں نے فلاں چیز دیکھی) چوں کہ آنکھ کے دیکھنے اور دل کے پہچاننے میں شدید مناسبت ہے، اس لیے دل کی معرفت اور پہچان کو بھی مشاہدہ اور شہود کہا جاتا ہے۔

(تفسیر کبیر، ج:۴، ص:۱۱۴۔۱۱۳)

امام قرطبی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

شہادت کی تین شرطیں ہیں، جن کے بغیر وہ مکمل نہیں ہوتی:

① حاضر ہونا ② جو کچھ دیکھا ہے اسے محفوظ رکھنا ③ گواہی کا ادا کرنا۔ (التذکرہ، ص:۱۸۳)

امام ابوالقاسم قشیری -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

"ومعنی الشاهد الحاضر فكل ما هو حاضر قلبك فهو شاهدك"۔

(الرسالۃ القشیریۃ، ص:۷۴) شاہد کا معنی حاضر ہے؛ لہٰذا جو کچھ تمھارے دل میں حاضر ہے وہ تمھارا شاہد ہے۔

قرآنِ پاک سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ شاہد ہیں اور شاہد کا معنی حاضر ہے، جیسے امام قشیری نے فرمایا کہ امام اصفہانی کے مطابق شہادت کا معنی "حضور مع المشاهدة" ہے، خواہ مشاہدہ سر کی آنکھوں سے ہو یا دل کی بصیرت سے، کہنے دیجیے کہ قرآن پاک کی آیات سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضور سید یوم النشور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حاضر و ناظر بنایا ہے، اس عقیدے کو اپنی نادانی اور جہالت کی بنا پر کوئی شخص نہیں مانتا، تو بے شک نہ مانے، لیکن اسے شرک قرار دینے کا قطعاً جواز نہیں ہے۔

حضور سیدِ عالم ﷺ کس نسبت سے حاضر و ناظر ہیں؟ اس سے پہلے مستند تفاسیر کے

حوالے سے بیان کیا جاچکا ہے، امام رازی اور امام خازن نے فرمایا کہ آپ قیامت کے دن تمام مخلوق پر گواہ ہوں گے، امام ابوسعید نے فرمایا کہ ان پر جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا۔ اس کا مطلب بھی وہی ہے جو امام رازی نے بیان کیا؛ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے: ”أرسلت إلی الخلق کافۃ“ ہم تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ (صحیح مسلم، ج:۱، ص:۱۹۹)

مخالفین کہتے ہیں کہ شاہد اور شہید کے الفاظ دوسرے لوگوں کے لیے بھی وارد ہوئے ہیں، کیا آپ انھیں بھی نبی اکرم ﷺ کی طرح حاضر وناظر مانیں گے؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر شاہد اپنی شہادت کے دائرۂ کار تک حاضر وناظر ہوتا ہے، حضور نبی اکرم ﷺ تو تمام امت اور تمام مخلوق کے شاہد ہیں، کوئی شاہد ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا، جس کی شہادت کا دائرہ اتنا وسیع ہو؛ لہٰذا نبی اکرم ﷺ کی طرح کسی کو حاضر وناظر ماننے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

• ”اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ“ (الاحزاب:۶)

علامہ سید محمود الوسی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

(النبي أولی) أی أحق وأقرب إلیھم (من أنفسھم) (روح المعانی، ج:۲۱، ص:۱۵۱) نبی ان کی جانوں کی نسبت زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان کے زیادہ قریب ہیں۔

شیخِ محقق شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی -رحمہ اللہ تعالیٰ- نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے:

پیغمبر نزدیک تر است بمومناں از ذات ہائے ایشاں۔ (مدارج النبوۃ، فارسی، ج:۱، ص:۸۱) پیغمبر مومنوں سے ان کی ذات سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

دیوبندی مکتبِ فکر کے پہلے امام، محمد قاسم نانوتوی کہتے ہیں:

”اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ“ جس کے معنی یہ ہیں کہ نبی نزدیک ہے مومنوں سے بنسبت ان کی جانوں کے، یعنی ان کی جانیں ان سے اتنی نزدیک نہیں، جتنا نبی ان کے نزدیک ہے، اصلی معنی اولیٰ کے، اقرب ہیں۔ (آب حیات، ص:۷۳، و تحذیر الناس، ص:۱۰)

اللہ اکبر! عقیدۂ حاضر وناظر کی یہ کتنی کھلی تائید اور ترجمانی ہے! اب بھی اگر کوئی شخص نہ مانے، تو ہمارے پاس اس کا کیا علاج ہے۔

کیا یہ قرب صرف صحابۂ کرام سے خاص تھا، یا قیامت تک آنے والے تمام مومنوں کو

شامل ہے؟ اس سلسلے میں امام بخاری -رحمہ اللہ تعالیٰ- کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ خود کریں۔

”مامن مؤمن إلا وأنا أولی الناس بہ في الدنیا والآخرۃ“

(صحیح بخاری، ج:۲، ص:۷۰۵)

ہم دنیا و آخرت میں دوسرے تمام لوگوں کی بنسبت ہر مومن کے زیادہ قریب ہیں۔

• ”وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ“ (الانبیاء:۱۰۷) اے حبیب! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا، مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت۔

یہ بھی ارشاد ربانی ہے: ”وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ“ (المدثر:۳۱) اور تیرے رب کے لشکروں کو وہی جانتا ہے۔

ان آیات کے پیشِ نظر ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات بے شمار ہیں اور ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ ان سب کے لیے رحمت ہیں، یہ تعلق سمجھنے کے لیے درج ذیل تصریحات ملاحظہ ہوں:

علامہ الوسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا تمام جہانوں کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے مطابق جو فیضِ الٰہی وارد ہوتا ہے، حضور سید عالم نورِ مجسم ﷺ اس فیض کا واسطہ ہیں، اسی لیے آپ کا نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا، حدیث شریف میں ہے: ”اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا“، اور یہ بھی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ دینے والا اور ہم تقسیم کرنے والے ہیں“، اس سلسلے میں صوفیائے کرام کا کلام کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔

(روح المعانی، ج:۱۷، ص:۱۰۵)

علامہ اسماعیل حقی ”تفسیر عرائس البیان“ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

اے دانشور! بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس نے سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور پیدا کیا، پھر عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام مخلوقات کو آپ کے نور کے ایک جز سے پیدا فرمایا، پس آپ کو وجود اور شہود کی طرف بھیجنا ہر موجود کے لیے رحمت ہے؛ لہٰذا آپ

کا موجود ہونا مخلوق کا موجود ہونا ہے، اور آپ کا موجود ہونا وجودِ مخلوق اور تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب ہے، پس آپ ایسی رحمت ہیں، جو سب کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سمجھا دیا کہ تمام مخلوق فضائے قدرت میں بے روح صورت کی طرح پڑی ہوئی حضرتِ محمد مصطفی احمدِ مجتبیٰ ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہی تھی، جب حضورِ اقدس ﷺ تشریف لائے تو عالم آپ ﷺ کے وجود مسعود کی بدولت زندہ ہوگیا؛ کیوں کہ آپ تمام مخلوقات کی روح ہیں۔(روح البیان، ج:۵،ص:۵۲۸ و تفسیر عرائس البیان، ج:۲،ص:۵۲)

احادیثِ مبارکہ

پہلی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے ایک شخص نماز پڑھے تو کہے: ”التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك أيهاالنبى ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلىٰ عباد الله الصالحين“

”فانكم إذاقلتموها أصابت كل عبدلله صالح فى السماء و الأرض“۔(قول، فعل اور مال سے تعلق رکھنے والی تمام عبادتیں، اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہو، ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو۔ جب یہ کلمات کہو گے، تو اللہ تعالیٰ کے زمین وآسمان میں رہنے والے ہر نیک بندے کو پہنچیں گے۔(صحیح بخاری، ج:۱،ص:۱۱۵)

غور کیجیے! کہ نماز پڑھنے والا مشرق و مغرب، بحر و بر، زمین یا فضا جہاں بھی نماز پڑھے، اس کے لیے سرکارِ دو عالم ﷺ کا حکم ہے کہ اپنی تمام عبادتوں کا ہدیہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنے کے بعد بصیغۂ خطاب اور ندا، حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ہدیۂ سلام پیش کرے۔ یہ خیال ہرگز نہ کیا جائے کہ ہمارا سلام حضور نبی اکرم ﷺ کو نہیں پہنچتا، محض خیالی صورت سامنے رکھ

کر سلام عرض کیا جارہا ہے؛ کیوں کہ امام بخاری -رحمہ اللہ تعالیٰ- کی روایت کردہ حدیثِ مذکور کے مطابق جب ہر نیک بندے کو سلام پہنچتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے حبیبِ اکرم رحمتِ عالم ﷺ کو کیوں نہیں پہنچے گا؟

اس جگہ سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ روشِ کلام کے مطابق غائب کا صیغہ ”السلام على النبى“ لانا چاہیے تھا، خطاب کا صیغہ ”السلام عليك أيهاالنبى“ کیوں لایا گیا ہے؟

علامہ طیبی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ہم ان کلمات کی پیروی کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام کو سکھائے۔

دوسرا جواب جسے علامہ بدرالدین عینی، علامہ ابنِ حجر عسقلانی اور دیگر شارحین حدیث نے نقل فرمایا، حسبِ ذیل ہے:

اربابِ معرفت کے طریقے پر کہا جاسکتا ہے کہ جب نمازیوں نے ”التحيات“ کے ذریعے ملکوت کا دروازہ کھلوانے کی درخواست کی، تو انھیں ”حى لا يموت“ کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی گئی، مناجات کی بدولت ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، انھیں آگاہ کیا گیا کہ یہ سعادت نبی رحمت شفیعِ امت ﷺ اور آپ کی پیروی کی برکت سے ہے، اچانک انھوں نے توجہ کی، تو پتہ چلا کہ ”الحبيب فى حرم الحبيب حاضر“ محبوب کریم -علیہ الصلاۃ والتسلیم- رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہیں، تو ”السلام عليك أيها النبى ورحمة الله و بركاته“ کہتے ہوئے آپ کی طرف متوجہ ہوگئے۔(عمدۃ القاری، ج:۶،ص:۱۱۱، و فتح الباری، ج:۲،ص:۲۵۰، وشرح مواہب لدنیہ، ج:۷،ص:۳۷۸/۳۷۷، وزرقانی علی الموطا، ج:۱،ص:۱۹۰، و السعایۃ فی کشف شرح الوقایۃ، ج:۲،ص:۲۲۷)

علامہ عبدالحی فرنگی محلی -رحمہ اللہ تعالیٰ- مذکورہ بالا تقریر کے بعد فرماتے ہیں:

میرے والد علام اور استاذ جلیل (علامہ عبدالحلیم فرنگی محلی) اپنے رسالہ ”نورالایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمٰن“ میں فرماتے ہیں: ”التحيات“ میں صیغۂ خطاب (السلام عليك أيها النبى) لانے کا راز یہ ہے کہ گویا حقیقت محمدیہ ہر موجود میں جاری وساری اور ہر بندے کے باطن میں حاضر ہے، اس حالت کا کامل طور پر انکشاف نماز کی حالت میں ہوتا ہے؛ لہٰذا محل خطاب حاصل

ہوگیا۔(السعایۃ فی کشف شرح الوقایۃ، ج:۲،ص:۲۲۸)

دراصل یہ روحانیت کا مسئلہ ہے،جس شخص کا روحانیت کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہ ہو، جسے معرفت کے ساتھ کوئی علاقہ ہی نہ ہو،اور جو شخص بصیرت سے یکسر محروم ہو، وہ اس مسئلے کو ہرگز تسلیم نہیں کرے گا،اور سچی بات یہ ہے کہ ہمارا روئے سخن بھی ان کی طرف نہیں ہے، ہمارا تو خطاب ہی ان لوگوں سے ہے جو اولیائے کرام اور انبیائے عظام-علیہم السلام-کی روحانی عظمتوں کے ماننے والے ہیں۔

شیخِ محقق شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی-رحمہ اللہ تعالیٰ-فرماتے ہیں:

آں حضرت ﷺ ہمیشہ تمام احوال واوقات میں مومنوں کے پیشِ نظر اور عبادت گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، خصوصاً عبادت کی حالت میں اور(بالخصوص) اس کے آخر میں؛ کیوں کہ ان احوال میں نورانیت اور انکشاف کا وجود بہت زیادہ اور نہایت قوی ہوتا ہے، بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب اس بنا پر ہے کہ حقیقتِ محمدیہ موجودات کے ذروں اور افراد ممکنات میں جاری وساری ہے، پس آں حضرت ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود و حاضر ہیں؛ لہٰذا نمازی کو چاہیے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہے، اور نبی اکرم ﷺ کے حاضر ہونے سے غافل نہ رہے، تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے منور اور فیض یاب ہو۔(اشعۃ اللمعات، ج:۱،ص:۴۰۱، و تیسیر القاری شرح صحیح بخاری، ج:۱،ص:۱۷۳۔۱۷۲)

لطف کی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کے امام اور پیشوا،نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے ''مسک الختام شرح بلوغ المرام'' (ج:۱،ص:۲۴۴) میں بعینہ یہی عبارت درج کی ہے، اس مقام پر تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر کر ہم غیر مقلدین سے صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ عقیدۂ حاضر و ناظر کی بنا پر بریلویوں کو تو تم مشرک قرار دیتے ہو، کیا ان کے ساتھ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو بھی زمرۂ مشرکین میں شمار کروگے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں؟

پہلا اشکال

اس جگہ مخالفین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ تشہد سے حاضر و ناظر کے عقیدے پر استدلال صحیح

نہیں ہے؛ کیوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں یہ ''التحیات'' پڑھا کرتے تھے، آپ کے وصال کے بعد ہم ''السلام علی النبی'' پڑھنے لگے، اس کا جواب، حضرت ملا علی قاری کی زبانی سنیے! وہ ''شرح مشکاۃ'' میں فرماتے ہیں:

اشکال کا جواب

حضرت عبداللہ بن مسعود-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-کا یہ فرمانا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ ظاہرہ میں ''السلام علیك أیها النبي'' پڑھا کرتے تھے، جب آپ ﷺ کا وصال ہوگیا، تو ہم ''السلام علی النبي'' کہتے ہیں، یہ امام ابو عوانہ کی روایت ہے، امام بخاری کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-کے الفاظ نہیں ہیں، بلکہ ان کے شاگرد راوی نے جو کچھ سمجھا ہے، وہ بیان کردیا ہے۔

''امامِ بخاری کی روایت میں ہے: ''فلما قبض قلنا السلام یعني علی النبي'' جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوگیا، تو ہم نے کہا: ''السلام'' یعنی نبی اکرم ﷺ پر (لفظ یعنی بتا رہا ہے کہ بعد میں کسی نے وضاحت کی ہے، ۱۲۔شرف قادری) اس قول میں دو احتمال ہیں: (۱) یہ کہ جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں بصیغۂ خطاب سلام عرض کیا کرتے تھے، اسی طرح وصال کے بعد بھی کہتے رہے۔ (۲) ہم نے صیغۂ خطاب چھوڑ دیا تھا۔ جب لفظوں میں متعدد احتمال ہیں تو (قطعی) دلالت نہ رہی، اسی طرح علامہ ابنِ حجر مکی نے فرمایا۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۲،ص:۳۳۲)

علامہ عبدالحی، فرنگی محلی علامہ قسطلانی کے حوالے سے اس روایت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

یہ روایت، دوسری روایات کے مخالف ہے، جن میں یہ کلمات نہیں ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ یہ تبدیلی نبی اکرم ﷺ کی تعلیم کی بنا پر نہیں ہے؛ کیوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-نے فرمایا: ہم نے کہا ''السلام علی'' (السعایۃ، ج:۲،ص:۲۲۸)

یہی سبب ہے کہ جمہور صحابۂ کرام اور ائمۂ اربعہ نے اس طریقے کو اختیار نہیں کیا، بلکہ وہی

تشہد پڑھتے رہے ہیں، جس میں ”السلام علیك أیها النبی“ ہے۔

دوسرا اشکال

یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کو خطاب کر کے سلام عرض نہیں کرتے، ہم تو بس واقعۂ معراج کی حکایت اور نقل کرتے ہوئے یہ کلمات ادا کرتے ہیں؛ لہٰذا ہم پر عقیدۂ حاضر و ناظر ماننا لازم نہیں آتا۔

اس اشکال کے کئی جواب ہیں

• جس روایت کی بنا پر ”التحیات“ کے سلام کو واقعۂ معراج کی حکایت کہا جاتا ہے، اس کے بارے میں دیوبندی مکتبِ فکر کے مولوی انورشاہ کشمیری کہتے ہیں کہ مجھے اس کی سند نہیں ملی۔ (عرف الشذی، ص: ۱۳۹)

• جب ”التحیات“ میں حکایت اور نقل ہی مقصود ہے، تو ”التحیات للہ و الصلوات والطیبات“ بھی بطور حکایت ہوگا، حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے سے اعراض کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی ہدیۂ عبادات پیش نہ ہوسکا، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

• ابھی بخاری شریف کی حدیث گزری ہے کہ جب تم یہ کلمات کہتے ہو تو زمین و آسمان کے ہر نیک بندے کو سلام پہنچ جاتا ہے، اب اگر آپ کے قول کے مطابق سلام کہا ہی نہیں گیا محض واقعۂ معراج کی حکایت اور نقل کی گئی ہے، تو ہر بندۂ صالح کو سلام پہنچنے کا کیا مطلب؟ ماننا پڑے گا کہ ہر نمازی حضور سیدِ عالم نبی اکرم ﷺ اور اللہ رب العزت کے نیک اور صالح بندوں کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور پیش کرتا ہے، اسی کو انشاے سلام کہتے ہیں۔

• ہمارے فقہاے کرام نے صراحت کردی ہے کہ انشاے سلام کا ارادہ ہونا چاہیے، نہ کہ حکایت کا ”تنویر الابصار“ اور اس کی شرح ”درمختار“ میں ہے:

نمازی تشہد کے الفاظ سے ان معانی کا قصد کرے جو ان الفاظ سے مراد ہیں اور یہ قصد بطور انشا ہو، گویا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفہ پیش کر رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نبی کریم ﷺ، اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کر رہا ہے۔ اخبار اور حکایتِ سلام کی نیت ہرگز نہ کرے۔

(درمختار، ج:۱، ص:۴۷۶)

دوسری حدیث

حضرت انس بن مالک -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں، تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے تبھی اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھا کر ’حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں: ”ماکنت تقول فی هذا الرجل لمحمد“ (صحیح بخاری، ج:۱، ص:۱۸۴۔۱۸۳) تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا۔

وجہِ استدلال یہ ہے کہ ”ھذا“ اسم اشارہ ہے اور اسماے اشارہ کا حقیقی استعمال محسوس اشارہ کے لیے ہوتا ہے، مولانا جامی -رحمہ اللہ تعالیٰ- ’’کافیہ‘‘ کی شرح میں فرماتے ہیں:

اسماے اشارہ وہ اسما ہیں جن کی وضع اس چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہوتی ہے، جس کی طرف اعضا اور جوارح کے ساتھ محسوس اشارہ کیا جائے ”ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ“ میں محسوس اشارہ نہیں، اس جگہ اسم اشارہ کا استعمال مجازاً ہے۔ (شرح جامی، ص:۲۱۱)

علامہ ابنِ حاجب فرماتے ہیں:

و یقال ذا للقریب۔ ”ذا“ کے ذریعے قریب کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، اصولِ فقہ کا قاعدہ ہے کہ جب تک حقیقت پر عمل ہو سکے، مجاز ساقط اور ناقابلِ اعتبار ہوگا۔

حدیث شریف میں وارد کلمات ”ھذا الرجل“ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر قبر والے کے سامنے محسوس اور قریب ہوتے ہیں؛ کیوں کہ ”ھذا“ اسم اشارہ کا حقیقی معنی یہی ہے، جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ معلوم ذہنی کی طرف اشارہ ہے، انھیں ثابت کرنا پڑے گا کہ اس جگہ ایسا قرینہ پایا گیا ہے جو حقیقت کے مراد لینے سے مانع ہے ”و دونه خرط القتاد“

ہمیں بتایا جائے کہ وہ کون سا قرینہ ہے؟ جب کہ حقیقت کے مراد لینے کے لیے تو کسی قرینے کی ضرورت نہیں ہے۔

مقصد یہ ہے کہ دنیا میں بیک وقت ہزاروں افراد مرتے ہیں اور زیرِ زمین دفن ہوتے ہیں، سب کو سرکار دوعالم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے اور سب سے یہی سوال ہوتا ہے کہ تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟

ایک صاحب کہنے لگے کہ میت کے سامنے سے پردے اٹھا دیے جاتے ہیں؛ اسی لیے اسے سرکار دوعالم ﷺ کی زیارت ہوجاتی ہے، راقم نے ان سے گزارش کی کہ امتی کے سامنے سے تو عملاً پردے اٹھادیے جاتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے حبیبِ اکرم ﷺ کے لیے کون سا امر مانع ہے کہ آپ کے سامنے سے پردے نہیں اٹھائے جاسکتے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امتی کے سامنے سے پردے اٹھ سکتے ہیں، نبی ﷺ کے سامنے سے نہیں اٹھ سکتے۔

صاحب سیرت حلبیہ، امام علامہ علی نورالدین حلبی فرماتے ہیں:

دوفرشتے قبر والے کو کہتے ہیں کہ تو اس شخصیت کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ (ماتقول فی ھذا الرجل؟) اسم اشارہ کا اصل اور حقیقی معنی یہ ہے کہ اس کے ساتھ صرف حاضر کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، بعض علما کا یہ کہنا ہے کہ ممکن ہے نبی اکرم ﷺ ذہناً حاضر ہوں، تو اس تاویل کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے؛ کیوں کہ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ وہ کون سی چیز ہے، جس نے تمھیں حقیقت کے چھوڑنے اور مجاز کے اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے؟ لہٰذا ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے جسم شریف کے ساتھ حاضر ہوں۔ (جواہر البحار، ج:۲، ص:۱۱۶)

نوٹ: جواہر البحار میں رسالہ ''تعریف اہل الاسلام والایمان'' علامہ حلبی کا قرار دیا ہے، حال ہی میں مصر سے شائع ہونے والے نسخے کے محقق عبدالرحمٰن حسن محمود کی تحقیق یہ ہے کہ یہ رسالہ امام حسین بن محمد شافعی (م ۹۶۶ھ) کا ہے۔ اور اس رسالے کا نام ہے ''فی اثبات وجود النبی فی کل مکان''۔ اس کا ترجمہ مفتی محمد خان قادری۔ زیدہ مجدہ۔ نے ''ہر مکان کا اجالا ہمارا نبی'' کے نام سے کیا ہے، جو چھپ چکا ہے۔

حضور سیدِ عالم ﷺ کی زیارت

امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد، حضرت ابوہریرہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة ولا یتمثل الشیطان بی''۔(صحیح بخاری، ج:۲، ص:۱۰۳۵) ''جس نے خواب میں ہماری زیارت کی، وہ عنقریب بے داری میں ہماری زیارت کرے گا اور شیطان ہماری صورت اختیار نہیں کرسکتا''۔

بے داری میں زیارت سے مراد کیا ہے؟ آخرت میں یا دنیا میں؟ دنیا میں زیارت مراد ہو تو یہ آپ کی حیات ظاہرہ کے ساتھ خاص ہے یا بعد والوں کو بھی شامل ہے؟ پھر کیا یہ حکم ہر اس شخص کے لیے ہے، جس کو خواب میں زیارت ہوئی یا ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے، جن میں قابلیت اور سنت کی پے روی پائی جائے؟ اس سلسلے میں محدثین کے اقوال مختلف ہیں، امام ابومحمد بن ابوجمرہ فرماتے ہیں کہ الفاظ سے عموم معلوم ہوتا ہے اور جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی تخصیص کے بغیر تخصیص کرتا ہے، وہ سینہ زوری کا مرتکب ہے۔

امام علامہ جلال الدین سیوطی، امام ابن ابوجمرہ کا یہ قول نقل کرکے فرماتے ہیں:

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا وعدۂ شریفہ پورا کرنے کے لیے خواب میں دیدار سے مشرف ہونے والوں کو بے داری میں بھی دولت دیدار عطا کی جاتی ہے، اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو۔

عوام الناس کو یہ دولت گراں مایہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت حاصل ہوتی ہے، وہ حضرات جو پابندِ سنت ہوں، انھیں ان کی کوشش اور سنت کی حفاظت کے مطابق زندگی بھر بکثرت یا کبھی کبھی زیارت حاصل ہوتی ہے، سنتِ مطہرہ کی خلاف ورزی اس سلسلے میں بڑی رکاوٹ ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ، ج:۲، ص:۲۵۶)

امام مسلم، صحابیِ رسول حضرت عمران بن حصین۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے سلام کہا جاتا تھا، میں نے گرم لوہے کے ساتھ داغ لگایا، تو یہ سلسلہ منقطع ہوگیا، اور جب یہ

کام ترک کیا، تو سلام کا سلسلہ پھر جاری ہو گیا، علامہ ابنِ اثیر نے ''نہایہ'' میں فرمایا:

فرشتے انھیں سلام کہتے تھے، جب انھوں نے بیماری کی وجہ سے گرم لوہے سے علاج کیا، تو فرشتوں نے سلام کہنا چھوڑ دیا؛ کیوں کہ گرم لوہے سے داغ لگانا، توکّل، تسلیم، صبر اور اللہ تعالیٰ سے شفا طلب کرنے کے خلاف ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ داغ لگانا ناجائز ہے، ہاں! یہ توکّل کے خلاف ہے، جو اسباب کے اختیار کرنے کے مقابلے میں بلند درجہ ہے۔ (ایضًا، ج:۲، ص:۲۵۷)

اس سے معلوم ہوا کہ سنت کی خلاف ورزی، برکات و کرامات کے حاصل ہونے کی راہ میں رکاوٹ ہے، امام قرطبی چند احادیث کی طرف اشارہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

مجموعی طور پر ان احادیث کے پیشِ نظر یہ بات یقینی ہے کہ انبیاے کرام کی وفات کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب کر دیے گئے ہیں اور ہم ان کا ادراک نہیں کرتے، اگر چہ وہ زندہ موجود ہیں، یہی حال فرشتوں کا ہے؛ کیوں کہ وہ زندہ اور موجود ہیں، لیکن ہم میں سے انھیں کوئی نہیں دیکھتا، سواے ان اولیاے کرام کے جنھیں اللہ تعالیٰ اس کرامت کے ساتھ خاص کرتا ہے۔

(التذکرہ، ص:۱۹۱)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

گویا ہم موسیٰ -علیہ السلام- کو دیکھ رہے ہیں، جب وہ تلبیہ کہتے ہوئے وادی میں اترے۔ یہ حدیث امام بخاری نے ''کتاب المناسک'' میں روایت کی، نیز نبی اکرم ﷺ نے خواب میں حضرت عیسیٰ -علیہ السلام- کو بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، یہ حدیث امام بخاری نے ''کتاب الانبیاء'' میں روایت کی۔

امام نووی ''شارح مسلم'' فرماتے ہیں:

سوال: انبیاے کرام کیسے حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں؟ حالاں کہ وہ وصال فرما چکے ہیں اور دارِ آخرت میں ہیں، جب کہ دارِ آخرت دارِ عمل نہیں ہے۔

جواب: مشائخِ محدثین اور ہمارے سامنے اس کے کئی جواب آئے ہیں، ایک یہ ہے کہ انبیاے کرام، شہدا کی طرح زندہ ہیں، بلکہ ان سے افضل ہیں، شہدا اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں؛ اس لیے بعید نہیں ہے کہ انبیاے کرام حج کریں اور نماز پڑھیں، جیسا کہ ایک دوسری حدیث

میں وارد ہے، اور یہ بھی بعید نہیں کہ اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں؛ کیوں کہ وہ اگر چہ وصال فرما چکے ہیں، تاہم وہ اسی دنیا میں ہیں جو کہ دار العمل ہے، یہاں تک کہ جب دنیا کی مدت ختم ہو جائے گی اور اس کے بعد دارِ آخرت آئے گا جو کہ دار الجزاء ہے، تو عمل منقطع ہو جائے گا۔ (شرحِ مسلم، ج:۲، ص:۲۲۸)

امام علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے بھی اسی کے قریب قریب بیان فرمایا ہے۔

(فتح الباری، ج:۲، ص:۳۷۸)

قاضی ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کا دیدار صفتِ معلومہ کے ساتھ ہو تو یہ حقیقی ادراک ہے، اور اگر اس سے مختلف صفت کے ساتھ ہو تو یہ مثال کا ادراک ہے، (علامہ سیوطی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں کہ یہ بہت عمدہ بات ہے) آپ کی ذاتِ اقدس کا روح اور جسم کے ساتھ دیدار محال نہیں ہے؛ کیوں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور باقی انبیاے کرام زندہ ہیں، وصال کے بعد ان کی روحیں لوٹا دی گئی ہیں، انھیں قبروں سے نکلنے اور اعلی و اسفل جہان میں تصرف کی اجازت دی گئی ہے۔

(الحاوی للفتاوی، ج:۲، ص:۲۶۳)

جو لوگ اس دنیا میں ہیں، وہ عالم ملک اور عالم شہادت میں ہیں، اور جو اس دنیا سے رحلت کر گئے، وہ عالم غیب اور عالم ملکوت میں ہیں، عالم ملکوت میں چلے جانے والے ہمیں دکھائی دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلے میں حجۃ الاسلام امام غزالی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

انھیں ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے، انھیں ایک دوسری آنکھ سے دیکھا جاتا ہے، جو ہر انسان کے دل میں پیدا کی گئی ہے، لیکن انسان نے اس پر شہواتِ نفسانیہ اور دنیاوی مشاغل کے پردے ڈال رکھے ہیں، جب تک دل کی آنکھ سے یہ پردہ دور نہیں ہوتا، اس وقت تک عالمِ ملکوت کی کسی چیز کو نہیں دیکھ سکتا۔

چوں کہ انبیاے کرام کی آنکھوں سے یہ پردہ دور ہوتا ہے، اس لیے انھوں نے ضرور عالَم ملکوت اور اس کے عجائب کا مشاہدہ کیا ہے، مردے عالمِ ملکوت میں ہیں، انبیاے کرام نے ان

کا مشاہدہ بھی کیا ہے اور خبر بھی دی ہے، ایسا مشاہدہ صرف انبیاے کرام کے لیے ہوسکتا ہے یا ان اولیاے کرام کے لیے جن کا درجہ انبیاے کرام کے قریب ہے۔ (احیاء العلوم، ج: ۴، ص: ۵۰۴)

خواب میں زیارت

بہت سے خوش قسمت حضرات کو خواب یا بے داری میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت حاصل ہوئی ہے، چند واقعات ملاحظہ ہوں:

(۱) حضرت فاروق اعظم -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، میں نے دیکھا کہ آپ میری طرف توجہ نہیں فرما رہے ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا کیا حال ہے؟ (کہ آپ میری طرف توجہ نہیں فرما رہے ہیں؟) آپ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: کیا تم روزے کی حالت میں بوسہ نہیں لیتے؟ میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں روزے کی حالت میں کبھی بیوی کا بوسہ نہیں لوں گا۔ (ایضاً، ج: ۴، ص: ۵۰۶)

(۲) ایک صحابی (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رمادہ کے سال (۱۸ھ) نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر خشک سالی کی شکایت کی، انھیں سید عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، آپ نے حکم دیا کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جاؤ اور انھیں کہو کہ لوگوں کو لے کر آبادی سے باہر نکلو اور بارش کی دعا مانگو۔ علامہ ابنِ تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث زیر بحث مسئلے سے متعلق نہیں ہے، ایسے بہت سے واقعات نبی اکرم ﷺ کے، علاوہ دوسرے افراد کے ساتھ بھی پیش آئے ہیں، اور مجھے اس قسم کے بہت واقعات کا علم ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم، ص: ۳۷۳)

(۳) حضرت ام المومنین ام سلمہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- فرماتی ہیں: مجھے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ کے سرِ اقدس اور داڑھی مبارک کے بال گرد آلود تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی یہ حالت کیوں ہے؟ فرمایا: ہم ابھی حسین -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی شہادت پر حاضر ہوئے تھے، اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب

ہے۔ (مشکاۃ المصابیح، ص: ۵۷۰)

(۴) امام ترمذی نے شمائل ترمذی میں ایک باب ''باب رؤیۃ رسول اللہ ﷺ فی المنام'' قائم کیا ہے، اور اس میں ان حضرات کی روایات درج کی ہیں، جنھیں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

(۵) قاہرہ، مصر کے حضرت شیخ عبدالمقصود محمد سالم -رحمہ اللہ تعالیٰ- نے ایک کتاب ''انوار الحق فی الصلاۃ علی سید الخلق سیدنا ومولانا محمد ﷺ'' لکھی ہے، جس میں درود پاک کے مختلف حسین وجمیل صیغے درج ہیں، انھیں درود شریف پڑھنے کا اتنا شوق پیدا ہوا کہ ہر روز پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے، وہ گورنمنٹ کے ملازم تھے، چھٹیوں میں یہ تعداد چودہ ہزار تک پہنچ جاتی، انھوں نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انھیں خواب میں حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی بکثرت زیارت ہوتی تھی۔ (انوار الحق، ص: ۹۰) یہ کتاب پاکستان میں اردو ترجمہ کے ساتھ چھپ چکی ہے، اس وقت جو نسخہ راقم کے سامنے ہے، وہ مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری کی کوشش اور پیر بہاء الدین ہاشمی (مرید) کے اہتمام سے شائع ہوا ہے۔

بے داری میں زیارت

(۱) امام عماد الدین اسماعیل بن ہبۃ اللہ، اپنی تصنیف ''مزیل الشبہات فی اثبات الکرامات'' میں فرماتے ہیں:

حضرت عثمان غنی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے محاصرے کے دنوں میں فرمایا: مجھے اس کھڑکی میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی، فرمایا: عثمان! ان لوگوں نے تمھارا محاصرہ کر رکھا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: انھوں نے تمھیں پیاس میں مبتلا کر دیا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! آپ نے ڈول لٹکایا جس میں پانی تھا، میں نے سیر ہوکر پانی پیا، یہاں تک کہ میں اس کی ٹھنڈک اپنے سینے اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کر رہا ہوں، پھر فرمایا: اگر چاہو تو ان کے خلاف تمھیں مدد دی جائے اور اگر چاہو تو ہمارے پاس افطار کرو، میں نے آپ کے پاس افطار کرنے کو ترجیح دی، چناں چہ وہ اسی دن شہید کر دیے گئے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مشہور ہے اور کتب حدیث میں سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، امام حارث بن اسامہ نے یہ حدیث اپنی مسند میں اور دیگر ائمہ نے بھی بیان کی ہے، امام عماالدین نے اسے بےداری کا واقعہ قرار دیا ہے۔(الحاوی للفتاویٰ، ج:۲،ص:۲۶۲)

(۲) امام ابنِ ابوجمرہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ (میرا گمان ہے کہ وہ ابنِ عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- ہیں، ۱۲-سیوطی) کو خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، انھیں یہ حدیث یاد آئی (جسے خواب میں زیارت ہوئی، وہ بےداری میں بھی زیارت کرے گا) اور وہ اس بارے میں غوروفکر کرتے رہے، پھر ایک روز ام المومنین (میرا گمان ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۲-سیوطی) کے پاس حاضر ہوئے اور ماجرا بیان کیا، ام المومنین نے انھیں حضور نبی اکرم ﷺ کا آئینہ لاکر دیا، صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے آئینہ دیکھا، تو مجھے اپنی صورت نہیں، بلکہ نبی اکرم ﷺ کی صورتِ مبارکہ دکھائی دی۔(ایضاً، ج:۲،ص:۲۵۶)

(۳) شیخ سراج الدین ملقن ’’طبقات الاولیاء‘‘ میں فرماتے ہیں:

شیخ سید عبدالقادر جیلانی -قدس سرہ العزیز- نے ارشاد فرمایا: مجھے ظہر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹے گفتگو کیوں نہیں کرتے؟ عرض کیا: ابا جان! میں عجمی ہوں، فصحاے بغداد کے سامنے گفتگو کیسے کروں؟ فرمایا: منہ کھولو، میں نے منہ کھولا، تو آپ نے سات مرتبہ لعاب دہن عطا فرمایا اور حکم دیا کہ لوگوں سے خطاب کرو اور اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظۂ حسنہ سے دعوت دو، میں نماز ظہر پڑھ کر بیٹھا ہوا تھا، مخلوقِ خدا بڑی تعداد میں حاضر تھی، مجھ پر اضطراب طاری ہوگیا، میں نے دیکھا کہ حضرت علیِ مرتضیٰ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- مجلس میں میرے سامنے کھڑے ہیں اور فرمارہے ہیں: بیٹے! خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: کیسے خطاب کروں؟ میری طبیعت پر ہیجان طاری ہے، فرمایا: منہ کھولو! میں نے منہ کھولا، تو آپ نے مجھے چھ مرتبہ لعابِ دہن عطا فرمایا۔ میں نے پوچھا: آپ نے سات کی تعداد پوری کیوں نہیں کی؟ فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے احترام کے پیشِ نظر۔(روح المعانی، ج:۲۲،ص۳۵)

(۴) ’’طبقات الاولیاء‘‘ میں شیخ خلیفہ بن موسیٰ نہرملکی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انھیں خواب اور بےداری میں رسول اللہ ﷺ کی بکثرت زیارت ہوتی تھی، ان کے

بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان کے افعال خواب یا بےداری میں حضور نبی اکرم ﷺ سے حاصل کیے گئے تھے، ایک رات انھیں سترہ مرتبہ زیارت کی سعادت حاصل ہوئی، انھی مواقع میں سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: خلیفہ! ہم سے تنگ نہ ہو، بہت سے اولیا ہمارے دیدار کی حسرت لے کر دنیا سے رخصت ہوگئے۔(ایضاً، ج:۲۲،ص:۳۶-۳۵)

(۵) شیخ تاج الدین بن عطاءاللہ ’’لطائف المنن‘‘ میں فرماتے ہیں:

ایک شخص نے شیخ ابوعباس مرسی سے عرض کیا: جناب! آپ اپنے ہاتھ کے ساتھ مجھ سے مصافحہ فرمائیں؛ کیوں کہ آپ نے بہت سے شہر دیکھے ہیں اور بہت سے اللہ والوں سے ملاقات کی ہے، انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی سے مصافحہ نہیں کیا۔ اگر ایک لمحے کے لیے رسول اللہ ﷺ مجھ سے غائب ہوجائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہ کروں۔(ایضاً، ج:۲۲،ص:۳۶)

(۶) علامہ سید محمود الوسی بغدادی فرماتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے حضرت عیسیٰ -علیہ السلام- کی روحانی ملاقات ہوئی ہو اور یہ کوئی اَن ہونی بات نہیں ہے؛ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین کو بےداری کی حالت میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی ہے اور انھوں نے استفادہ کیا ہے۔(ایضاً، ج:۲۲،ص:۳۵)

(۷) حضرت سید احمد کبیر رفاعی، حج کرنے گئے، تو حجرۂ مبارکہ کے سامنے کھڑے ہوکر یہ اشعار پڑھے۔

فی حالة البعد روحی کنت أرسلها تقبل الارض عنی وهی نائبتی
وهذه دولة الاشباح قدحضرت فامددیمینك کی تحظی بها شفتی

(الحاوی للفتاویٰ، ج:۲،ص:۲۶۱)

- میں دوری کی حالت میں اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا، وہ میری نیابت میں زمین بوسی کیا کرتی تھی۔
- اور یہ جسمانی دولت ہے، میں جسمانی طور پر حاضر ہوں، آپ ہاتھ بڑھائیں تاکہ

میرے ہونٹ اس سے فیض یاب ہوں۔

چناں چہ روضۂ اقدس سے دست مبارک باہر نکلا جسے انھوں نے بوسہ دیا۔(الحاوی للفتاویٰ، ج:۲،ص:۲۶۱)

(۸) حضرتِ مجددِ الف ثانی -رحمہ اللہ تعالیٰ- اپنی ایک روحانی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ حالت ایک مدت تک رہی، پھر ایک ولی کے مزار شریف کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا، اس معاملے میں اس صاحبِ مزار بزرگ کو میں نے اپنا مددگار بنایا(ان سے مدد طلب کی) اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہوگئی، اور معاملے کی حقیقت پوری طرح منکشف کردی، حضرت خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کی روح انور، رونق افروز ہوئی اور میرے غمگین دل کو تسلی دے دی۔
(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب:۲۲۰)

ایک دوسرا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اتفاقاً آج صبح حلقۂ مراقبہ کے دوران کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر-علیٰ نبینا وعلیہما الصلوات والتسلیمات -روحانی صورت میں تشریف لائے، اور اس روحانی ملاقات میں حضرتِ خضر-علیہ السلام- نے فرمایا: ہم روحیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قدرتِ کاملہ عطا فرمائی ہے کہ وہ اجسام کی صورت اختیار کر کے جسمانی حرکات وسکنات اور عبادات ادا کرتی ہیں، جیسا کہ اجسام ادا کیا کرتے ہیں۔(ایضاً، مکتوب:۲۸۲)

(۹) دیوبندی مکتبِ فکر کے شیخ الحدیث، محمد انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

میرے نزدیک بےداری میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ممکن ہے، جسے اللہ تعالیٰ یہ سعادت عطا فرمائے، جیسے کہ علامہ سیوطی -رحمہ اللہ تعالیٰ- سے منقول ہے کہ انھیں ۲۲ رمرتبہ سرکار دوعالم ﷺ کی زیارت ہوئی اور انھوں نے آپ سے کئی حدیثوں کے بارے میں دریافت کیا، اور آپ کے تصحیح قرار دینے پر ان احادیث کو صحیح قرار دیا۔(فیض الباری، ج:۱،ص:۲۰۴)

(۱۰) یہ بھی انھی کا بیان ہے کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ انھیں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، انھوں نے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ سے بخاری شریف پڑھی، ان

کے نام بھی گنوائے، ان میں سے ایک حنفی تھا، انھوں نے وہ دعا بھی لکھی جو ختم بخاری کے موقع پر فرمائی۔

محمد انور شاہ کشمیری کہتے ہیں:”فالرؤية يقظة متحققة وانكارها جهل“۔

بحالتِ بےداری زیارت متحقق ہے، اور اس کا انکار جہالت ہے۔(ایضاً)

(۱۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی -رحمہ اللہ تعالیٰ- فرماتے ہیں:

جب میں مدینۂ منورہ میں داخل ہوا، اور رسول اللہ ﷺ کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کی، تو آپ کی روحِ انور کو ظاہر وعیاں دیکھا، فقط عالم ارواح میں نہیں بلکہ حواس کے قریب، عالم مثال میں بھی، تب مجھے معلوم ہوا کہ عوام الناس جو نمازوں میں نبی اکرم ﷺ کے حاضر ہونے اور لوگوں کو امامت کرانے کا ذکر کرتے ہیں، اس کی بنیاد یہی دقیقہ ہے۔(فیوض الحرمین، ص:۸۲)

مزید فرماتے ہیں:

پھر میں چند بار روضۂ عالیہ مقدسہ کی طرف متوجہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ایک لطافت کے بعد دوسری لطافت میں ظہور فرمایا، کبھی محض ہیبت وعظمت کی صورت میں اور کبھی جذب، محبت، انس اور انشراح کی صورت میں، اور کبھی سریان کی صورت میں، یہاں تک کہ میں خیال کرتا تھا کہ تمام فضا رسول اللہ ﷺ کی روحِ مقدس سے بھری ہوئی ہے، اور روح مبارک فضا میں تیز ہوا کی طرح موجزن ہے۔(ایضاً، ص:۸۳)

(۱۲) امام احمد رضا بریلوی -قدس سرہ- جب دوسری دفعہ حرمین شریفین کی حاضری کے لیے گئے، تو روضۂ مقدسہ کے سامنے کھڑے ہو کر درود شریف پڑھتے رہے، اور یہ آرزو دل میں لیے حاضر رہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کرم فرمائیں گے اور بےداری کی حالت میں شرف زیارت سے مشرف فرمائیں گے، پہلی رات آرزو پوری نہ ہوئی، تو بےقراری کے عالم میں ایک نعت لکھی جس کا مطلع ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مقطع میں اسی کیفیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ نعت مواجہ عالیہ میں عرض کرکے باادب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور سر کی آنکھوں سے بحالت بے داری حضور رحمتِ عالم ﷺ کی زیارتِ مقدسہ سے مشرف ہوئے۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱،ص:۴۴)

(۱۳) راقم کے مرشدِ گرامی حضرت شیخ المشائخ اخندزادہ سیف الرحمٰن -مدظلہ العالی- پیرارچی، پشاور، نے بیان کیا کہ مجھے ساڑھے تین سال تک ہرمحفلِ ذکر میں جناب سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت ہوتی رہی۔

علامہ جلال الدین سیوطی -رحمہ اللہ تعالیٰ- رسالہ مبارکہ ''تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک'' میں متعدد احادیث وآثار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ان نقول اور احادیث کے مجموعے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جناب رسالت مآب ﷺ اپنے جسم اور روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں، اور اطراف زمین اور ملکوت اعلیٰ میں جہاں چاہتے ہیں، تصرف اور سیر فرماتے ہیں، حضور نبی اکرم ﷺ اسی حالت مقدسہ میں ہیں جس پر وصال سے پہلے تھے، آپ کی کوئی چیز تبدیل نہیں ہوئی۔

بے شک حضور نبی اکرم ﷺ ظاہری آنکھوں سے غائب کردیے گئے ہیں، جس طرح فرشتے غائب کردیے گئے ہیں، حالاں کہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا اعزاز عطا فرمانا چاہتا ہے، تو اس سے حجاب دور کردیتا ہے، اور وہ بندہ حضور (ﷺ) کو اسی حالت میں دیکھ لیتا ہے جس پر آپ واقع میں ہیں، اس دیدار سے کوئی مانع نہیں ہے اور مثال کے دیدار کی تخصیص کا بھی کوئی امر داعی نہیں ہے۔

(الحاوی للفتاویٰ، ج:۲،ص:۲۵۶)

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی نے بھی یہ عبارت لفظ بہ لفظ نقل کی ہے۔

(روح المعانی، ج:۲۲،ص:۳۶-۳۷)

شخصِ واحد متعدد مقامات میں

ایک شخص کا متعدد مقامات میں دیکھا جانا نہ صرف ممکن ہے، بلکہ بالفعل واقع ہے، اس کی

کئی صورتیں ہیں:

- درمیان کے پردے اٹھادیے جائیں، اور ایک شخص ایک جگہ ہوتے ہوئے کئی جگہ سے دیکھا جائے۔
- ایک شخص موجود تو ایک جگہ ہو، اس کی تصویریں کئی جگہ دکھائی جائیں، جیسے ٹیلی ویژن میں ہوتا ہے، حاضر وناظر کا مسئلہ سمجھنے کے لیے ٹیلی ویژن بہت معاون ہوسکتا ہے، بلکہ اب تو ایسا ٹیلیفون آگیا ہے کہ آپس میں گفتگو بھی ہورہی ہے اور ایک دوسرے کی تصویر بھی دکھائی دے رہی ہے، جو چیز آلات کے ذریعہ سے واقع ہورہی ہو، کیا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہیں ہوگی؟ یقیناً ہوگی، تو استبعاد کیوں؟
- اللہ تعالیٰ شخص واحد کے لیے متعدد اجسامِ مثالیہ مسخر فرمادیتا ہے، ان میں تصرف اور انھیں کنٹرول کرنے والی ایک ہی روح ہوتی ہے، اس سے وہ تکثر جزئی لازم نہیں آئے گا جسے مناطقہ محال کہتے ہیں؛ کیوں کہ وحدت اور تعدد کا مدار روح پر ہے، جب روح ایک ہے تو وہ ایک ہی شخص کہلائے گا، اگرچہ اجسام مختلف اور متعدد ہوں۔

سب سے پہلے ایک حدیث ملاحظہ ہو، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بطور خرق عادت ایک شخص کے متعدد اجسام ہوسکتے ہیں۔

حضرت قرہ مزنی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت ہے کہ ایک صحابی کو اپنے بیٹے سے شدید محبت تھی، قضائے الٰہی سے ان کا بیٹا فوت ہوگیا، حضور نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''اماتحب ان لا تاتی بابا من ابواب الجنة الا وجدته ینتظرك''۔کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم جنت میں جس دروازے پر بھی جاؤ، اپنے بیٹے کو وہاں انتظار کرتے ہوئے پاؤ۔ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا یہ اس کے لیے خاص ہے یا ہم سب کے لیے ہے؟ فرمایا: تم سب کے لیے ہے۔ (مشکاۃ المصابیح، ص:۱۵۳)

حضرت ملا علی قاری -رحمہ اللہ تعالیٰ- اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ بطور خرق عادت، اجسامِ مکتسبہ متعدد ہوتے ہیں؛ کیوں کہ

صحابی کا بیٹا، جنت کے ہر دروازے پر موجود ہوگا۔(مرقاۃ المصابیح، ج:۴،ص:۱۰۹)

امامِ احمد اور امامِ نسائی سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابنِ عباس-رضی اللہ تعالیٰ عنہما-سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ہمیں سفرِ معراج پر لے جایا گیا، تو ہم نے مکۂ معظّمہ میں صبح کی، ہمیں یقینی طور پر معلوم تھا کہ لوگ ہماری تکذیب کریں گے، اہلِ مکہ نے کہا: کیا آپ مسجدِ اقصیٰ کی صفات بیان کرسکتے ہیں؟ ان میں ایسے لوگ بھی تھے، جنھوں نے یہ مسجد دیکھی ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم نے اس مسجد کے اوصاف بیان کرنے شروع کیے، بعض اوصاف کے بارے میں اشتباہ پیدا ہوگیا، ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ مسجد (مسجدِ اقصیٰ) لاکر عقیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر کے آگے رکھ دی گئی، چناں چہ ہم نے اسے دیکھ کر اس کے اوصاف بیان کرنے شروع کردیے۔

امام سیوطی-رحمہ اللہ تعالیٰ-اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

یا تو مسجدِ اقصیٰ کی تصویر پیش کی گئی، جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے دیوار کی چوڑائی میں جنت اور دوزخ کو ملاحظہ فرمایا، یا درمیانی مسافت سمیٹ دی گئی، میرے نزدیک اس جگہ یہی بہتر توجیہ ہے؛ کیوں کہ یہ طے شدہ بات ہے کہ اس وقت ''بیت المقدس'' وہاں کے لوگوں کے سامنے رہا اور غائب نہیں ہوا۔(الحاوی للفتاویٰ، ج:۱،ص:۲۲۲)

اسی سلسلے میں وہ حدیث ہے جو امام ابنِ جریر، ابنِ ابوحاتم اور ابنِ منذر نے اپنی اپنی تفسیروں میں بیان کی ہے اور امام حاکم نے ''مستدرک'' میں روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ''۔(یوسف-علیہ السلام-بھی اس عورت کا قصد کرتے، اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے)۔

ابنِ عباس-رضی اللہ تعالیٰ عنہما-نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ان کے سامنے حضرتِ یعقوب-علیہ السلام-کی تصویر لائی گئی، ایسی ہی تفسیر ابنِ جریر نے سعید بن جبیر، حمید بن عبدالرحمٰن، مجاہد، قاسم، ابنِ ابوبرہ، عکرمہ، محمد بن سیرین، قتادہ، ابوصالح، شمر بن عطیہ اور ضحاک سے روایت کی، نیز حضرت حسن بصری سے روایت کیا کہ مکان کی چھت کھل گئی اور حضرت یعقوب-علیہ السلام-کو دیکھا، ایک روایت میں حضرت حسن بصری نے فرمایا: انھوں نے حضرت یعقوب-علیہ السلام-کی

تصویر دیکھی۔

امام سیوطی-رحمہ اللہ تعالیٰ-اِن آثار کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ان سَلَفِ صالحین کا یہ قول، مثال کے ثابت کرنے یا زمین کے سمیٹ دینے کی دلیل ہے اور یہ ہمارے زیرِ بحث مسئلہ کے لیے عظیم گواہ ہے؛ کیوں کہ حضرت یوسف-علیہ السلام-نے مصر میں ہوتے ہوئے اپنے والدِ ماجد کو دیکھا، جب کہ حضرت یعقوب-علیہ السلام-شام میں تھے، اس سے حضرت یعقوب-علیہ السلام-کا ایک وقت میں دور دراز جگہوں میں دیکھا جانا ثابت ہوتا ہے، اور یہ ہمارے بیان کردہ دو قاعدوں (مثال یا طیِ مسافت کے ثابت کرنے) میں سے کسی ایک پر مبنی ہے۔(ایضاً)

علامہ علاء الدین قونوی اپنی تالیف ''الاعلام'' میں فرماتے ہیں:

ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں، ملکی اور مقدس نفوس کو زندگی میں ایسی خاصیت اور قوت عطا فرمادے، جس کی بنا پر وہ اپنے مخصوص بدن کے علاوہ دوسرے بدن میں تصرف کریں، باوجودے کہ ان کا تصرف پہلے بدن میں بھی جاری رہے۔۔۔جب جنات کا مختلف صورتوں میں متشکل ہونا ممکن ہے، تو انبیاے کرام، ملائکہ اور اولیاے عظام کے لیے بدرجہ اولیٰ ممکن ہوگا، صوفیاے کرام نے عالَم اجسام اور عالَم ارواح کے درمیان ایک تیسرا عالم ثابت کیا ہے، جس کا نام انھوں نے عالم مثال رکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ عالَم، عالَم اجسام کی بنسبت زیادہ لطیف اور عالَم ارواح کے بنسبت زیادہ کثیف ہے، اسی بنا پر وہ روحوں کے مجسم ہونے اور عالم مثال کی مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا''۔(جبرائیل-علیہ السلام-تندرست، توانا انسان کی صورت میں مریم-علیہا السلام-کے سامنے آئے) سے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے، حضرت جبرائیل-علیہ السلام-کی ایک ہی روح ان کے اصلی پیکر اور اس مثالی پیکر میں تصرف کرنے والی ہوگی، اسی طرح انبیاے کرام-علیہم السلام-ہیں اور اس میں کوئی بُعد نہیں ہے؛ کیوں کہ جب ان کے لیے مردوں کا زندہ کرنا، عصا کو اژدہا بنادینا ممکن ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں بعید مسافت-مثلاً زمین وآسمان کی درمیانی مسافت-ایک لمحہ میں طے کرنے کی قدرت عطا فرمادے، تو یہ بھی محال نہیں ہے کہ انھیں دو یا دو سے زیادہ جسموں میں

تصرف کی خصوصی اجازت عطا فرمادے، بہت سے مسائل اس پر مبنی ہیں، اور اس قاعدے کی بنا پر بہت سے اشکالات حل ہوجاتے ہیں۔۔۔اہل علم نے اس قاعدے پر مبنی بہت سی حکایات بیان کی ہیں، اور ان کے نزدیک یہ اہم ترین قواعد میں سے ہے(ملخصاً)الحاوی للفتاویٰ، ج:۱،ص: ۲۱۸۔۲۱۹)

علامہ الوسی بغدادی -رحمہ اللہ تعالیٰ -فرماتے ہیں:

انسانی روحیں جب مقدس ہوجاتی ہیں، تو کبھی اپنے بدنوں سے جدا ہوکر اپنے بدنوں کی صورتوں یا دوسری صورتوں میں ظاہر ہوکر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرح -کہ وہ کبھی حضرتِ دحیہ کلبی یا بعض بدویوں کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے-جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، جاتی ہیں اور ان کا اپنے اصل بدنوں کے ساتھ ایک قسم کا تعلق بھی باقی رہتا ہے، جس کی بنا پر روحوں کے افعال ان جسموں سے صادر ہوتے ہیں۔جیسا کہ بعض اولیاے کرام -قدست اسرارہم -کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد مقامات میں دیکھے جاتے ہیں، اور یہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ ان کی روحیں اعلیٰ درجے کا تجرد اور تقدس حاصل کرلیتی ہیں؛ لہٰذا وہ خود ایک شکل کے ساتھ ایک جگہ ظاہر ہوتی ہیں، اور ان کا اصلی بدن دوسری جگہ ہوتا ہے۔

لاتقل دارها بشرقی نجد   کل نجد للعامریة دار

• تم یہ نہ کہو کہ محبوب کا گھر نجد کے مشرقی حصے میں ہے، بلکہ تمام نجد عامریہ (محبوب) کا گھر ہے۔(روح المعانی، ج:۲۳،ص:۱۳)

علامہ سید محمود الوسی-صاحب تفسیر روح المعانی -مزید فرماتے ہیں:

یہ امر اکابر صوفیا کے نزدیک ثابت اور مشہور ہے، اور طیِ مسافت سے الگ چیز ہے، جو شخص ان دونوں کمالوں (طیِ مسافت اور متعدد مقامات پر موجود ہونے) کا انکار کرتا ہے، اس کا انکار ایسی سینہ زوری ہے جو جاہل اور معاند ہی سے ظاہر ہوسکتی ہے۔

علامہ تفتازانی نے ابنِ مقاتل جیسے بعض فقہاے اہلِ سنت پر تعجب کا اظہار کیا ہے، جنھوں نے اس شخص پر کفر کا حکم لگایا، جو اس روایت کو مانتا ہے کہ لوگوں نے حضرت ابراہیم بن ادہم -رحمہ اللہ تعالیٰ -کو ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو بصرہ میں دیکھا اور اسی دن وہ مکۂ مکرمہ میں بھی دیکھے

گئے، انھوں نے کفر کا یہ فتویٰ اس گمان کی بنا پر دیا کہ بیک وقت کئی جگہوں پر موجود ہونا بڑے معجزات کی جنس سے ہے، اور اسے بطور کرامت ولی کے لیے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

حالاں کہ تم جانتے ہو کہ ہم اہلِ سنت کے نزدیک نبی کا ہر معجزہ، ولی کے لیے بطور کرامت ثابت ہوسکتا ہے، سواے اس معجزے کے جس کے بارے میں دلیل سے ثابت ہوجائے کہ وہ ولی سے صادر نہیں ہوسکتا، مثلاً قرآن پاک کی کسی صورت کا مثل لانا۔

متعدد محققین نے بعد از وصال حضور نبی اکرم ﷺ کی روحِ اقدس کے متمثل ہوکر ظاہر ہونے کو ثابت کیا ہے، اور دعویٰ کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بیک وقت متعدد مقامات پر زیارت کی جاتی ہے، باوجودے کہ آپ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہیں، اس مسئلے پر تفصیلی کلام اس سے پہلے گزرچکا ہے۔(ایضاً)

اس کے بعد علامہ الوسی آسمانوں پر حضور نبی اکرم ﷺ کی حضرت موسیٰ-علیہ السلام- اور دیگر انبیاے کرام کے ساتھ ملاقات کا ذکر کرکے فرماتے ہیں:

ان انبیاے کرام کی قبریں زمین میں ہیں، اور کسی عالم نے یہ نہیں کہا کہ انھیں زمین سے آسمان پر منتقل کردیا گیا تھا۔(ایضاً، ج:۲۳،ص:۱۴)۔

کہنا پڑے گا کہ انبیاے کرام-علیہم الصلاۃ والسلام-اپنی قبروں میں بھی جلوہ فرما تھے اور آسمانوں پر بھی جلوہ گر تھے۔

حضرت ابوذر غفاری -رضی اللہ عنہ-سے روایت ہے کہ میں غروب آفتاب کے وقت حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھا، آپ نے فرمایا: ابوذر! جانتے ہو، سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ اکرم ﷺ بہتر جانتے ہیں، فرمایا: وہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔(صحیح بخاری، ج:۲،ص:۷۰۹)

اس حدیث پر اشکال یہ ہے کہ امام الحرمین نے تصریح کی ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورج ایک قوم سے غروب ہوتا ہے، تو دوسری قوم پر طلوع ہوتا ہے، سوال یہ ہے کہ وہ ہر رات عرش مجید کے نیچے ٹھہر کر سجدہ کیسے کرتا ہے؟

علامہ الوسی نے اس اشکال کا جواب دیا ہے:

یہ اس قبیل سے نہیں جسے حکما نے محال قرار دیا ہے، یعنی ایک نفس کا متعدد جسموں کے ساتھ مشغول ہونا، بلکہ یہ اس سے ماورا ہے، جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے نور بصیرت عطا فرمایا ہے، اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسانوں کے مقدس نفوس کی طرح سورج کا بھی نفس ہے، جو سورج کے دیکھے جانے والے جسم سے اس طرح جدا ہو جاتا ہے کہ اس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق باقی رہتا ہے، یہ نفس بلا واسطہ عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے، وہاں ٹھہرتا ہے اور اجازت مانگتا ہے، یہ سب کچھ، سورج کے معروف جسم کے محو سفر رہنے اور ساکن نہ ہونے کے منافی نہیں ہے، جیسا کہ علماے ہیئت وغیرہم دعویٰ کرتے ہیں؛ کیوں کہ سورج کے نفس کا اپنے جسم سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق متشکل ہو کر سجدہ کرنا، اور عرش مجید کے نیچے ٹھہرنا، اس کے معروف جسم کے سفر کے منافی نہیں ہے، اسی طریقے پر اس مسئلے کا حل نکالا جائے گا کہ کعبہ بعض اولیا کی زیارت کرتا ہے، جیسا کہ بعض علما نے بیان کیا ہے، اس کا حل یہ ہے کہ کعبہ حقیقتاً اس چیز (پتھروں کی عمارت) کے علاوہ ہے جسے عوام الناس پہچانتے ہیں، کعبہ کی یہی حقیقت بعض اولیا کی زیارت کرتی ہے اور لوگ پتھروں کی عمارت کو اپنی جگہ پر برقرار دیکھتے ہیں۔ (روح المعانی، ج:۲۳، ص:۱۴)

ائمۂ دین کے ارشادات

یہ مسئلہ از قبیل واردات و مشاہدات ہے، یا تو انسان خود روحانیت کے اس مقام پر فائز ہو کر انبیاے کرام اور اولیاے عظام کی زیارت سے بہرہ ور ہو، یا پھر شریعت و طریقت کے جامع علماے دین کے بیانات کے آگے سر تسلیم خم کر دے، ایسا شخص جسے خود دکھائی نہ دیتا ہو اور بینائی والوں کی بات بھی ماننے کے لیے تیار نہ ہو، اسے کھلی آنکھوں سے نظر آنے والے سورج کے وجود کا بھی قائل نہیں کیا جا سکتا۔

آئیے! دیکھیں کہ مستند علماے امت اس مسئلے میں کیا کہتے ہیں:

حضرت عمرو بن دینار جو کہ جلیل القدر تابعی اور محدثین کرام کے امام ہیں، حضرت ابنِ عباس، ابنِ عمر اور حضرت جابر۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔سے روایت کرتے ہیں، امام شعبہ، سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری جیسے عظیم محدث ان کے شاگرد ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جب گھر میں کوئی شخص نہ

ہو تو کہو: "السلام علی النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ"۔

حضرت ملا علی قاری۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔اس ارشاد کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس لیے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی روحِ انور مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔ (شرح شفا، ج:۳، ص:۴۶۴)

حضرت امام بیہقی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

انبیاے کرام۔علیہم السلام۔کا مختلف اوقات میں متعدد مقامات میں تشریف لے جانا، عقلاً جائز ہے، جیسا کہ اس بارے میں خبر صادق وارد ہے۔ (مرقاۃ المناجیح، ج:۳، ص:۲۴۱)

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کو اختیار ہے کہ ارواح صحابہ کے ساتھ دنیا کے جس حصے میں چاہیں، تشریف لے جائیں۔ (روح البیان، ج:۱۰، ص:۹۹)

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

اہل بدعت وہ، جو کرامات کا انکار کرتے ہیں، تو یہ کچھ بعید نہیں ہے؛ کیوں کہ انھوں نے نہ تو خود اپنی ذات سے کرامات کا صدور دیکھا اور نہ ہی اپنے ان مقتداؤں سے کرامت نام کی کوئی چیز صادر ہوتے دیکھی جن کا گمان یہ ہے کہ ہم بھی کچھ ہیں، اگر چہ یہ لوگ عبادات کے ادا کرنے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہے، چناں چہ ان لوگوں نے اصحاب کرامت اولیاء اللہ پر نکتہ چینی کی، ان کی کھال ادھیڑ دی اور ان کے گوشت چبائے، انھیں جاہل صوفیا کا نام دیا اور انھیں بدعتی سمجھا۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

تعجب تو بعض اہلِ سنت فقہا پر ہے، حضرت ابراہیم بن ادہم کے بارے میں مروی ہے کہ لوگوں نے ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو انھیں بصرہ میں دیکھا اور اسی دن انھیں مکۂ مکرمہ میں دیکھا گیا، ان بعض سنی فقہا نے کہا کہ جو اس کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھے، کافر ہے۔ مگر انصاف تو وہ ہے جو امام نسفی نے بیان کیا، ان سے پوچھا گیا: کہا جاتا ہے کہ کعبہ بعض اولیا کی زیارت کرتا ہے، کیا اس طرح کہنا جائز ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: اہلِ سنت کے نزدیک بطور کرامت خلاف عادت کا واقع ہونا

جائز ہے۔(یعنی اس طرح ایک شخص کا دوجگہ ہونا بھی بطور کرامت جائز ہے۔ ۱۲،شرف قادری)
(شرح مقاصد، ج:۲،ص:۲۰۴)

یہی بات علامہ محمود بن اسرائیل ۔جو ابن قاضی سماونہ سے مشہور ومعروف ہیں۔نے فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں:

ایسا عقیدہ رکھنے والے کو، کافر اور جاہل نہیں کہنا چاہیے؛ کیوں کہ یہ کرامت ہے، معجزہ نہیں ہے، معجزے میں چیلنج ضروری ہوتا ہے، اس جگہ چیلنج نہیں ہے؛ لہٰذا یہ معجزہ بھی نہیں ہے، اہلِ سنت کے نزدیک اولیاے کرام سے کرامت کا صدور ممکن ہے۔(جامع الفصولین، ج:۲،ص:۲۳۲)

حضرت ملاعلی قاری ۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

اولیاے کرام سے بعید نہیں ہے، ان کے لیے زمین سمیٹ دی گئی ہے اور انھیں متعدد اجسام حاصل ہوئے ہیں، لوگوں نے ان اجسام کو ایک آن میں مختلف جگہوں پر پایا ہے۔
(مرقاۃ المصابیح، ج:۴،ص:۱۳۱)

امام علامہ جلال الدین سیوطی ۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے، جس کا نام ہے ”المنجلی فی تطور الولی“(جو کچھ ولی کے مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہونے کے بارے میں ظاہر ہوا)ان کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا کہ دو شخصوں نے اس بات پر طلاق کی قسم کھائی ہے کہ شیخ نے ہمارے پاس رات گزاری ہے، کیا ان دونوں صورتوں میں کسی کی قسم جھوٹی ہوگی؟ اور کیا وہ حانث ہوگا؟

امام نے جواب دیا کہ اس کی چند صورتیں ہیں:

- ان میں سے ہر ایک گواہ قائم کرے۔
- کوئی بھی گواہ پیش نہ کرے۔
- ایک گواہ پیش کرے، دوسرا پیش نہ کرے۔

پہلی دونوں صورتوں میں ظاہر ہے کہ کوئی بھی حانث نہ ہوگا، تیسری صورت میں وہ شخص اختلاف کرے گا جس کا گمان یہ ہے کہ ایک شخص کا ایک وقت میں دوجگہ ہونا ممکن نہیں، بلکہ محال ہے، حالاں کہ یہ محال نہیں ہے، بلکہ اس شخص کا وہم ہے، جلیل القدر ائمۂ کرام نے تصریح کی ہے کہ یہ جائز

اور ممکن ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کے ممکن ہونے پر بڑے بڑے ائمہ نے تصریح کی ہے، ان میں سے چند حضرات یہ ہیں: علامہ علاء الدین قونوی شارح حاوی، شیخ تاج الدین سبکی، کریم الدین آملی خانقاہ صلاحیہ سعید السعداء کے شیخ صفی الدین بن ابو منصور، عبد الغفار بن نوح قوصی صاحب الوحید، عفیف یافعی، شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ، سراج ملقن، برہان ابناسی، شیخ عبد اللہ منوفی اور ان کے شاگرد خلیل مالکی، صاحب المختصر، ابو الفضل محمد بن ابراہیم تلمسانی مالکی اور دوسرے بہت سے علما۔
(الحاوی للفتاویٰ، ج:۱،ص:۲۱۷)

اس کے بعد علامہ سیوطی ۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔نے فرمایا: ائمہ نے اس کی توجیہ میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کا خلاصہ تین چیزیں ہیں:

- ایک شخص متعدد شکلوں اور صورتوں میں ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ جنوں میں ہوتا ہے۔
- زمین اور مسافت سمیٹ دی جاتی ہے اور ایک ہی شخص کو دو افراد، اپنے اپنے گھروں میں دیکھتے ہیں، حالاں کہ وہ ایک ہی جگہ ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ زمین کو سمیٹ دیتا ہے اور ان پردوں کو اٹھا دیتا ہے جو دیکھنے سے مانع ہوتے ہیں، اس طرح گمان کیا جاتا ہے کہ وہ شخص دو جگہوں میں موجود ہے، جب کہ وہ حقیقتاً ایک ہی جگہ ہوتا ہے، معراج والی حدیث اس سلسلے میں بہترین دلیل ہے کہ معراج شریف کی صبح نبی اکرم ﷺ کے سامنے بیت المقدس پیش کیا گیا تھا اور آپ قریش کے سامنے بیت المقدس کا نقشہ بیان فرما رہے تھے۔(سبحان اللہ! زمین سمیٹ دی گئی اور پردے اٹھا دیے گئے۔)
- ولی کا جسم اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ تمام کائنات کو بھر دیتا ہے؛ لہٰذا اسے ہر جگہ دیکھا جاتا ہے، چناں چہ ملک الموت اور منکر نکیر کی بھی یہی شان بیان کی گئی ہے، فرشتہ ایک ہی وقت مشرق ومغرب میں مرنے والوں کی روح قبض کرتا ہے اور ایک ہی وقت میں دفن ہونے والوں سے سوال کرتا ہے۔تینوں جوابوں میں سے یہ بہترین جواب ہے۔(ایضاً، ج:۱،ص:۲۱۸۔۲۱۷)

ابنِ قیم لکھتے ہیں:

اس جگہ اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ جب اجسام ایک جگہ ہوں تو دوسری

جگہ نہیں ہو سکتے، یہی حال روح کا ہے اور یہ محض غلط ہے، بلکہ روح آسمانوں کے اوپر ''اعلیٰ علیین'' میں ہوتی ہے، اسے قبر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، وہ سلام کا جواب دیتی ہے، اور سلام کرنے والے کو جانتی ہے، اس کے باوجود وہ اپنی جگہ پر ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ کی روح انور، رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبر کی طرف لوٹا دیتا ہے، وہ سلام کا جواب دیتی ہے اور سلام کرنے والے شخص کا کلام سنتی ہے۔ (کتاب الروح، ص: ۱۷۳)

حضرتِ امام شعرانی فرماتے ہیں:

معراج کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ ایک جسم (شخص) ایک آن میں دو جگہ حاضر ہو گیا، جیسے نبی اکرم ﷺ نے اولادِ آدم کے نیک بخت افراد میں خود اپنی ذات اقدس کو بھی ملاحظہ فرمایا، جب آپ پہلے آسمان پر حضرت آدم ۔علیہ السلام۔ کے ساتھ جمع ہوئے، جیسا کہ اس سے پہلے گزرا، اسی طرح حضرت آدم و موسیٰ ۔علیہما السلام۔ اور دیگر انبیاے کرام کے ساتھ جمع ہوئے، بے شک وہ انبیاے کرام زمین میں اپنی قبروں میں بھی تشریف فرما تھے اور آسمانوں پر بھی جلوہ افروز تھے، حضور نبی اکرم ﷺ نے مطلقاً فرمایا: ہم نے حضرتِ آدم اور حضرت موسیٰ ۔علیہما السلام۔ کی روح کو دیکھا، پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ ۔علیہ السلام۔ کے ساتھ گفتگو اور مراجعت فرمائی، حالاں کہ وہ بعینہٖ زمین پر اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

پس اے وہ شخص! جو کہتا ہے کہ ایک جسم (شخص) دو مکانوں میں نہیں ہو سکتا، اس حدیث پر تیرا ایمان کس طرح ہو سکتا ہے؟ اگر تو مومن ہے تو تجھے مان لینا چاہیے، اور اگر تو عالم ہے تو اعتراض نہ کر؛ کیوں کہ علم تجھے روکتا ہے، تجھے حقیقت حال کا علم نہیں ہے، حقیقتاً یہ علم اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔

تم یہ تاویل بھی نہیں کر سکتے کہ جو انبیاے کرام زمین میں ہیں، وہ ان انبیاے کرام کے مغایر ہیں، جو آسمان میں ہیں؛ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے مطلقاً فرمایا کہ ہم نے موسیٰ ۔علیہ السلام۔ کو دیکھا، اسی طرح دوسرے انبیاے کرام جنھیں آپ نے آسمانوں میں دیکھا، تو نبی اکرم ﷺ نے جن کو موسیٰ فرمایا، اگر وہ بعینہٖ حضرت موسیٰ ۔علیہ السلام۔ نہ ہوں، تو ان کے متعلق یہ

خبر دینا کہ وہ موسیٰ ہیں، جھوٹ ہوگا۔ (نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلك)

(الیواقیت والجواہر، ج: ۲، ص: ۳۶)

آپ مزید فرماتے ہیں:

پھر معترض اولیاے کرام کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کا منکر ہے، حالاں کہ حضرت قضیب البان ۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔ جن صورتوں سے چاہتے تھے، موصوف ہو کر مختلف مقامات پر ظاہر ہوتے تھے اور جس صورت میں آپ کو پکارا جاتا تھا، جواب دیتے تھے۔۔۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (ایضاً)

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

جسے دیکھا جاتا ہے وہ یا تو حضور نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک ہے، جو تجرد اور تقدس میں تمام روحوں سے زیادہ کامل ہے، اس طرح کہ وہ روحِ مبارک ایسی صورت کے ساتھ متصف اور ظاہر ہوئی جسے اس رویت کے ساتھ دیکھا گیا ہے، جب کہ اس روحِ انور کا تعلق حضور نبی اکرم ﷺ کے اس جسمِ مبارک کے ساتھ بھی برقرار ہے جو قبرِ مبارک میں زندہ ہے، جیسا کہ بعض محققین نے فرمایا ہے: کہ حضرت جبرائیل ۔علیہ السلام۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے حضرتِ دحیہ کلبی ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یا کسی دوسرے شخص کی صورت میں ظاہر ہونے کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ (بیک وقت دونوں جگہ موجود رہتے) یا مثالی جسم نظر آتا ہے جس کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی مجرد اور مقدس روح متعلق ہے، اور کوئی چیز اس امر سے مانع نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے اجسام بے شمار ہو جائیں، اور روحِ مقدس کا ہر ایک کے ساتھ تعلق ہو، اللہ تعالیٰ کی لاکھوں رحمتیں اور تحائف ان میں سے ہر جسم کے لیے، اور یہ تعلق ایسا ہی ہے جیسا ایک روح کا ایک جسم کے اجزا سے ہوتا ہے۔

اس بیان سے اس قول کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے جو شیخ صفی الدین منصور اور شیخ عبد الغفار نے شیخ ابو عباس طنجی سے نقل کیا، اور وہ یہ ہے کہ انھوں نے آسمان، زمین اور عرش و کرسی کو رسول اللہ ﷺ سے بھرا ہوا دیکھا۔

نیز اس بیان سے یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد لوگ ایک ہی وقت میں دور دراز

مقامات پر رسول اللہ ﷺ کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں؟ اس طرح کے ہوتے ہوئے اس جواب کی ضرورت نہیں رہتی، جس کی طرف بعض بزرگوں نے اشارہ کیا ہے، ان سے اس دیدار کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے یہ شعر پڑھا۔ ؎

کالشمس فی کبدالسماء وضؤھا   یغشی البلاد مشارقاً ومغارباً

• حضور نبی اکرم ﷺ آسمان کے وسط میں پائے جانے والے سورج کی طرح ہیں، جس کی روشنی مشرق اور مغرب کے شہروں کو ڈھانپ رہی ہے۔ (روح المعانی، ج:۲۲، ص: ۳۵)

امام ربانی مجددِ الف ثانی شیخ احمد سرہندی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

جب جِنّات کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہو کر عجیب وغریب کام کر لیتے ہیں، اگر کاملین کی روحوں کو یہ قدرت عطا فرمادیں، تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے اور دوسرے بدن کی کیا حاجت ہے؟

اسی سلسلے کی کڑی وہ واقعات ہیں جو بعض اولیاے کرام سے منقول ہیں کہ وہ ایک ہی آن میں متعدد مقامات میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام انجام دیتے ہیں، ان کے لطائف مختلف (مثالی) اجسام کی صورت میں متجسم ہو جاتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔

اسی طرح اس بزرگ کا واقعہ ہے جو ہندوستان کے رہنے والے ہیں، اور کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں گئے، اس کے باوجود ایک جماعت مکۂ مکرمہ سے آتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم نے اس بزرگ کو حرمِ کعبہ میں دیکھا ہے اور ان سے یہ یہ باتیں ہوئی ہیں، ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ ہم نے انھیں روم میں دیکھا ہے، تیسری جماعت نے انھیں بغداد میں دیکھا ہے۔

یہ سب اس بزرگ کے لطائف ہیں، جو مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس بزرگ کو ان تشکلات کی اطلاع نہیں ہوتی۔

اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور وصال یافتہ بزرگوں سے خوف اور ہلاکت کے مقامات میں امداد طلب کرتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتیں حاضر ہوتی ہیں اور ان سے مصیبت دور کرتی ہیں، بعض اوقات ان بزرگوں کو مصیبت دور کرنے کی اطلاع ہوتی ہے اور بعض

اوقات نہیں ہوتی، یہ بھی دراصل ان بزرگوں کے لطائف متشکل ہوتے ہیں، اور یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں۔

چناں چہ ہزار افراد ایک ہی رات خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی مختلف صورتوں میں زیارت کرتے ہیں اور بہت سے فائدے حاصل کرتے ہیں، یہ سب آپ کی صفات اور آپ کے لطائف ہوتے ہیں، جو مثالی صورتوں سے متشکل ہوتے ہیں۔

اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے فوائد حاصل کرتے ہیں اور پیرانِ کرام ان کی مشکلات حل کرتے ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ: ہفتم، ص: ۲۷)

امام علامہ شیخ علی نور الدین حلبی۔مؤلف سیرت حلبیہ۔نے ایک رسالہ لکھا ہے:

''تعریف اہل الاسلام والایمان بان محمدا ﷺ لا یخلو منہ مکان ولا زمان'' (اہل اسلام کو بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ سے کوئی زمانہ اور کوئی جگہ خالی نہیں ہے) ہر جگہ آپ کی جلوہ گری ہے، یہ رسالہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی نے ''جواہر البحار'' کی دوسری جلد میں (ص: ۱۱۱ سے ۱۲۵ تک) نقل کر دیا ہے۔

حضرت مولانا حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔ جو علماے دیوبند کے بھی پیر ومرشد ہیں، فرماتے ہیں:

البتہ قیامت کے وقت تولد کا اعتقاد نہ کرنا چاہیے، اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے، مضائقہ نہیں؛ کیوں کہ عالم خلق، مقید بزمان ومکان ہے، لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے، پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔ (شمائم امدادیہ، ص: ۳)

یاد رہے کہ یہ کتاب مولوی اشرف علی تھانوی کی تصدیق شدہ ہے۔

علامہ سید محمد علوی مالکی مکی اپنی معرکۃ الآرا تصنیف ''الذخائر المحمدیہ'' میں فرماتے ہیں:

حضرت محمد مصطفی ﷺ کی روحانیت ہر مکان میں حاضر ہے، آپ کی روحانیت، خیر اور فضیلت کے مقامات اور محفلوں میں حاضر ہوتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ روح بحیثیت روح، برزخ میں مقید نہیں ہے، بلکہ آزاد ہے اور ملکوت الٰہی میں سیر کرتی ہے، برزخ میں روح کے آزاد ہونے اور سیر کرنے کی دلیل صحیح حدیث میں حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

مومن کی روح ایک پرندے کی طرح ہے جہاں چاہتی ہے سیر کرتی ہے، یہ حدیث امام مالک نے روایت کی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک تمام روحوں سے زیادہ کامل ہے، اس لیے حاضر اور شاہد ہونے میں بھی سب سے زیادہ کامل ہے۔ (الذخائرالمحمدیہ، ص:۲۵۹)

غیرمقلدین کے امام اور ’’صحاح ستہ‘‘ کے مترجم نواب وحیدالزماں کہتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ بیانِ سابق سے وہ شبہ دور ہوجاتا ہے جسے کم فہم لوگ پیش کرتے ہیں کہ صالحین کی قبروں کی زیارت کرکے ان کی روحوں سے فیوض وبرکات، دل کی ٹھنڈک اور انوار کس طرح حاصل کیے جاسکتے ہیں؟ جب کہ ان کی روحیں اعلیٰ علیین میں ہیں؟ جواب یہ ہے کہ روح از قبیل اجسام نہیں ہے، اجسام کی یہ صفت ہے کہ جب وہ ایک مکان میں ہوں، تو دوسرے مکان میں موجود نہیں ہوسکتے (بخلاف روح کے، کہ وہ دومکانوں میں موجود ہوسکتی ہے) اور اگر مان لیا جائے کہ روح ایک ہی مکان میں موجود ہوسکتی ہے، تو اس کی تیز رفتاری کی بنا پر اس کے لیے آسمان کی طرف چڑھنا اور پھر وہاں سے اترنا، اور زائر کی طرف متوجہ ہونا، پلک جھپکنے کی بات ہے۔ (ہدیۃ المہدی، ص:۶۳)

دوسطروں کے بعد انھوں نے تصریح کردی ہے کہ روح، اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، اور ایک وقت میں دوجگہوں پر موجود ہوسکتی ہے۔

’’البریلویۃ‘‘ کے مؤلف کی سخت دلی اور غلط بیانی

گذشتہ صفحات میں قرآن وحدیث اور ارشادات ائمہ کی روشنی میں مسئلۂ حاضر وناظر مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے، اگر زحمت نہ ہو تو ان ائمۂ کرام کے اسماے مبارکہ پر ایک نظر ڈال لیجیے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، امام المحدثین حضرت عمرو بن دینار، امام بیہقی، امام غزالی، امام رازی، امام قرطبی، امام علاء الدین خازن، امام ابن الحاج، امام بدرالدین عینی، امام راغب اصفہانی، علامہ ابنِ حجر عسقلانی، علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی، امام جلال الدین سیوطی، امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت ملا علی قاری، امام عبدالوہاب شعرانی، علامہ سید محمود آلوسی بغدادی، علامہ

اسماعیل حقی، شیخ علی نورالدین حلبی، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، حاجی امداداللہ مہاجر مکی، علامہ شیخ سید محمد علوی مالکی، علامہ عبدالحی فرنگی محلی (رحمہم اللہ تعالیٰ) وغیرہم۔

ایک طرف ان حضرات کے ارشادات پیشِ نظر رکھیے اور دوسری طرف قساوت قلبی کا مظاہرہ بھی دیکھیے! احسان الٰہی ظہیر کہتے ہیں:

یہ عقائد ہیں خرافات اور بدعات میں مبتلا مشرکوں کے، جنھیں پاک وہند کے علاوہ اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں شیطان نے گم راہ اور اغوا کیا ہے۔ (البریلویہ، ص:۱۱۲)

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ غیرمقلدین، بریلویت کی آڑ لے کر دنیا بھر کے مسلمانوں اور ملت اسلامیہ کے مسلم اور مقتدر ائمۂ کرام کو اہل بدعت اور مشرک قرار دیتے ہیں، ان سے کوئی شخص اتنا ہی پوچھ لے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو تو امام تم بھی جانتے اور مانتے ہو، کیا انھیں بھی مشرکین کی فہرست میں شامل کروگے؟ نیز کیا نواب صدیق حسن خاں کو بھی مشرکین کی صف میں کھڑا کروگے، جو یہ کہتے ہیں:

بعض عارفوں نے فرمایا: یہ خطاب (السلام علیك أیھاالنبي) اس بنا پر ہے کہ حقیقتِ محمدیہ موجودات کے ذروں اور افرادِ ممکنات میں جاری وساری ہے، پس آں حضرت ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ (مسک الختام شرح بلوغ المرام، ج:۱، ص:۲۴۴)

نواب وحیدالزماں کے بارے میں کیا کہوگے؟ جو یہ کہتے ہیں:

روح از قبیل اجسام نہیں ہے، اجسام کی یہ صفت ہے کہ جب وہ ایک مکان میں ہوں تو دوسرے مکان میں موجود نہیں ہوسکتے۔ (ہدیۃ المہدی، ص:۶۳)

کیا اس عبارت کا صاف مطلب یہ نہیں کہ روح ایک سے زائد جگہوں پر موجود ہوسکتی ہے؟ ان پر کیا فتویٰ لگاؤگے؟

بریلوی اہلِ سنت کا علامتی نشان

احسان الٰہی ظہیر کے فتووں اور سب وشتم کا تمام تر رخ علماے اہلِ سنت وجماعت کی طرف ہے، البتہ مصلحت کے پیش نظر وہ انھیں بریلوی کا نام دیتے ہیں، درج ذیل سطور میں اہلِ

سنت وجماعت کے ائمۂ کرام کے وہ ارشادات پیش کیے جاتے ہیں، جن کی نسبت ظہیر صاحب نے بریلوی علما کی طرف کی ہے۔ کیا اس بات کا مطلب یہ نہیں کہ ظہیر صاحب اہلِ سنت اور بریلوی کو ایک دوسرے کا مترادف سمجھتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ پاک و ہند میں اہلِ سنت وجماعت کے مخالفین نے انھیں بریلوی کا نام دیا ہے، تاکہ ظاہر ہو کہ یہ نیا فرقہ ہے، اور یہ لوگ آسانی کے ساتھ اہلِ سنت کو گالیاں دے سکیں، اور کوئی شخص ان کے اس ظلم پر گرفت نہ کرے، حالاں کہ بریلوی ہرگز کوئی فرقہ نہیں ہے، بلکہ یہ لوگ پوری استقامت کے ساتھ مسلک اہلِ سنت وجماعت پر قائم ہیں۔

ذیل میں ائمۂ دین کے وہ ارشادات ملاحظہ ہوں جنھیں ظہیر صاحب نے بریلوی کے اقوال قرار دیا ہے۔

(۱) امام علامہ شیخ علی نورالدین حلبی نے ایک رسالہ لکھا ہے، جس کا نام ہے: ”تعریف اهل الإسلام والإیمان با ن محمدا ﷺ لا یخلومنه مکان و لا زمان“۔ اہل اسلام وایمان کو بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے کوئی زمانہ اور کوئی جگہ خالی نہیں ہے، ملاحظہ ہو ”جواہر البحار“ ج:۲،ص ۱۲۵۔۱۱۱۔

(۲) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ عالیہ پر حاضر ہوئے تو انھیں کشف میں حضور سرورِ عالم ﷺ کی زیارت ہوئی، ان کا بیان ہے:

یہاں تک کہ میں خیال کرتا تھا کہ تمام فضا رسول اللہ ﷺ کی روح مقدس سے بھری ہوئی ہے۔ (فیوض الحرمین، ص: ۸۳)

(۳) علامہ سید محمود الوسی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

یا مثالی جسم نظر آتا ہے، جس کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی مجرد اور مقدس روح متعلق ہے، اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بے حد وحساب، مثالی اجسام ہو جائیں۔ (روح المعانی، ج:۲۲،ص:۳۵)

(۴) امام غزالی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کو ارواحِ صحابہ سمیت تمام عالم میں سیر کرنے کا اختیار ہے۔ بہت سے اولیاے کرام نے آپ کی زیارت کی ہے۔ (روح البیان، ج:۱۰،ص:۹۹)

(۵) حضرت ملا علی قاری۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

اولیاے کرام سے بعید نہیں ہے کہ ان کے لیے زمین لپیٹ دی گئی ہے، اور انھیں متعدد (مثالی) اجسام حاصل ہیں، جنھیں ایک آن میں مختلف جگہوں پر پایا گیا ہے۔ (المرقاۃ، ج:۴،ص:۳۱)

(۶) حضرت عمرو بن دینار کا ارشاد ہے:

جب آدمی خالی گھر میں داخل ہو، تو کہے: ”السلام علی النبی“ حضرت ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں: اس لیے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی روح مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔ (شرح شفا، ج:۳،ص:۴۶۴)

(۷) امام علامہ جلال الدین سیوطی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔اپنے رسالۂ مبارکہ ”انباء الاذکیاء“ میں فرماتے ہیں کہ عالم برزخ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی کچھ مصروفیات اس طرح کی ہیں:

اپنی امت کے اعمال ملاحظہ فرماتے ہیں، ان کے گناہوں کے لیے دعاے مغفرت کرتے ہیں، ان کی مصیبتوں کے دور ہونے کی دعا کرتے ہیں، زمین کے اطراف میں برکت عطا کرنے کے لیے تشریف لے جاتے ہیں، امت کے ولی فوت ہونے پر ان کے جنازے پر تشریف لے جاتے ہیں، برزخ میں آپ کی بعض مصروفیات یہ ہیں، جیسا کہ اس سلسلے میں احادیث وآثار وارد ہیں۔ (الحاوی للفتاویٰ، ج:۲،ص:۱۵۳)

(۸) مفسرِ قرآن حضرت علامہ اسماعیل حقی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

آپ ﷺ نے حضرت آدم۔علیہ السلام۔کی پیدائش ملاحظہ فرمائی۔۔۔آپ نے ان کی پیدائش، اعزاز واکرام کا مشاہدہ کیا اور خلاف ورزی کی بنا پر جنت سے نکالا جانا ملاحظہ فرمایا۔ (روح البیان، ج:۲،ص:۱۸)

یہ پوری عبارت گذشتہ صفحات میں پیش کی جا چکی ہے۔

(۹) علامہ سید محمود الوسی بغدادی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد اس امت کے بہت سے کاملین کو بے داری میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، اور انھوں نے آپ سے استفادہ کیا۔

(روح المعانی، ج:۲۲،ص:۳۵)

(۱۰) امام علامہ جلال الدین سیوطی، پھر علامہ سید محمود الوسی اور علامہ عمر بن سعید فوقی طوری فرماتے ہیں:

ان نقول اور احادیث کے مجموعے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے جسم مبارک اور روحِ مبارک کے ساتھ زندہ ہیں، اور اطراف زمین اور ملکوت اعلیٰ میں جہاں چاہتے ہیں تصرف اور سیر فرماتے ہیں۔ (الحاوی للفتاویٰ، ج:۲،ص:۲۶۵۔ و روح المعانی، ج: ۲۲،ص: ۳۷۔ و رماح حزب الرحیم ج:۱،ص:۲۳۰) (پوری عبارت اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ ۱۲۔ شرف قادری)

(۱۱) امام علامہ ابن الحاج، اور امام قسطلانی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ اپنی امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں ان کے امور، نیتوں، عزائم اور خیالات کو جانتے ہیں اور اس سلسلے میں آپ کی حیاتِ مبارکہ اور وصال شریف میں کوئی فرق نہیں۔ (المدخل، ج:۱،ص:۲۵۲۔ و مواہب لدنیہ، ج:۸،ص:۳۴۸)

یہ ہیں وہ اقوال جو احسان الٰہی ظہیر نے اپنی دانست میں اس انداز سے بیان کیے ہیں کہ بریلوی یوں کہتے ہیں، اپنے اماموں سے یوں نقل کرتے ہیں، اپنے جیسے لوگوں سے یوں نقل کرتے ہیں، پھر آخر میں کہا کہ یہ مشرکوں، بدعتیوں اور خرافات میں مبتلا لوگوں کے عقائد ہیں۔

(البریلویہ، ص: ۱۵۲)

اس کا کھلم کھلا مطلب یہ ہے کہ امام غزالی، امام ابن الحاج، امام سیوطی، حضرت ملاعلی قاری، علامہ اسماعیل حقی، علامہ قسطلانی اور علامہ سید محمود الوسی بغدادی، یہ سب جو مسلم امت کے نزدیک مسلّم شخصیات ہیں، سب مشرک اور بدعتی ہیں، بلکہ غیر مقلدین کے نزدیک وہ تمام علما اور ائمہ بدعتی اور مشرک ہیں، جن کے حوالے اس سے پہلے گزر چکے ہیں، سچی بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سوا سب کو مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالك۔

ایک مغالطہ

گذشتہ صفحات میں بیان کیا جاچکا ہے کہ نظریۂ حاضر و ناظر نبی اکرم ﷺ کی بشریت

اور خاص جسمِ اقدس کے اعتبار سے نہیں، بلکہ نورانیت اور روحانیت کے اعتبار سے ہے، احسان الٰہی ظہیر نے اس نکتے کو نہیں سمجھا، اور یہ اعتراض کیا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ حجرۂ شریفہ میں تشریف فرما ہوتے تھے اور صحابۂ کرام مسجد میں آپ کا انتظار کیا کرتے تھے، اسی طرح فلاں جگہ ہوتے تھے اور فلاں جگہ نہیں ہوتے تھے۔ (ایضاً، ص: ۱۱۱)

اسی طرح اس نظریے کو قرآنِ پاک کے مخالف قرار دیتے ہوئے متعدد آیات پیش کی ہیں، مثلاً ارشاد ربانی ہے: ”وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ“۔ (القصص، ۴۶) اور آپ طور کے کنارے پر نہ تھے۔

اور یہ نہ سمجھا کہ یہ سب کچھ خاص جسمِ اقدس کے اعتبار سے تھا، ورنہ آپ کی روحانیت ہر جگہ جلوہ گر ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی بحث تکوین میں فرماتے ہیں:

صاحبِ عقل کو چاہیے کہ ایسے مسائل میں غور کرے اور راسخ العلم علماے اصول کی طرف ایسی بات منسوب نہ کرے، جس کا محال ہونا بدیہی، اور معمولی عقل و شعور رکھنے والے پر ظاہر ہو، بلکہ ان کے کلام کا ایسا محمل تلاش کرے، جس میں علما اور عقلا کے اختلاف کی گنجائش ہو۔

(شرح عقائد، ص:۴۵)

مشہور مفسر علامہ احمد بن محمد صاوی اسی آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

یہ دشمن پر حجت قائم کرنے کے لیے عالم جسمانی کے پیش نظر ہے، روحانی عالم کے اعتبار سے تو آپ ہر رسول کی رسالت کے لیے، اور جو کچھ حضرت آدم۔ علیہ السلام۔ سے لے کر آپ کے جسم شریف کے ظاہر ہونے تک واقع ہوا، سب کے لیے حاضر ہیں، لیکن اہلِ عناد سے یہ بات نہیں کہی جائے گی۔ (الصاوی علی الجلالین، ج:۳،ص:۲۰۶)

امام احمد رضا سنی حنفی بریلوی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ فرماتے ہیں:

جو شخص ایسے مسئلے کو، جو قرآن و حدیث صحیح و ارشادات علما سے ثابت ہے، کفر کہے، وہ اپنے اسلام کی خبر لے۔ (فتویٰ نادرہ، ص:۱۶)

اختلاف کی بنیاد

عوام وخواص ''التحیات'' میں صیغۂ خطاب کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے ہیں، نماز کے علاوہ مصائب کے وقت، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وسیلہ پیش کرنے کے لیے ''یارسول اللہ'' کہتے ہیں، مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے اس پر سخت رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

اور مشکل کے وقت پکارنا، اور ہر جگہ حاضروناظر سمجھنا، اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی، سو، ان باتوں سے شرک ثابت ہوجاتا ہے، گو کہ پھر اس کو اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اس کا بندہ۔ (تقویۃ الایمان، ص:۸)

علماے اہلِ سنت نے اس کا رد کیا اور بتایا کہ عامۃ المسلمین کا مقصد کیا ہے، اس پر قرآن وحدیث اور سلفِ صالحین ائمہ کے ارشادات سے دلائل پیش کیے، جن میں کچھ دلائل گذشتہ صفحات میں پیش کیے گئے ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ انھیں بہترین جزا عطا فرمائے۔

آخر میں جمعیت علماے اسلام کے جنرل سیکرٹری، مولانا فضل الرحمٰن کا بیان بھی ملاحظہ ہو، موصوف دیوبندی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، تاہم انھوں نے زیر بحث مسئلے کے متعلق بڑی معقول اور فیصلہ کن بات کہی ہے۔۔۔ انھوں نے ایک انٹرویو میں کہا:

اگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا نور سمجھ کر ہر جگہ سمجھا جائے، تو کوئی جھگڑا نہیں، اور جسم مبارک کو ہر جگہ جانا جائے، تو یہ مسئلہ علماے بریلی بھی بیان نہیں کرتے، تو پھر جھگڑا کس بات پر ہے۔

(پندرہ روزہ: نداے اہل سنت، شمارہ ۱۶ تا ۳۰ جون، ص:۵)

سچی بات یہ ہے کہ اگر اسی انصاف اور دیانت سے کام لیا جائے، تو اہلِ سنت وجماعت کے تمام عقائد اور معمولات پر اتفاق ہوسکتا ہے۔

''وماذلك على الله بعزيز''

مآخذ ومراجع

باعتبارِ حروفِ تہجی

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ آب حیات: محمد قاسم نانوتوی، موت: ۱۸۸۰ء، مطبوعہ: مکتبۂ مجتبائی، پاکستان

۳۔ الابریز: شیخ احمد بن مبارک، وفات: ۱۱۵۶ھ، مطبوعہ: مصر

۴۔ الآثار المرفوعہ: علامہ عبدالحی فرنگی محلی، وفات: ۱۳۰۴ھ، مطبوعہ: مکتبۂ قدوسیہ، لاہور

۵۔ احیاء علوم الدین: امام محمد غزالی، وفات: ۵۰۵ھ، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت

۶۔ ادلۃ اہل السنۃ والجماعہ: سید یوسف رفاعی، مطبوعہ: کویت

۷۔ الاذکار: امام یحییٰ بن شرف نووی، وفات: ۶۷۶ھ، مطبوعہ: مصطفیٰ البابی، مصر

۸۔ ارشاد الساری: امام احمد قسطلانی، وفات: ۹۲۳ھ، مطبوعہ: بیروت

۹۔ الاستیعاب: امام ابنِ عبدالبر نمری، وفات: ۴۶۳ھ، مطبوعہ: دار صادر، بیروت

۱۰۔ الاسلام فی عصر العلم: علامہ محمد فرید وجدی، وفات: ۱۹۵۴ء، مطبوعہ: بیروت

۱۱۔ اشعۃ اللمعات: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، وفات: ۱۰۵۲ھ، مطبوعہ: سکھر، پاکستان

۱۲۔ اطیب النغم: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، وفات: ۱۱۷۶ھ، مطبوعہ: مجتبائی، لاہور

۱۳۔ اقتضاء الصراط المستقیم: علامہ ابنِ تیمیۃ حرانی، وفات: ۷۲۸ھ، مطبوعہ: مکتبۂ سلفیہ، لاہور

۱۴۔ اقوال الاکابر فی مسئلۃ الحاضر والناظر: مفتی محمد امین، مطبوعہ: مکتبۂ سلطانیہ، محمد پورہ، فیصل آباد

۱۵۔ الامن والعلیٰ: امام احمد رضا بریلوی، وفات: ۱۳۴۰ھ، مطبوعہ: لاہور

۱۶۔ الانتباہ: شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی، وفات: ۱۱۷۶ھ، مطبوعہ: کتب خانہ علویہ رضویہ، فیصل آباد

۱۷۔ انفاس العارفین: شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی، وفات: ۱۱۷۶ھ، مطبوعہ: ملتان

۱۸۔ انوار الانتباہ: امام احمد رضا بریلوی، وفات: ۱۳۴۰ھ، مطبوعہ: مکتبۂ نوریہ رضویہ، گوجرانوالہ

۱۹۔ الانوار فی مولد النبی محمد: ابوالحسن بکری، وفات: ۹۵۲ھ، مطبوعہ: نجف اشرف

۲۰۔ انوار الحق، عربی: علامہ مقصود محمد سالم، وفات: ۱۳۹۷ھ

۲۱۔ انموذج اللبیب: امام عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، وفات: ۹۱۱ھ، مطبوعہ: الکتاب، لاہور
۲۲۔ البدایہ والنہایہ: حافظ ابنِ کثیر، ۷۷۴ھ، مطبوعہ: مکتبۃ المعارف، بیروت
۲۳۔ برکات الامداد: امام احمد رضا بریلوی، وفات: ۱۳۴۰ھ، مطبوعہ: رضوی کتب خانہ، بریلی، ہند
۲۴۔ البریلویہ: احسان الٰہی ظہیر، موت: ۱۴۰۷ھ، مطبوعہ: لاہور
۲۵۔ براہین قاطعہ: خلیل احمد انبیٹھوی، موت: ۱۹۲۷ء، مطبوعہ: دیوبند، ھند
۲۶۔ بستان المحدثین: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، وفات: ۱۲۳۹ھ، مطبوعہ: ایچ، ایم، کمیٹی، کراچی
۲۷۔ البشریۃ والرسالہ: محمد انور جیلانی، مطبوعہ: پاکستان
۲۸۔ بغیۃ الرائد فی شرح العقائد: نواب صدیق حسن خان، موت: ۱۸۹۰ء، مطبوعہ: گوجرانوالہ
۲۹۔ بہجۃ الاسرار: شیخ ابوالحسن علی شطنوفی، وفات: ۷۱۳ھ، مطبوعہ: مصطفی البابی، مصر
۳۰۔ تاریخ الخمیس: علامہ حسین دیار بکری، وفات: ۹۶۶ھ، مطبوعہ: موسسۃ الشعبان، بیروت
۳۱۔ تاریخ دعوت وعزیمت: ابوالحسن علی ندوی، موت: ۱۹۹۹ء، مطبوعہ: کراچی
۳۲۔ تحفۂ اثناعشریہ، فارسی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، وفات: ۱۲۳۹ھ، مطبوعہ: لاہور
۳۳ تحفۃ الاحوذی: محمد عبدالرحمن مبارک پوری، موت: ۱۳۵۲ھ، مطبوعہ: پاکستان
۳۴۔ تذکرۃ الاولیاء: شیخ فریدالدین عطار، وفات: ۶۱۸ھ، مطبوعہ: اسلامیہ، لاہور
۳۵۔ تذکرۃ الرشید: محمد عاشق الٰہی میرٹھی، موت: ۲۰۰۱ء، مطبوعہ: مکتبۃ العلوم، کراچی
۳۶۔ التذکرۃ: امام محمد قرطبی، وفات: ۶۷۱ھ، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ
۳۷۔ تحذیر الناس: محمد قاسم نانوتوی، موت: ۱۸۸۰ء مطبوعہ: مکتبۂ امدادیہ، دیوبند
۳۸۔ تعریف اہل الاسلام والایمان: علی نورالدین حلبی، وفات: ۱۰۴۴ھ، مطبوعہ: جواہر البحار
۳۹۔ تسکین الخواطر: علامہ احمد سعید کاظمی، وفات: ۱۹۸۶ء، مطبوعہ: مکتبۂ حامدیہ، لاہور
۴۰۔ تفسیر ابوسعود: امام محمد عمادی، وفات: ۹۸۲ھ، مطبوعہ: بیروت
۴۱۔ تفسیر ابن کثیر: اسماعیل بن کثیر قرشی، وفات: ۷۷۴ھ، مطبوعہ: دارالکتب العربیہ، مصر
۴۲۔ تفسیر بیضاوی: عبداللہ بن عمر بیضاوی، وفات: ۶۸۵ھ، مطبوعہ: دیوبند، ہند
۴۳۔ تفسیر جلالین: امام عبدالرحمن سیوطی، وفات: ۹۱۱ھ، مطبوعہ: اصح المطابع، دہلی

۴۴۔ تفسیر عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، وفات: ۱۲۳۹ھ، مطبوعہ: افغانی دارالکتب، دہلی
۴۵۔ تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، وفات: ۱۲۳۹ھ، مطبوعہ: مسلم بک ڈپو، دہلی
۴۶۔ تفسیر فتح القدیر: محمد بن علی شوکانی، موت: ۱۲۵۰ھ، مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت
۴۷۔ تفسیر کبیر: امام محمد بن عمر رازی، وفات: ۶۰۶ھ، مطبوعہ: مصر
۴۸۔ تفسیر لباب التاویل (تفسیر خازن): علامہ علی بن محمد بغدادی، وفات: ۷۴۵ھ، مطبوعہ: مصطفی البابی، مصر
۴۹۔ تفسیر مظہری: قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، موت: ۱۲۲۵ھ، مطبوعہ: ندوۃ المصنفین، دہلی
۵۰۔ تفسیر نسفی: امام عبداللہ بن احمد نسفی، وفات: ۷۱۰ھ، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت
۵۱۔ تفہیمات: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، وفات: ۱۱۷۶ھ، مطبوعہ: حیدرآباد، ہندوسندھ، پاکستان
۵۲۔ تقویۃ الایمان: محمد اسماعیل دہلوی، مقتول: ۱۸۳۱ھ، مطبوعہ: فاروقی، دہلی
۵۳۔ التلخیص علی ہامش المستدرک: امام ذہبی، وفات: ۷۴۸ھ، مطبوعہ: بیروت
۵۴۔ تنویر الحلک فی رؤیۃ النبی والملک: امام عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، وفات: ۹۱۱ھ، مطبوعہ: بیروت
۵۵۔ تنویر المقیاس: امام محمد فیروزآبادی، وفات: ۱۴۱۴ھ، مطبوعہ: مصطفی البابی، مصر
۵۶۔ تیسیر القاری: علامہ نورالحق دہلوی، مطبوعہ: علوی، لکھنؤ
۵۷۔ الجامع لاحکام القرآن: امام محمد بن احمد قرطبی، وفات: ۶۷۱ھ، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت
۵۸۔ جامع البیان: امام محمد بن جریر طبری، وفات: ۳۱۰ھ، مطبوعہ: میمنیہ، مصر
۵۹۔ جامع الفصولین: علامہ محمود بن اسرائیل، وفات: ۸۲۳ھ، مطبوعہ: مصر
۶۰۔ جلاء الافہام: علامہ ابنِ قیم جوزی، وفات: ۷۵۱ھ، مطبوعہ: نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۶۱۔ جمع الوسائل: امام علی بن سلطان محمد قاری، وفات: ۱۰۱۴ھ، مطبوعہ: کراتشی
۶۲۔ جواہر البحار: علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، وفات: ۱۳۵۰ھ، مطبوعہ: مصطفی البابی، مصر
۶۳۔ جواہر خمسہ: شاہ محمد غوث گوالیاری، وفات: ۹۷۰ھ، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی
۶۴۔ الجوہر المنظم: علامہ احمد بن حجر مکی، وفات: ۹۷۳ھ، مطبوعہ: مکتبۂ قادریہ، لاہور
۶۵۔ کشانی: محمود بن عمر زمخشری جاراللہ، وفات: ۵۳۸ھ، مطبوعہ: تہران
۶۶۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی: علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، وفات: ۱۰۶۷ھ، مطبوعہ: کوئٹہ

۶۷۔ حاشیہ علی ملاجلال: علامہ سید زاہد ہروی، مطبوعہ: یوسفی لکھنؤ

۶۸۔ حاشیۃ اللمعات: محمد نورالحق علوی، مطبوعہ: حیدرآباد و سندھ

۶۹۔ الحاوی للفتاویٰ: امام عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی، وفات: ۹۱۱ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۷۰۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، وفات: ۱۳۴۰ھ، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۷۱۔ الحدیقۃ الندیہ: امام عبدالغنی نابلسی، وفات: ۱۱۴۳ھ، مطبوعہ: مکتبۂ نوریہ، فیصل آباد

۷۲۔ الحصن الحصین: امام محمد بن محمد جزری، وفات: ۸۳۳ھ، مطبوعہ: مصطفی البابی، مصر

۷۳۔ حفظ الایمان: محمد اشرف علی تھانوی، موت: ۱۹۴۳ء، مطبوعہ: دیوبند

۷۴۔ حلیۃ الاولیاء: امام احمد اصبہانی، وفات: ۴۳۰ھ، مطبوعہ: بیروت

۷۵۔ حیات اعلیٰ حضرت: علامہ محمد ظفرالدین، وفات: ۱۳۸۲ھ، مطبوعہ: مکتبۂ رضویہ کراچی

۷۶۔ حیات النبی: علامہ احمد سعید کاظمی، وفات: ۱۹۸۶ء، مطبوعہ: مکتبۂ فریدیہ، ساہیوال

۷۷۔ خالص الاعتقاد: امام احمد رضا بریلوی، وفات: ۱۳۴۰ھ، مطبوعہ: لاہور

۷۸۔ الخصائص الصغریٰ: امام عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، وفات: ۹۱۱ھ، مطبوعہ: فیصل آباد، لاہور

۷۹۔ الخصائص الکبریٰ: امام ابن ابوبکر سیوطی، وفات: ۹۱۱ھ، مطبوعہ: مکتبۂ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، پاکستان

۸۰۔ الدرالمختار: امام علاء الدین حصکفی، وفات: ۱۰۸۸ھ، مطبوعہ: دہلی

۸۱۔ دستورالعلماء: قاضی عبدالنبی احمد نکری، مطبوعہ: بیروت

۸۲۔ دلائل النبوۃ: حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی، ۴۳۰ھ، مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت

۸۳۔ الدولۃ المکیہ: امام احمد رضا بریلوی، وفات: ۱۳۴۰ھ، مطبوعہ: کراچی

۸۴۔ الذخائر المحمدیہ: علامہ محمد بن علوی مالکی، وفات: ۱۴۲۵ھ، مطبوعہ: حسان، قاہرہ

۸۵۔ الرد المحکم المنیع: سید یوسف سید ہاشم رفاعی، مطبوعہ: کویت

۸۶۔ ردالمحتار: علامہ ابن عابدین شامی، وفات: ۱۲۵۲ھ، مطبوعہ: احیاء التراث العربی، بیروت

۸۷۔ رسائل ابن عابدین: سید محمد امین شامی، وفات: ۱۲۵۲ھ، مطبوعہ: لاہور

۸۸۔ الرسالۃ القشیریہ: امام عبدالکریم قشیری، وفات: ۴۶۵ھ، مطبوعہ: المصطفی البابی، مصر

۸۹۔ رسول اللہ فی القرآن الکریم: حسن کامل ملطاوی، مطبوعہ: مصر

۹۰۔ روح البیان: علامہ اسماعیل حقی، وفات: ۱۱۳۷ھ، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۹۱۔ روح المعانی: سید محمود آلوسی، وفات: ۱۲۷۰ھ، مطبوعہ: بیروت

۹۲۔ الروض الانف: علامہ عبدالرحمن سہیلی، وفات: ۵۸۱ھ، مطبوعہ: مکتبۂ فاروقیہ، ملتان

۹۳۔ رماح حزب الرحیم: علامہ عمر فوتی، وفات: ۱۲۸۲ھ، مطبوعہ: بیروت

۹۴۔ زادالمعاد: علامہ ابن قیم جوزی، وفات: ۷۵۱ھ، مطبوعہ: مصطفی البابی، مصر، الطبعۃ الثانیہ

۹۵۔ زبدۃ الاسرار: احمد بن محمد بن سیراسی، وفات: ۱۰۰۶ھ، مطبوعہ: بلسنگ کمپنی ممبئی

۹۶۔ الزبدۃ العمدۃ: امام علی قاری، وفات: ۱۰۱۴ھ، مطبوعہ: سندھ، پاکستان

۹۷۔ زرقانی علی المؤطا: علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی، وفات: ۱۱۲۲ھ، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریۃ، مصر

۹۸۔ سبل الہدیٰ والرشاد: علامہ محمد بن یوسف شامی، وفات: ۹۴۲ھ، مطبوعہ: مصر

۹۹۔ سرالاسرار: امام سید عبدالقادر جیلانی، وفات: ۵۶۱ھ، مطبوعہ: لاہور

۱۰۰۔ السراج المنیر: علامہ احمد عبدالجواد دمشقی، وفات: ۱۲۳۶ھ، مطبوعہ: دمشق

۱۰۱۔ السعایہ فی کشف شرح الوقایہ: علامہ محمد عبدالحی فرنگی محلی، وفات: ۱۳۰۴ھ، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور

۱۰۲۔ السیرۃ الحلبیۃ: امام علی حلبی، وفات: ۱۰۴۴ھ، مطبوعہ: مکتبۂ اسلامیہ، بیروت

۱۰۳۔ السیرۃ النبویہ مع الروض الانف: امام عبدالملک بن ہشام، وفات: ۵۸۱ھ، مطبوعہ: مکتبۂ فاروقیہ، ملتان

۱۰۴۔ سنن ابن ماجہ: امام محمد بن یزید بن ماجہ، وفات: ۲۷۳ھ، مطبوعہ: نور محمد، کراچی

۱۰۵۔ سنن الدارمی: امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، وفات: ۲۵۵ھ، مطبوعہ: دارالمحاسن، قاہرہ

۱۰۶۔ الشاہد: بحرالعلوم حضرت عبدالمنان اعظمی مصباحی، وفات: ۱۴۳۴ھ، مطبوعہ: حق اکیڈمی، مبارک پور، ہند

۱۰۷۔ شرح جامی: علامہ عبدالرحمن جامی، وفات: ۸۹۸ھ، مطبوعہ: یوسفی لکھنؤ

۱۰۸۔ شرح الشفاء: امام علی بن سلطان محمد قاری، وفات: ۱۰۱۴ھ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت

۱۰۹۔ شرح الشمائل: علامہ عبدالرؤف مناوی، وفات: ۱۰۳۱ھ، مطبوعہ: مصطفی البابی

۱۱۰۔ شرح العقائد: علامہ مسعود بن عمر تفتازانی، وفات: ۷۹۳ھ، مطبوعہ: شرکۃ الاسلام لکھنو، ہند

۱۱۱۔ شرح الفقہ الاکبر: علامہ علی قاری، وفات: ۱۰۱۴ھ، مطبوعہ: مصطفی البابی، مصر

۱۱۲۔ شرح مسلم: امام یحییٰ بن شرف نووی، ۶۷۶ھ، مطبوعہ: رشیدیہ، کراچی

۱۱۳۔ شرح مسندالامام الاعظم: علامہ علی قاری، وفات: ۱۰۱۴ھ، مطبوعہ: مجتبائی، دہلی

۱۱۴۔ شرح المقاصد: علامہ مسعود بن عمر تفتازانی، وفات: ۷۷۳ھ، مطبوعہ: مکتبۂ مدینہ، لاہور

۱۱۵۔ شرح المواقف: سید علی بن محمد جرجانی، وفات: ۸۱۶ھ، مطبوعہ: ایران

۱۱۶۔ شرح مواہب لدنیۃ: علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی، وفات: ۱۱۲۲ھ، مطبوعہ: عامرہ ۱۲۹۲ھ، مصر

۱۱۷۔ شرح نخبۃ الفکر: علامہ احمد بن حجر عسقلانی، وفات: ۸۵۲ھ، مطبوعہ: ملتانی

۱۱۸۔ شرف النبی: امام ابوسعید عبدالملک، وفات: ۴۰۷ھ، مطبوعہ: تہران

۱۱۹۔ الشفاء: امام قاضی عیاض مالکی، وفات: ۵۴۴ھ، مطبوعہ: فاروقی کتب خانہ، ملتان

۱۲۰۔ شفاء السقام: امام تقی الدین سبکی، وفات: ۷۵۶ھ، مطبوعہ: مکتبۂ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

۱۲۱۔ شمائم امدادیہ: شیخ محمد امداد اللہ مہاجر مکی، وفات: ۸۹۶ھ، مطبوعہ: قومی پریس لکھنؤ

۱۲۲۔ شواہد الحق: علامہ یوسف نبہانی، وفات: ۱۳۵۰ھ، مطبوعہ: مصطفی البابی، مصر

۱۲۳۔ الصارم المسلول: علامہ ابنِ تیمیہ، وفات: ۷۲۸ھ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت

۱۲۴۔ الصاوی علی الجلالین: علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، وفات: ۱۲۴۱ھ، مطبوعہ: مصطفی البابی، مصر

۱۲۵۔ صحیح بخاری: امام محمد بن اسماعیل بخاری، وفات: ۲۵۶ھ، مطبوعہ: نور محمد، کراچی

۱۲۶۔ صحیح مسلم: امام مسلم بن حجاج قشیری، وفات: ۲۶۱ھ، مطبوعہ: مکتبۂ رشیدیہ، دہلی وکراچی

۱۲۷۔ صراط مستقیم: محمد اسماعیل دہلوی، مقتول: ۱۸۳۱ء، مطبوعہ: لاہور

۱۲۸۔ ضمان التکمیل فی زمان التکمیل: محمد اشرف علی تھانوی، موت: ۱۹۴۳ء، مطبوعہ: مجتبائی، دہلی

۱۲۹۔ الصواعق المحرقۃ: علامہ احمد ابنِ حجر مکی، وفات: ۹۷۳ھ، مطبوعہ: المکتبۃ القاہرہ مصر

۱۳۰۔ الطبقات: امام ابنِ سعد، وفات: ۲۳۰ھ، مطبوعہ: دارصادر، بیروت

۱۳۱۔ طریق الہجرتین: علامہ ابنِ قیم جوزی، وفات: ۷۵۱ھ، مطبوعہ: قطر

۱۳۲۔ عرائش البیان: علامہ روزبہان، مطبوعہ: نورکشور لکھنؤ

۱۳۳۔ عرف الشذی: محمد انورشاہ کشمیری، وفات: ۱۳۵۲ھ، مطبوعہ: مکتبۃ الرحیمیہ، دیوبند

۱۳۴۔ عصیدۃ الشہدۃ: علامہ عمر خرپوطی، مطبوعہ: کراچی

۱۳۵۔ عمدۃ القاری: علامہ محمود بن احمد عینی، وفات: ۸۵۵ھ، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۱۳۶۔ عنایۃ القاضی: امام احمد خفاجی، ۱۰۶۹ھ، مطبوعہ: بیروت

۱۳۷۔ غایۃ المامول: سید احمد برزنجی، وفات: ۱۳۳۴ھ، مطبوعہ: لاہور

۱۳۸۔ غرائب القرآن: امام نظام الدین حسن، وفات: ۷۲۸ھ، مطبوعہ: مصر

۱۳۹۔ الفتاویٰ الحدیثیہ: امام احمد بن حجر مکی، وفات: ۹۷۳ھ، مطبوعہ: مصر

۱۴۰۔ الفتاویٰ الخیریہ: علامہ خیر الدین رملی، وفات: ۱۰۸۹ھ، مطبوعہ: حاجی عبدالغفار، قندھار

۱۴۱۔ فتاویٰ رشیدیہ: رشید احمد گنگوہی، موت: ۱۹۰۵ء، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۱۴۲۔ فتاویٰ الرضویہ (ج: ۲): امام احمد رضا بریلوی، وفات: ۱۳۴۰ھ، مطبوعہ: میرٹھ، ہند

۱۴۳۔ فتاویٰ الرضویہ (ج: ۴): امام احمد رضا بریلوی، وفات: ۱۳۴۰ھ، مطبوعہ: سنی دارالاشاعت، مبارک پور، ہند

۱۴۴۔ فتاویٰ الرضویہ (ج: ۶): امام احمد رضا بریلوی، وفات: ۱۳۴۰ھ، مطبوعہ: سنی دارالاشاعت، مبارک پور، ہند

۱۴۵۔ الفتوحات الاحمدیہ: علامہ سلیمان جمل، وفات: ۱۲۴۹ھ، مطبوعہ: المکتبۃ التجاریہ، قاہرہ، مصر

۱۴۶۔ فتوح الشام: محمد بن عمر واقدی، وفات: ۲۰۷ھ، مطبوعہ: مصطفی البابی، مصر

۱۴۷۔ فتوح الغیب: امام عبدالقادر جیلانی، وفات: ۵۶۱ھ، مطبوعہ: مصر

۱۴۸۔ فتویٰ نادرہ: امام احمد رضا بریلوی، وفات: ۱۳۴۰ھ، مطبوعہ: غوثیہ کتب خانہ، لاہور

۱۴۹۔ فتح الباری: امام احمد بن حجر عسقلانی، وفات: ۸۵۲ھ، مطبوعہ: بیروت

۱۵۰۔ فردوس الاخبار: حافظ شیرویہ دیلمی، وفات: ۵۰۹ھ، مطبوعہ: بیروت

۱۵۱۔ فقہ السیرۃ: ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی، وفات: ۲۰۱۳ء، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت

۱۵۲۔ فیض الباری: محمد انورشاہ کشمیری، موت: ۱۳۵۲ھ، مطبوعہ: حجازی، قاہرہ

۱۵۳۔ فیض القدیر شرح جامع صغیر: امام محمد عبدالرؤف مناوی، وفات: ۱۰۳۱ھ، مطبوعہ: مصر

۱۵۴۔ فیوض الحرمین: شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی، وفات: ۱۱۷۶ھ، مطبوعہ: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۱۵۵۔ القصائد القاسمیہ: محمد قاسم نانوتوی، موت: ۱۸۸۰ء، مطبوعہ: مکتبۂ قاسمیہ، ملتان

۱۵۶۔ القصیدۃ النعمانیۃ مع الخیرات الحسان: امام ابوحنیفۃ، وفات: ۱۵۰ھ، مطبوعہ: مکتبۂ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

۱۵۷۔ قلائد الجواہر: علامہ محمد بن یحییٰ تاذفی، مطبوعہ: مصطفی البابی، مصر

۱۵۸۔ القول الجمیل: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، وفات: ۱۱۷۶ھ، مطبوعہ: کراتشی

۱۵۹۔ القول السدید فی تحقیق معنی الشاہد والشہید: عطامحمد چشتی گولڑوی ملک المدرسین، وفات: ۱۴۱۹ھ

۱۶۰۔ الکامل: امام ابنِ اثیر، وفات: ۶۳۰ھ، مطبوعہ: دارصادر، بیروت

۱۶۱۔ کتاب التاریخ الکبیر: امام محمد بخاری، وفات: ۲۵۶ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۱۶۲۔ کتاب الجرح والتعدیل: امام عبدالرحمن، وفات: ۳۲۷ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۱۶۳۔ کتاب الروح: علامہ ابنِ قیم جوزی، وفات: ۷۵۱ھ، مطبوعہ: حیدرآباد، دکن، ہند

۱۶۴۔ الکشاف: محمد بن عمر جاراللہ زمخشری، وفات: ۵۳۸ھ، مطبوعہ: تہران

۱۶۵۔ کشف الخفاء ومزیل الالباس، شیخ اسماعیل عجلونی، وفات: ۱۱۶۲ھ، مطبوعہ: مکتبۂ غزالی، بیروت

۱۶۶۔ کلیات اقبال: ڈاکٹر اقبال، وفات: ۱۹۳۸ء، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

۱۶۷۔ کنز العمال: امام علی متقی برہان پوری، وفات: ۹۷۵ھ، مطبوعہ: مکتبۃ التراث الاسلامی، حلب

۱۶۸۔ مجاہدملت کا حرف حقانیت: مولانا عاشق علی حبیبی، مطبوعہ: مکتبۃ الحبیب، الہ آباد

۱۶۹۔ مجمع بحارالانوار: علامہ محمد طاہر فتنی، وفات: ۹۸۶ھ، مطبوعہ: لکھنؤ

۱۷۰۔ مجموعۃ الرسائل: امام احمد رضا بریلوی، وفات: ۱۳۴۰ھ، مطبوعہ: رضافاؤنڈیشن، لاہور

۱۷۱۔ المجموعۃ النبہانیہ: علامہ یوسف نبہانی، وفات: ۱۳۵۰ھ، مطبوعہ: دارالمعرفۃ، بیروت

۱۷۲۔ مختصرالدسوقی علی المختصر: علی اقشہری، مطبوعہ: ایران، ۱۲۸۸ھ

۱۷۳۔ مختصر سیرۃ الرسول: عبداللہ بن محمد، وفات: ۱۸۲۸ء، مطبوعہ: مکتبۂ سلفیہ، لاہور

۱۷۴۔ مدارج النبوۃ: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، وفات: ۱۰۵۲ھ، مطبوعہ: مکتبۂ نوریہ رضویہ، سکھر

۱۷۵۔ المدخل: امام ابن الحاج، وفات: ۷۳۷ھ، مطبوعہ: دارالکتب العربی، بیروت

۱۷۶۔ مرصادالعباد: علامہ نجم الدین رازی، وفات: ۶۵۴ھ، مطبوعہ: ایران

۱۷۷۔ مرقاۃ المفاتیح: امام علی قاری، وفات: ۱۰۱۴ھ، مطبوعہ: مکتبۂ امدادیہ، ملتان

۱۷۸۔ المستدرک: امام حاکم نیشاپوری، وفات: ۴۰۳ھ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت

۱۷۹۔ مسک الختام: نواب صدیق حسن، موت: ۱۳۰۷ھ، مطبوعہ: نظامی، کان پور، ہند

۱۸۰۔ مسندامام احمد بن حنبل، وفات: ۲۴۱ھ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت

۱۸۱۔ مشاق الانوار: علامہ حسن عدوی، وفات: ۶۵۰ھ، مطبوعہ: المطبعۃ الاشرفیہ، مصر

۱۸۲۔ مشکاۃ المصابیح: امام ولی الدین محمد بن عبداللہ، وفات: ۷۴۱ھ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی

۱۸۳۔ مصنف عبدالرزاق: امام عبدالرزاق، وفات: ۲۱۱ھ، مطبوعہ: بیروت

۱۸۴۔ المصنف: حافظ ابنِ ابوشیبہ، وفات: ۲۳۵ھ، مطبوعہ: ادارۃ القرآن، کراچی

۱۸۵۔ مطالع المسرات: علامہ محمد مہدی فاسی، وفات: ۱۰۵۴ھ، مطبوعہ: المطبعۃ التازیہ، مصر

۱۸۶۔ المطول: علامہ مسعود بن عمر تفتازانی، وفات: ۷۹۳ھ، مطبوعہ: کتب خانہ رشیدیہ، دہلی

۱۸۷۔ معالم التنزیل: حسین فرابغوی، وفات: ۵۱۶ھ، مطبوعہ: التقدیم العلمیہ مصر

۱۸۸۔ مفاہیم یجب ان تصحح: علامہ سید محمد بن علوی مالکی، وفات: ۱۴۲۵ھ، مطبوعہ: دوبئی

۱۸۹۔ المفردات: امام حسین بن محمد اصفہانی، وفات: ۵۰۲ھ، مطبوعہ: نورمحمد، کراچی

۱۹۰۔ مقامِ رسول: محمد منظور احمد فیضی، وفات: ۱۴۲۷ھ، مطبوعہ: مکتبۂ محمدیہ، احمد پور

۱۹۱۔ مقالات یوم رضا: شیخ عبدالنبی کوکب، وفات: ۱۹۷۸ء، مطبوعہ: لاہور

۱۹۲۔ مکتوبات امام ربانی، فارسی: حضرت مجدد الف ثانی، وفات: ۱۰۳۴ھ مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ، کراچی، ترکی

۱۹۳۔ المکتوبات: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، وفات: ۱۰۵۲ھ، مطبوعہ: سکھر

۱۹۴۔ المنجلی فی تطورالولی: علامہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، وفات: ۹۱۱ھ، مطبوعہ: بیروت

۱۹۵۔ المنقذ من الضلال: امام محمد غزالی، وفات: ۵۰۵ھ، مطبوعہ: ترکی

۱۹۶۔ المورد الروی فی المولد النبوی: تحقیق محمد بن علوی مالکی: وفات: ۱۴۲۵ھ، پہلا ایڈیشن ۱۴۰۰ھ

۱۹۷۔ المواہب اللدنیہ مع شرح زرقانی: شہاب الدین احمد قسطلانی، وفات: ۲۵۰ھ، مطبوعہ: عامرہ، مصر

۱۹۸۔ موسوعۃ اطراف الحدیث: محمد سعید زغلول، مطبوعہ: بیروت

۱۹۹۔ الموضوعات الکبیر: امام علی قاری، وفات: ۱۰۱۴ھ، مطبوعہ: مجتبائی، دہلی

۲۰۰۔ المؤطا: امام محمد بن حسن شیبانی، وفات: ۱۸۹ھ، مطبوعہ: کراچی

۲۰۱۔ مولدالعروس: علامہ ابنِ جوزی، وفات: ۵۹۷ھ، مطبوعہ: بیروت

۲۰۲۔ المولدالروی فی المولد النبوی: امام علی قاری، وفات: ۱۰۱۴ھ

۲۰۳۔ المہند: خلیل احمد انبیٹھوی، مطبوعہ: کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

۲۰۴۔ النبراس: علامہ عبدالعزیز برھاروی، مطبوعہ: بندیال، پاکستان

۲۰۵۔ نزہۃ الخاطر الفاطر: علامہ محمد علی بن سلطان قاری مطبوعہ: سنی دارالاشاعت، فیصل آباد

۲۰۶۔ نسیم الریاض: علامہ شہاب الدین احمد خفاجی، وفات: ۱۰۶۹ھ، مطبوعہ: مکتبۂ سلفیہ مدینۂ منورہ، بیروت

۲۰۷۔ نشر الطیب: اشرف علی تھانوی، موت: ۱۹۴۳ء، مطبوعہ: تاج کمپنی، لاہور

۲۰۸۔ النعمۃ الکبریٰ علی العالم: علامہ احمد مکی ہیتمی شافعی، وفات: ۹۷۴ھ، مطبوعہ: مصر

۲۰۹۔ نیل الاوطار: قاضی محمد بن علی شوکانی، موت: ۱۲۵۰ھ، مطبوعہ: مصطفی البابی، مصر

۲۱۰۔ وجاؤایر کضون: ابوبکر جابر جزائری، موت: ۲۰۱۴ء

۲۱۱۔ وفاء الوفاء: علامہ علی بن احمد سمہودی، وفات: ۹۱۱ھ، مطبوعہ: بیروت

۲۱۲۔ الوفاء: امام عبدالرحمن بن جوزی، وفات: ۵۹۷ھ، مطبوعہ: مکتبۂ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، پاکستان

۲۱۳۔ یک روزہ: محمد اسماعیل دہلوی، مقتول: ۱۸۳۱ء، مطبوعہ: ملتان

۲۱۴۔ الیواقیت والجواہر: علامہ عبدالوہاب شعرانی، وفات: ۹۷۳ھ، مطبوعہ: مصر

۲۱۵۔ ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود والنصاری: علامہ محمد بن قیم جوزی، وفات: ۷۵۱ھ، مطبوعہ: الجامع الفرید

۲۱۶۔ ہدیۃ المہدی: نواب وحیدالزماں، موت: ۱۹۲۰ء، مطبوعہ: اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ

۲۱۷۔ ہمعات: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، وفات: ۱۱۷۶ھ، مطبوعہ: حیدرآباد سندھ، پاکستان

رسائل

۲۱۸۔ الرابطہ، مکۂ مکرمہ، شمارہ: جمادی الاولیٰ/ ۱۴۰۹ھ

۲۱۹۔ الاعتصام، لاہور (ہفت روزہ) شمارہ: ۱۳ مارچ/ ۱۹۹۰ء

۲۲۰۔ الاعتصام، لاہور (ہفت روزہ) شمارہ: ۲۳ مارچ/ ۱۹۹۰ء

۲۲۱۔ لواء الاسلام، (ماہنامہ) شمارہ: ربیع الاخر/ ۱۳۸۶ھ

۲۲۲۔ المدینۃ، جدہ، شمارہ: ۶ صفر/ ۱۴۰۲ھ

۲۲۳۔ ندائے اہل سنت (پندرہ روزہ) شمارہ: ۱۶ تا ۳۰ جون/ ۱۹۹۳ء

۲۲۴۔ نوائے وقت، لاہور (نیوز پیپر) ۲/ دسمبر/ ۱۹۹۳ء

☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من عقائدِ اہل السنہ

پر

پاک وہند، بنگلہ دیش اور جامعہ ازہر، مصر کے

اکابرِ اربابِ علم ودانش کا خراجِ تحسین

مصنف اپنی تمام ذمے داریوں سے بطریقِ احسن
عہدہ برآ ہو چکے ہیں، اب یہ اہل سنت کے مخیر حضرات کا فرض ہے کہ وہ
اس کتاب کو خرید کر زیادہ سے زیادہ پھیلائیں۔

(قاضی عبدالدائم دائمؔ، ہری پوری)

ڈاکٹر سید حازم محمد احمد عبد الرحیم محفوظ

اطال اللہ بقاءٗ، استاذ کلیۃ اللغات والترجمۃ، جامعہ ازہر شریف، قاہرہ، مصر

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے یاسیدی! یارسول اللہ! آپ پر، آپ کی طیب وطاہر آل پر اور تمام صحابہ پر صلاۃ وسلام ہو۔

امابعد!

جب ہم ملتِ اسلامیہ کے موجودہ حالات پر غور کرتے ہیں، تو ہمیں ایسے ایسے حادثے دکھائی دیتے ہیں کہ ہماری آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوجاتا ہے اور جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ امت جو ایک جسم کی طرح تھی اسے کیا ہوگیا ہے؟

اس کے برعکس ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے بھائی کشمیر، بوسینا، ہرسک اور چیچنیا میں اجتماعی طور پر قتل اور ہلاک کیے جارہے ہیں، اس کے باوجود مسلم امت اپنے بھائیوں کی امداد کے لیے حرکت میں نہیں آتی، بلکہ ہم جمعہ کے دن منبروں پر بیٹھ کر دعائیں مانگنے اور چندہ جمع کرنے کو کافی سمجھتے ہیں۔

ایک دوسرے خطے میں مسلمان کئی ملکوں، خصوصاً افغانستان میں باہمی جنگ میں مصروف ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھلائے ہوئے ہیں کہ جب دو مسلمان آپس میں اپنی تلواروں کے ساتھ ٹکرائیں تو قاتل اور مقتول آگ میں ہیں۔ اور جب ملتِ اسلامیہ کے اندرونی حالات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں وہ افتراق اور انتشار دکھائی دیتا ہے، جہاں تک یہ امت پہنچ چکی ہے اور وہ عذاب دکھائی دیتے ہیں، جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں، انھوں نے ایسے طریقے نکال رکھے ہیں جن کے ساتھ اسی امت کا اس سے پہلے کبھی تعلق نہیں رہا، اور اس طریقے کو بھلا چکے ہیں جس پر یہ امت حضور اکرم ﷺ، خلفاے راشدین اور تابعین کرام کے دور سے متفق چلی آرہی ہے۔

یہ فرقے تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے نمودار ہوئے تھے، انھوں نے دعویٰ کیا کہ ہم حق پر ہیں،

ان کا پروگرام یہ تھا کہ اسلامی عقیدے کو در آنے والی بدعات سے پاک کیا جائے، حالاں کہ بدعات کے لانے والے یہ خود تھے، امتِ مسلمہ اپنے ابتدائی دور سے اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول اللہ ﷺ کی سنت اور جمہور علما کے اجماع پر متفق رہی ہے۔

پھر نوبت بایں جارسید کہ ان لوگوں نے اہلِ سنت وجماعت کے بعض ان عقائد پر کفر کا فتویٰ لگا دیا، جن پر امت دور اول سے متفق چلی آرہی ہے، ان لوگوں نے قرآن کریم، نبی اکرم ﷺ کی سنت، صحابۂ کرام کے آثار اور جمہور کے اجماع کو زیبِ طاقِ نسیان بنا کر ان عقائد کے ماننے والوں پر کفر کا فتویٰ جڑ دیا۔

ان لوگوں نے پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش کے اہلِ سنت وجماعت کو مختلف ناموں سے منسوب کیا، مثلاً ایک نام "بریلوی" رکھا، تاکہ یہ ظاہر کیا جاسکے کہ یہ نیا فرقہ ہے، اور خوفِ خدا سے آزاد ہو کر ان کے عقائد کو گالی دی جاسکے، امام اکبر مجدد شیخ احمد رضا خاں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (ولادت ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء وفات ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۱۱ء) پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں ان لوگوں کے مقابل کھڑے ہوئے تاکہ اہلِ سنت وجماعت کے صحیح عقیدے کا دفاع کریں، چناں چہ انھوں نے سینکڑوں کتب ورسائل لکھ کر مخالفین کو وہ صحیح عقائد بتائے جن پر تمام عالم اسلام کا اتفاق ہے، اللہ تعالیٰ انھیں اپنے خطے میں، اہلِ سنت وجماعت کی امداد کرنے پر بہترین جزا عطا فرمائے۔

یہ کتاب جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے، یعنی "من عقائد اهل لسنة" ان صحیح عقائد کو واضح کرتی ہے جس پر اہلِ سنت وجماعت کا اجماع ہے، اس کے مؤلف علامہ شیخ محمد عبد الحکیم شرف نے بلاشبہ اس علمی اور لائق مطالعہ تحقیق میں بڑی محنت صرف کی ہے، ان کی یہ کوشش عربی لٹریچر کی لائبریری میں اضافہ شمار کی جائے گی، اللہ رب العزت حضرتِ والا کو اس کوشش پر ہر بھلائی عطا فرمائے۔

حضرت علامہ نے، احسان الٰہی ظہیر پر رد کیا ہے، جس نے اپنی کتاب "البریلویة" میں اہلِ سنت وجماعت کے عقائد پر افترا کیا ہے، علامہ نے قرآنِ کریم کی آیات مبارکہ، حضور نبی اکرم ﷺ کی احادیث، اہلِ سنت وجماعت کے اجماع، ائمہ کے ارشادات سے استدلال کیا ہے، مثلاً امام بیہقی، امام غزالی، امام رازی، امام قرطبی، علامہ ابنِ حجر عسقلانی، امام علامہ جلال الدین

سیوطی، امام مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا خان رحمہم اللہ تعالیٰ۔

میں مخالفین کو اس دقیق اور علمی تحقیق کے مطالعے کی دعوت دیتا ہوں، جو اہلِ سنت و جماعت کے بعض عقائد کو واضح کرتی ہے، ہوسکتا ہے اللہ تالیٰ انھیں راہ راست کی ہدایت عطا فرمائے۔

۲۰ ر رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ — حازم محمد احمد

۲۱ رفروری ۱۹۹۶ء — استاد جامعۃ الازہر الشریف (مصر)

استاد: زائر شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی (لاہور)

فضیلۃ الشیخ حمدون احمد عبد الرحیم

حفظہ اللہ تعالیٰ استاذ العلوم الشرعیۃ لجامعۃ الازہر الشریف، مصر۔

ہم علامۂ کبیر، استاذ الحدیث حضرت مولانا شیخ عبد الحکیم شرف قادری کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی تصنیف ''من عقائد اهل السنة'' میں قرآن وحدیث کے دلائل سے ثابت کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور اولیاے کرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جاسکتا ہے، اس کے علاوہ اہلِ سنت و جماعت کے متعدد عقائد کو موضوع بحث بنایا ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی پے روی اور محبت پر مبنی ہیں، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ ہم اس کے نزدیک، باپ، بیٹے، اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ یا سیدی رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ نے سچ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ شیخ محمد عبد الحکیم کو اس کتاب پر جزاے خیر عطا فرمائے، جس میں انھوں نے اہلِ سنت و جماعت کے عقائد کی صحت اور درستی بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب، رسول اللہ ﷺ کی سنت اور کتاب مجید کے ذریعے نفع عطا فرمائے۔

۲۷ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

بین الاقوامی مبلغ اسلام علامہ بدر القادری مصباحی مدظلہ العالی
(ہالینڈ)

ذوالمجد والکرم حضرت علامہ شرف صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کی عظیم وقیع تصنیف ''من عقائد اہل السنہ'' باصرہ نواز ہوئی، آپ کے محققانہ قلم سے جہاں تاریخی، سوانحی اور مذہبی کتابیں، مقالے اور مضامین منصۂ شہود پر آرہے ہیں، عربی زبان میں احقاق حق اور ابطال باطل کرتی ہوئی علم العقائد پر نہایت شان دار کتابیں بھی، اہل علم وفضل کو دعوت مطالعہ دے رہی ہیں۔

مجھ جیسے کم مایہ کی کیا مجال کہ اس خالص علمی اور تحقیقی کتاب پر قلم جنبانی کرسکے، (یہ حضرت کی تواضع وانکساری کا کھلا ثبوت ہے، ورنہ خود اس مکتوب کے آخری حصہ سے ان کا بین الاقوامی عالم اور صوفی ہونا واضح ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ انھیں سلامت باکرامت رکھے۔ ۱۲ شرف قادری) بس اسی قدر عرض ہے کہ یہ سلسلۃ الذہب جاری وساری رہنا چاہیے، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اس کاوش کا، دارین میں بہترین صلہ عطا فرمائے اور ہم کم نصیبوں کی جانب سے بہترین جزا بخشے، آمین۔

۱۶ ر تا ۱۹ ستمبر لیبیا میں عالمی پیمانے پر بعنوان ''التصوف الاسلامی'' کانفرس تھی، اہل لیبیا کی خواہش پر میں نے دنیا بھر کے عظیم اسکالرز اور محقق علما وصوفیا کی ایک فہرست انھیں فراہم کی تھی، جس میں آپ کا اسم گرامی بھی تھا، مگر لگتا ہے ان لوگوں نے آپ کو دعوت نہیں دی، ۵۶ ملکوں سے وفود شریک ہوئے، مولانا شاہ احمد نورانی صاحب، مولانا شاہ فرید الحق صاحب، علامہ قمر الزماں اعظمی بھی تھے، میں اپنے ہمراہ ہالینڈ سے مولانا سید سعادت علی قادری کو بھی لے گیا تھا، ۲۲ ر ستمبر کو واپسی ہوئی اطلاعاً تحریر ہے۔

۲۶ ر ستمبر ۱۹۹۵ء — بدر القادری

سعودی عرب کے ایک عالم کا تاثر

عرب دنیا کے اکابر علماے کرام مفسرین، محدثین اور فقہا کے یہاں یہ صورت حال رہی ہے کہ ان کی تحریریں، مغلق اور اسلوب، قدیم ہوتا ہے، علما میں بہت کم ایسے افراد ہیں جن کی تحریر عام قاری کے لیے آسان، مؤثر، باحوالہ اور نئے اسلوب میں ہو، شیخ محمد زاہد کوثری، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تحریریں اس لیے مقبول ہوئیں؛ کہ یہ آج کے قاری کی ضروریات پورا کرتی ہیں۔

"من عقائد اهل السنة" کا انداز تحریر یہ تمام تقاضے پورا کرتا ہے، اور بے شک عرب دنیا میں طبقۂ اول کے علما میں اس انداز میں لکھنے والے علما کی تعداد معدودے چند ہے، لہٰذا اس تناظر میں شیخ محمد عبدالحکیم شرف، غیر معمولی قلم کار ہیں، اور جہاں تک ان کی زیر تذکرہ تصنیف کا تعلق ہے یہ "مفاهيم يجب ان تصيح" پر فوقیت رکھتی ہے۔

جب موصوف (صاحب مفاہیم یجب ان تصحح) سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ "من عقائد اہل السنۃ" میں زیر بحث لائے گئے موضوعات میں کسی قسم کی تشنگی محسوس کرتے ہیں؟ اور کیا ان موضوعات پر مزید مواد کی نشان دہی کر سکتے ہیں؟ تاکہ مصنف اس کے دوسرے ایڈیشن میں اضافہ کر سکیں، تو انھوں نے جواب دیا: نہیں، اس کتاب میں موضوعات بالخصوص عقیدۂ توسل پر، بھرپور مواد پیش کیا گیا ہے، کسی اضافہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

مکتوب ۱۸؍ستمبر ۲۰۰۰ء

مبلغ اسلام جناب اقرار خان دام مجدہ

(فرانس)

آپ نے "البریلویہ" کے جواب میں "من عقائد اہلِ السنۃ" لکھ کر، اہلِ سنت پر احسان عظیم کیا ہے، ہم کو فخر ہے کہ ہم نے ہی یہ جواب دیا ہے؛ کیوں کہ ہم آپ کے عقائد سے وابستہ ہیں، شکر خدا، الحمدللہ! یہ کام بخوبی سرانجام پا گیا، آئندہ ایسا اور کوئی گستاخ آسانی سے دوبارہ جرات نہ کرے گا۔

آپ کا ممنون ہوں کہ آپ یاد رکھتے ہیں، جب کہ علماے کرام کو دنیادار لوگوں سے کنارہ کش ہی رہنا چاہیے، لیکن میرا خیال ہے کہ آپ تبلیغ کا اہم فریضہ اس طرح سے بھی ادا کرتے ہیں، آپ کی ہی مہربانیوں کی وجہ سے بندہ اس لائن میں آیا اور ان شاء اللہ رہے گا۔

مجھے دل کے آپریشن کے بعد سے کافی اور کئی قسم کی تکالیف رہتی ہیں، بلڈ پریشر زیادہ رہتا ہے، خط لکھنے کا دل نہیں چاہتا، صرف وہابی حضرات۔ جو الجزائر، مراکش، بانڈی چیری، سری لنکا وغیرہ میں ہیں۔ کو چن چن کر انگریزی میں بحث کرتا رہتا ہوں۔

آپ پہلے بھی دعا کرتے رہے ہیں، کرتے رہا کریں مشکور رہوں گا، دعا صرف صحت کی اور اسلامی کام انجام دے سکوں اور بس۔

والسلام

یکم فروری ۱۹۹۶ء

آپ کا تابع فرمان

اقرار اخان ہوشیارپوری

فاضل جلیل سید محمد سیف الرحمٰن نظامی شاہ مدظلہ العالی

صدر ''جمعیت اخوان المعرفت'' چٹا گانگ، بنگلہ دیش

سیدنا ونبینا محمد مصطفی ﷺ کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد علماے اسلام دنیا بھر میں اسلام کا پیغام پھیلاتے رہے، انھوں نے حبیبِ مصطفیٰ کریم ﷺ صحابۂ کرام اور احسان کے ساتھ ان کی پے روی کرنے والوں کی پے روی کی، وہ آپ میں مہربان اور کافروں پر سخت تھے، ان کا فروعی مسائل میں اختلاف ہوا، لیکن فریقین میں باہمی احترام اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت برقرار رہی۔

امتِ مسلمہ ہمیشہ خیر کے ساتھ رہی، یہاں تک کہ جزیرۂ عرب میں ایک تحریک اٹھی جو بعد میں ''تحریک وہابیت'' کے نام سے مشہور ہوئی، اس کا پہلا قائد ابنِ تیمیہ حرانی اور دوسرا قائد محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا، اس نئی فکر والوں نے بہت سے مسائل میں اجماعِ امت کی خلاف ورزی کی اور ان مسائل میں متشددانہ موقف اختیار کیا، انھوں نے امت مسلمہ کی اکثریت پر کفر، شرک اور بدعت کا حکم لگایا، اس لیے کہ دنیا بھر کے اکثر مسلمان نبی اکرم ﷺ اور اولیاے صالحین کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں، محفل میلاد منعقد کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لیے دور دراز سے سفر کرتے ہیں، اسی قسم کے دیگر مسائل۔

ہم دیکھتے ہیں کہ وہ خاص طوپر بعض اسلامی شخصیات کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں، ان شخصیات میں سے پاک وہند اور بنگلہ دیش کے امام اہلِ سنت، امام احمد رضا خان ہیں، جنھوں نے پوری زندگی مضبوط علمی انداز میں تحریک وہابیت کے افکار کا رد کیا، تو اس تحریک کے متبعین نے اس امام کی طرف ان تہمتوں، افتراؤں، اور عقائد کی نسبت کی جن سے وہ بری ہیں؛ کیوں کہ وہ صرف اور صرف اہلِ سنت وجماعت کے عقائد، مذہب امام ابوحنیفہ اور طریقۂ قادریہ کے پیروکار تھے۔

مولانا شیخ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ان عقائد کی وضاحت کا عزم کیا، اور اہلِ سنت وجماعت کے عقائد کو قوی دلائل یعنی قرآن وحدیث اور ائمۂ اسلاف کے اقوال سے ثابت کیا، بے

شک انھوں نے اتحاد بین المسلمین کی اچھی اور پرخلوص کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا عطا فرمائے، اور ان کی تالیف سے اسلام اور مسلمانوں کو نفع عطا فرمائے۔

(ترجمہ عربی تقریظ۔تحریر ۲۰ رجنوری ۱۹۹۸ء)

استاذ الاساتذہ پیر طریقت مولانا علامہ غلام رسول رضوی

۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔

شارح بخاری ومفسر قرآن، فیصل آباد

میں نے کتاب ''من عقائد اھل السنة'' کا اول وآخر سے مطالعہ کیا، توان مباحث کے اعتبار سے اسے بہترین کتاب پایا جن پر یہ مشتمل ہے، ہمیں اس میں عقائد اہلِ سنت مختلف ابواب میں مرتب اور کتاب وسنت اور ملت اسلامیہ کے علما ومشائخ کے ارشادات سے ماخوذ ملتے ہیں، اہلِ سنت وجماعت کے عقائد کتاب وسنت اور سلف صالحین سے ماخوذ ہیں، اس کتاب کے مصنف فاضل علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ان عقائد پر افترا کرنے والوں کے شبہات کا رد کیا ہے، اور ہر مسئلے پر اپنی طاقت کے مطابق دادِ تحقیق دی ہے، اور ان عقائد کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلانے والوں کی زبان بند کرنے کے لیے اہلِ سنت وجماعت کے عقائد کا بہترین دفاع کیا ہے، یہ ان کا اہلِ سنت پر احسان ہے، اللہ تعالیٰ انھیں بہترین جزا عطا فرمائے، اور ان کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کتاب کو اہلِ سنت وجماعت کے عقائد کے لیے مضبوط قلعہ بنائے اور اسے ہمارے (علمی وروحانی) بیٹے محمد عبدالحکیم شرف قادری۔حفظہ اللہ تعالیٰ۔کی نیکیوں کے پلڑے میں شامل فرمائے۔

۲۸ رمئی ۲۰۰۰ (ترجمہ عربی تقریظ)

علامہ غلام جابر شمس مصباحی۔ایم۔اے

ادارہ افکارحق، بائسی بازار،ضلع پورنیہ، بہار(انڈیا)

مجھے آپ کی نئی تصنیف ”من عقائد اهل السنة“ ،رضا اکیڈمی، ممبئ کے ذریعے موصول ہوئی، میں نے اس میں بے شمار حقائق ودقائق اورمعاندین کوعاجز کرنے والے دلائل دیکھے، نیز قیمتی فوائد اورمفید نوادر دیکھے،میری زبان اورقلم اس کا حسن وجمال بیان کرنے سے قاصر ہے؛ کیوں کہ آپ نے اسے بڑی تحقیق اورجستجو کے بعد فصیح عربی زبان میں لکھاہے، پاک ہے وہ ذاتِ کریم جس نے آپ کوبلیغ انداز میں کتاب لکھنے کی قدرت اورتوفیق عطا فرمائی ہے، صلاۃ وسلام ہواس ذات اقدس پرجن کے فیضان سے آپ کوتصنیف وتالیف کا عمدہ ذوق، اورامام مجدداحمدرضامحدث بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔کی تصانیف کاوسیع مطالعہ حاصل ہوا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی لکھنے والی انگلیوں کوتادیر سلامت رکھے، دیکھنے والی آنکھوں کوٹھنڈک عطافرمائے، آپ کوزیادہ سے زیادہ نادراسالیب اورنئے نئے موضوعات پرلکھنے کی توفیق، اورعمر خضرعطافرمائے۔

ہمارے شیخ جلیل! آپ نے دورجدیداورقحط الرجال کے زمانے میں اہلِ سنت وجماعت پراحسان عظیم کیاہے، آپ نے میرے افکاراورعرصۂ دارز سے میرے ذہن میں گردش کرنے والے خیالات کوجامۂ وجود پہنادیاہے، اوراہلِ سنت وجماعت کے علما کے کندھوں سے ایک اہم فریضہ کابوجھ اتاردیاہے۔

ہمارے شیخ ذکی! جب میں کوئی عمدہ کتاب یارسالہ پڑھتاہوں توفرحت ومسرت سے میری آنکھیں نم ہوجاتی ہیں، میراایہی حال آپ کی کتاب کی زیارت سے ہوا۔

(ترجمہ عربی مکتوب، تاریخ ندارد)

تبصرہ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور(انڈیا)شمارہ مئی۱۹۹۶ء

تبصرہ نگار: مولانامبارک حسین مصباحی

شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، بلند پایہ عالم اورمستند مصنف اورجامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں صف اول کے استاد ہیں۔۔۔بے پناہ تدریسی اورتبلیغی مصروفیات کے باوجود کاروانِ اہل قلم کے بھی سرخیل وراہ نماہیں، مسلسل لکھ بھی رہے ہیں اورلکھوابھی رہے ہیں، ایک درجن سے زائد(بلکہ تقریباً چھ درجن۔۲۰۰۱ء) تصانیف،سینکڑوں مضامین ومقالات، ہندوپاک میں سند قبولیت حاصل کرچکے ہے۔۔۔انتہائی تحقیقی اوردقیق مسائل ومفاہیم، دل آویز اورپرکشش پیرایۂ بیان میں اتنی خوب صورتی کے ساتھ اتاردیتے ہیں کہ قارئین فرط مسرت سے جھوم اٹھتے ہیں۔۔۔فکرانگیز اورمدلل مباحث کے باوجود قلم کا بانکپن ایک لمحے کے لیے بھی متاثر نہیں ہوتا۔۔۔اورمقام حیرت یہ ہے کہ زبان وبیان پریہ دسترس اردوعربی میں یکساں طورپرحاصل ہے۔۔۔اسی لیے آپ کی تحریریں عوام وخواص اورعلماوادبامیں وفورشوق اورکمال احترام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔

اس علمی گہرائی،فکری بصیرت اورزبان وبیان کی مہارت کے ساتھ دین وسنیت کے فروغ وارتقا کا جذبہ آپ کے دل ودماغ پروارفتگی کی حدتک چھایارہتاہے۔ایک جانب آپ نے مثبت اسلوب میں داعیانہ، ودردمندانہ لٹریچر دیاہے۔۔۔تو دوسری جانب اسلام دشمن تحریروں کے خلاف دفاعی اورتردیدی نگارشات سے دل ودماغ روشن کردیے ہیں۔

چند برس قبل پاکستان کے ایک غیرمقلد مولوی، احسان الٰہی ظہیر نے ”البريلوية“ نامی کتاب لکھی، جوعربی، اردواورانگریزی میں برصغیراورسعودیہ عربیہ میں شائع ہوئی اورسعودی پیٹرول اورڈالر کے سہارے لاکھوں کی تعداد میں دنیابھرمیں مفت تقسیم کی گئی۔اس کتاب میں اہلِ سنت وجماعت کے عقائدومعمولات اورامام احمدرضابریلوی کے احوال ونظریات کوجس مضحکہ خیز اورغیر

مہذب انداز میں بیان کیا گیا ہے،اس کے مطالعے سے یہ حقیقت پورے طور پر مبرہن ہوگئی کہ غیر مقلدیت اور وہابیت کی بنیادیں واقعی کذب بیانی اور بہتان تراشی اور رسول دشمنی پر کھڑی کی گئی ہیں ۔۔۔وقت کی ضرورت اور دینی حمیت نے آواز دی اور حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ایک مردمجاہد کی طرح قلم کی تلوار لے کرمیدان میں اتر پڑے ، اوراردو میں ایک انتہائی پر مغز اور مدلل کتاب ''اندھیرے سے اجالے تک'' (یہ کتاب بزمِ فیضانِ رضا، دارالعلوم محبوبِ سبحانی، کی جانب سے ۱۸۸۹ء میں شائع ہوچکی ہے، ۱۲ مہائی) تصنیف فرمائی جس میں بہتان طرازیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے اہلِ سنت وجماعت کے عقائد ومعمولات کوقرآن وسنت کی روشنی میں ثابت کیا، اورامام احمد رضا ۔قدس سرہ۔ پروارد بے بنیادالزامات کے تاروپود بکھیرتے ہوئے ان کی قدآوراوربلند پایہ شخصیت وفکر کاحقیقی تعارف پیش کیا (چندسال پہلے رضا اکیڈمی، لاہورنے ''اندھیرے سے اجالے تک'' اور''شیشے کے گھر'' کا مجموعہ''البریلوی کاتحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کے نام سے شائع کردیا ہے۔۱۲شرف قادری) اوراسی پس منظر میں ایک انتہائی وقیع عربی کتاب ''من عقائداہل السنۃ''، تصنیف فرمائی جواس وقت میرے پیش نظر ہے۔

یہ کتاب بڑے سائز کے ۳۸۸ صفحات پر مشتمل ہے، جواسلام کے مسلم، متوارث عقائد ونظریات کے اثبات میں محققانہ ،فکرانگیزاورمستند دستاویز ہے۔۔۔ابتدامیں مصنف کے قلم سے ایک جامع تقدیم ہے،جس میں سعودی اوروہابی پالیسیوں کا جائزہ لیتے ہوئے امام احمد رضا کی عبقری شخصیت پرقدرے روشنی ڈالی ہے۔۔۔

پوری کتاب اسلام کے سات اہم عقائد ومعمولات پر مشتمل ہے۔ ہربحث بجائے خود مستقل، تحقیقی اورمبسوط مقالہ ہے۔ ہرموضوع پرناقدانہ اورسیر حاصل بحث کی گئی ہے۔۔۔بحث کے ہررخ کوعقلی ونقلی دلائل وبراہین سے اتنا واضح اورمستحکم کردیا گیا ہے کہ کوئی بھی منصف مزاج قاری مصنف کے مدعائے نگارش پرسرتسلیم خم کیے بغیرنہیں رہ سکتا۔

(مئی ۱۹۹۶ء)

رئیس التحریر حضرت علامہ ارشدالقادری مصباحی رحمہ اللہ تعالیٰ

مصنفِ زلزلہ وتبلیغی جماعت وغیرہ

الزکی الذکی، مظہرالوصف المکی، فضیلۃ الشیخ حضرت العلامۃ محمد عبدالحکیم شرف القادری، حفظہ المولیٰ الجلیل وابقاہ

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ، ایام اقبال واکرام متدام!

''من عقائد اھل السنۃ'' کی زیارت سے مشرف ہوا، مثبت انداز میں جس علمی متانت وشائستگی اور باوزن شواہد وبراہین کے ساتھ آپ نے اہلِ سنت کے سروں سے ''البریلویۃ'' کا قرض اتاراہے، اس کے لیے پوری دنیائے سنیت کی طرف سے آپ اورسماحۃ الشیخ حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی اورسارے رفقاومعاونین صد ہزار شکریے کے مستحق ہیں۔

آپ حضرات نے ہماری آنکھیں ٹھنڈی کردیں، ہمارے بے چین دلوں کومسرتوں سے لبریز کردیا، اورہمیں اس قابل بنادیا کہ ہم سراٹھا کرچلیں اورسینہ تان کربات کریں۔۔۔اس فقیرقادری کو واضح طور پر محسوس ہورہا ہے کہ امام احمد رضا کی روح پرفتوح پربھی ایک انبساط کی کیفیت طاری ہے کہ حق کی طرف سے دفاع کا کام ان کے بعد بھی جاری ہے، فجزاکم المولیٰ الکریم الجلیل احسن الجزاء واتم الجزاء.

''من عقائد اھل السنۃ'' نہ صرف ''البریلویۃ'' کا جواب ہے، بلکہ مذہب اہلِ سنت کی حقانیت کے ثبوت میں ایک ایسی علمی دستاویز بھی ہے، جسے فخر کے ساتھ ہم مسلک اہلِ سنت کی اساسی کتاب کہہ سکتے ہیں۔

موادا ورطریقۂ استدلال کا اگرتفصیلی جائزہ قلم بند کیا جائے تو یہ تبصرہ ایک مستقل رسالہ کی شکل اختیار کرلے گا، لیکن اختصار کومدنظر رکھتے ہوئے بھی اس ہنر کا اعتراف ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ نے مسلک اہلِ سنت کی تائید میں غیر مقلدین ودیابنہ کے ائمۂ فکر کی کتابوں کے اقتباسات نقل کرکے ان پرایسی حجت قاہرہ قائم کردی ہے کہ اب عرب وعجم میں وہ منہ دکھانے کے لائق نہیں

رہے۔ ان کا جھوٹ انھی کے قلم سے آپ نے فاش کردیا۔

والسلام مع الاحترام　　　　آپ کا معتقد

۲؍جولائی ۱۹۹۵ء　　　　ارشد القادری، جامعہ حضرت نظام الدین اولیا
ذاکر نگر، نئی دہلی، نمبر ۲۵ (انڈیا)

فقیہ ملت مولانا علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ (انڈیا)

(مصنف انوار الحدیث، خطبات محرم وکتب کثیرہ)

باسمہ وحمدہ والصلاۃ والسلام علی رسولہ الاعلیٰ

سرمایۂ سنیت، ماحیِ لامذہبیت، حضرتِ علامہ شرف قادری صاحب قبلہ!

دامت برکاتکم!

السلام علیک ورحمۃ وبرکاتہ۔ مزاج عالی بخیر باد۔

آپ کی ارسال فرمودہ کتاب ''من عقائد اھل السنۃ'' براؤں شریف کے پتے پر موصول ہوئی، جسے دیکھ کر بڑی خوشی اور بے انتہا مسرت ہوئی، اور اس کے مطالعے سے بہت محظوظ ہوا؛ کہ ہر مسئلے کے اثبات میں آپ نے دلائل کے انبار لگادیے ہیں، اور اساطین امت کے علاوہ مخالفین کے بھی بہت سے حوالے پیش فرمائیں ہیں۔

دو سے زائد کتابوں کے حوالوں سے عقائد اہلِ سنت کا عربی میں ایسا مستند ومعتمد ایمان افروز اور وہابیت سوز مجموعہ تیار کرنا ہند و پاک میں صرف آپ کا حصہ ہے۔ خدائے عزوجل آپ کی اس محنت شاقہ کو بھی قبول فرما کر اجر جزیل وجزائے جلیل سے سرفراز فرمائے، آمین۔

یہ کتاب مسلمان اہلِ سنت کے ایمان کو جلا بخشے گی، اور جن وہابیوں کے دلوں پر اللہ کی مہر نہ ہوگی، یقیناً ان کو ہدایت سے سرفراز کرے گی۔ بہتر ہے کہ اس کا ترجمہ بھی طبع ہوجائے تاکہ اردو داں طبقہ بھی اس سے مستفید ہو۔

۳؍صفر المظفر ۱۴۱۶ھ　　　　جلال الدین احمد امجدی

فاضل علامہ مولانا محمد احمد مصباحی مدظلہ

مدرس جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، انڈیا

محترمی زیدت افضالکم

تحیۂ مسنونہ

مزاج اقدس؟

''من عقائد اھل السنۃ'' کی زیارت سے آنکھیں پرنور اور دل مسرور ہوئے۔ رب کریم اس فرض کی ادائیگی پر آپ کو اپنی بیکراں نعمتوں سے نوازے۔

زبان، حسن بیان، اختصار ووضوح، طرز استدلال، انداز رد وجواب، سبھی قابل ستائش ہے۔ اس کتاب کی تحریر پر آپ کو اور آپ کے ادارے کو مبارک باد پیش ہے۔

والسلام

۶؍محرم الحرام ۱۴۱۶ھ　　　　**محمد احمد مصباحی**

جناب محمد سعید نوری صاحب

بانی وجنرل سیکرٹری رضا اکیڈمی ممبئی

جناب علامہ مولانا شرف قادری صاحب قبلہ!

السلام علیکم!

کرم فرمائی کا شکریہ ''من عقائد اھل السنۃ'' وصول ہوگئی۔ جس روز آپ کو خط لکھا تھا، اس کے ایک دو روز میں ہی کتاب آگئی، حضرت مولانا محمد احمد مصباحی صاحب نے فرمایا تھا کہ اس کتاب کو ضرور شائع کیا جائے۔ یہاں بمبئی میں حضرت مولانا یٰس اختر مصباحی موجود تھے۔ ان

سے مشورہ ہوا۔ آج بروز پیر ۱۰؍صفر یعنی ۱۰؍جون کو ان شاء اللہ کتاب چھپنے کے لیے دہلی روانہ کر دی جائے گی۔

۹؍صفر المظفر ۱۴۱۶ھ

اسیر مفتیِ اعظم

محمد سعید نوری، خادم رضا اکیڈمی، ممبئی

(مقام مسرت ہے کہ رضا اکیڈمی بمبئی نے کتاب انڈیا پہنچتے ہی شائع کر کے مفت تقسیم کی، اللہ تعالیٰ اراکین رضا اکیڈمی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ۱۲۔ قادری)

مولانا علامہ محمد عبد المبین نعمانی مصباحی

مہتمم دار العلوم قادریہ چریا کوٹ، انڈیا

باسمہ تعالیٰ وتقدس

محب گرامی منزلت، حضرت علامہ شرف قادری صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کل کی ڈاک سے آپ کا مرسلہ پیکٹ ملا۔ ''من عقائد اہل السنۃ''، ''شفاعت مصطفیٰ''، ''در رسول کی حاضری''، ''آستانہ محدث اعظم نمبر'' اور دیگر بہت سی کتابوں پر مشتمل۔ اول الذکر کو دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ ''البریلویہ'' کا نہایت عمدہ اور مؤثر جواب ہے۔ میں اس کو تفصیلی جواب سے بہتر سمجھتا ہوں۔ ان شاء اللہ العزیز یہ کتاب عالم عرب میں نجدیوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے اہم رول ادا کرے گی۔ اس اہم وضروری کتاب کو شائع کر کے آپ نے پوری سنی دنیا کے سر سے ایک قرض اتار دیا ہے۔ فجزاکم المولیٰ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔

یکم محرم ۱۴۱۶ھ والسلام

محمد عبد المبین نعمانی قادری

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد

بن ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ

سابق صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

مکرمی ومحترمی مولانا عبد الحکیم شرف قادری صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

۲۶؍جون کو آپ کی قیمتی کتاب ''من عقائد اہل السنۃ'' کا ایک نسخہ رجسٹری سے موصول ہوا، ممنون ہوا، اور اس کے مندرجات پڑھ کر مسرور رہا۔ آپ نے بہت اچھے انداز میں علمی اسلوب سے اس بات کی وضاحت کی ہے اور مخالفین اہلِ سنت و جماعت کا مدلل رد کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور علمائے بریلی کے عقائد قرآن وحدیث اور عقل ونقل سے علاحدہ اور منفرد نہیں، جزاک اللہ تعالیٰ۔

ابتدا میں سید یوسف سید ہاشم رفاعی، علامہ محمد کرم شاہ ازہری، مفتی محمد عبد القیوم صاحب قادری اور ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی تحریرات جو آپ نے شائع کی ہیں، مفید اور متوازن ہیں۔

کتاب بہت خوب صورت، عربی ٹائپ میں چھپی ہے، اس طرح آپ کی یہ تصنیف معنوی خوبیوں کے ساتھ ظاہری محاسن سے بھی آراستہ ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے، اور بدستور علمی کاموں میں مصروف۔

۲۱؍جولائی ۱۹۹۵ء والسلام

مخلص مختار الدین احمد

عبد المجید

برسٹل، انگلینڈ

حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جناب عالیٰ!

اس کتاب (من عقائد اہل السنۃ) میں ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور توسل میں کئی نئے حوالے تھے، استعانت اور حاضر وناظر پر بھی سیر حاصل بحث فرمائی، مگر حضرت بلال بن حارث۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کی روایت پر جو آپ نے تحقیق فرمائی وہ ایسی تحقیق ہے جس کو اگر نجدی عدالت میں پیش کیا جائے تو سوفی صد یقین ہے کہ کیس جیت جائیں گے، ہمارے مخالف ایسی تحقیق اور دلائل کے طالب ہیں، اور یہی اصل شفاء السقام (بیماریوں کا علاج) ہے۔آپ کی جتنی کتب یا فتوے یا مضامین دیکھے ہیں، ان میں تحقیق کے میدان میں یہ نمبرا ہے۔آپ کا ایک مضمون ''ضیائے حرم'' میں آیا تھا ''میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور غیر مستند روایات''، بلاشبہ وہ بھی ایک کھرا مضمون تھا، تمہید ایمان کا مقدمہ مع حسام الحرمین ہے۔اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ من عقائد اہل السنۃ میں سب آرٹیکل ستارے ہیں، اور بلال بن حارث۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کی روایت پر تحقیق اس میں چاند کی مانند ہے۔

۲۱ر مئی ۱۹۹۶ء

عبد المجید
برسٹل (انگلینڈ)

استاذ الاساتذہ، ملک المدرسین

مولانا علامہ عطا محمد چشتی

گولڑوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔(خوشاب)

کچھ عرصہ قبل فرقۂ غیر مقلدین کے احسان الٰہی ظہیر نے ''البریلویۃ'' نامی کتاب عربی میں لکھ کر شائع کی اور غیر ملکی سرمائے کی بنیاد پر کثیر تعداد میں شائع کر کے پوری دنیا میں تقسیم کی۔اس کتاب میں غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔کی کردار کشی کی، اور اہلِ سنت و جماعت کے عقائد کو مسخ کر کے مکروہ صورت میں پیش کیا اور اس طرح علم ودیانت اور انصاف کا خون کیا۔

عزیز القدر فاضل علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نے ''من عقائد اہل السنۃ'' لکھ کر قرآن وحدیث اور ارشادات سلف کے ٹھوس حوالوں سے اہلِ سنت کے عقائد مثبت انداز میں پیش کیے ہیں۔اس کے ساتھ ہی غیر مقلدین اور علمائے دیو بند کے مسلّم علما کے حوالوں سے اپنے عقائد کا ثبوت پیش کیا ہے۔انداز بیان اتنا مدلل اور معقول ہے کہ انصاف پسند قاری کے لیے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔زبان اتنی شستہ اور سہل ہے کہ عربی زبان سے تھوڑی بہت واقفیت رکھنے والا بھی مطالب تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

اس سے پہلے وہ ''البریلویۃ'' کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ'' اردو میں لکھ کر امام احمد رضا بریلوی پر لگائے گئے اتہامات کا شافی وکافی ازالہ کرنے کے ساتھ غیر مقلدین کو ان کے اکابر کا آئینہ دکھا چکے ہیں۔بلاشبہ انھوں نے اہلِ سنت و جماعت کا قرض ادا کر دیا ہے، اہلِ سنت کی ذمہ داری ہے کہ ان کتابوں کی اشاعت کریں اور عربی کتاب عرب ممالک میں تقسیم کرنے کا اہتمام کریں۔

اللہ تعالیٰ فاضل عزیز کے علم وقلم میں برکتیں عطا فرمائے۔ان کی تدریسی، تصنیفی، اشاعتی اور تبلیغی کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اور نافع خلائق بنائے، اور ان کی اولاد کو بھی علم وعرفان

اورامن وعافیت کی دولت سے نوازے، اورخادم دین ومسلک اہلِ سنت بنائے۔آمین یارب العالمین۔

۸رشوال ۱۴۱۶ھ — عطامحمد چشتی گولڑوی بندیالو
۲۸رفروری ۱۹۹۶ء — ڈھمن پدھراڑ

پیرطریقت مولاناعلامہ قاضی عبدالدائم دائم

مدیر''جام عرفان'' خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ، ہری پور، ہزارہ

واللہ! کیاعمدہ کتاب لکھی ہے۔ عالی جناب شرف صاحب نے ،جیسے چاندنی کی کرنوں کوسمیٹ دیاہو یاصبح کے جاں فزااجالے کومجسم کردیاہو۔

نوروضیاکی اس تجسیم کانام ہے ''من عقائد اهل السنة''

عربی زبان کی دل پزیری واثرانگیزی تویوں بھی مسلم ہے،مگرفاضل مصنف کی فصاحت و بلاغت اوران کے قلم کی روانی اورسلاست نے جوغضب ڈھادیاہے،اس کی صحیح کیفیت بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔یوں لگتاہے جیسے دلائل وبراہین کامترنم آبشارگررہاہو،اوراہل حق کے دلوں کواپنی نغمگی وآہنگ سے مسحورکررہاہو،یانقد وجرح کی جوئے خاراشگاف بڑھ رہی ہو،اور باطل کے گھروندوں کومسمارکرتی جارہی ہو۔فی الواقع اس کوجوکوئی پڑھے گا،بے ساختہ پکاراٹھے گا۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

اہل عجم کی اکثریت تواب بھی بحمداللہ عقائداہلِ سنت کی پیروکارہے۔البتہ نجد سے اٹھنے والی سیاہ آندھی نے کچھ عرصے سے عرب ممالک کے ایک حصے کواپنی لپیٹ میں لے رکھاہے اوران کی آنکھوں کے سامنے گردوغبارکی ایسی چادرتان رکھی ہے کہ انھیں اس سے آگے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔علامہ شرف صاحب نے یہ کتاب عربی میں لکھ کراس تاریک چادرکونہ صرف ہٹایاہے بلکہ تارتارکردیاہے،اوریوں عربی بولنےاورسمجھنے والے پرایک بڑااحسان کیاہے۔

تحقیق وتدقیق کے اس مرقع کوپڑھ کربھی اگرکوئی عربی داں حقیقت تک رسائی حاصل نہ کرسکےاوراپنی سابقہ روش پرڈٹارہے

توپھراس کے سواکیاکہاجاسکتاہے:

مَنْ يَّهْدِاللّٰهُ فَهُوَالْمُهْتَدِوَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَلَهُ وَلِيًّامُّرْشِدًا.

انتہائی فصیح وبلیغ عربی میں ہونے کی وجہ سے اس شہ پارے کی لذتوں کابھرپورادراک تواہل زبان ہی کرسکتے ہیں،تاہم میرے جیساعربی سے معمولی شدبدرکھنے والابھی اتناہی لطف اندوزہواکہ آنکھیں ٹھنڈی ٹھارہوگئیں،اوردل سیراب وشاداب ہوگیا۔

ایسااچھوتااورانمول شاہ کارپیش کرنے پراللہ تعالیٰ مصنفِ علامہ کوجزائے خیراوران کے زورقلم کواورزیادہ کرے۔

آج کل ظاہری خوب صورتی بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔کتنی ہی بےوقعت وبےمایہ کتابیں محض حسن طباعت کی وجہ سے ہاتھوں ہاتھوں بک جاتی ہیں،اوربہت سی وقیع وقیمتی کتب، غیرمعیاری کتابت اورگنجلک چھپائی کی بناپرمکتبوں میں پڑی رہ جاتی ہیں۔

الحمدللہ! کہ حقیقت آگاہ مصنف نے اس طرف بھی بھرپورتوجہ دی ہےاورمعنوی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری تزئین وآرائش کابھی پوراخیال رکھاہے۔چمکتی دمکتی جلد سے آراستہ اس خوب صورت کتاب کاہرصفحہ دیدہ زیب دل کش ہےاورذوق نظرکے لیے تسکین بخش ہے۔

غرضے کہ مصنف اپنی تمام ذمےداریوں سے بطریق احسن عہدہ برآہوچکے ہیں۔اب یہ اہلِ سنت کے مخیرحضرات کافرض ہے کہ وہ اس کتاب کوخریدکرعرب ممالک میں زیادہ سے زیادہ پھیلائیں اورہرپڑھے لکھے عربی تک پہنچائیں۔

والله ولى التوفيق وهوالمقلب للقوب يقلبها كيف يشاء اللهم!قلب قلوب عبادك الى هذالكتاب واجعل افئدة من الناس تهوى اليه وارزقهم من ثمراته ،لعلهم يشكرون .سبحان ربك رب العزة عمايصفون. وسلام على المرسلين والحمدلله رب العالمين.

پروفیسرڈاکٹرمحمدمسعوداحمدمدظلہ(کراچی)

محترم ومکرم زیدت عنایتکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیروعافیت ہوں گے۔ مناقب کا شگفتہ ترجمہ اور تالیف لطیف ''من عقائد اہل السنۃ'' اس وقت نظر نواز ہوئے، جب کہ ایک گھریلو تقریب منعقد تھی۔ خوشیوں کودوبالاکردیا۔ اس کرام نوازی کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور وہ تحفۂ محبت عطا فرمائے جس کا سورۂ مریم میں وعدہ فرمایا ہے۔ آمین اللھم آمین۔

کتاب نہایت مدلل ومحقق اورخوب صورت وحسین ہے۔ اس کی ایک ایک کاپی سید محمدعلوی مالکی، ڈاکٹر عبدہ یمانی اورڈاکٹر رضوان اللہ قادری کوضرور ارسال فرمائیں۔ بلکہ ان سے تقاریظ کے لیے درخواست کی جائے۔ عربی رسائل میں بھی اس کتاب پر تبصرے شائع ہونے چاہیے۔

فقط والسلام

یکم محرم الحرام ۱۴۲۶ھ احقر محمد مسعود احمد

طلبہ دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلا

غلام مصطفےٰ، بھیونڈی	سراج احمد، سیتاپور	محمد فیضان، الہ آباد
اظہاراحمد، بلرام پور	آصف رضا، بھیونڈی	محمد شمشاد، الہ آباد
تفضل حسین، سنت کبیرنگر	فیضان احمد، پورنیہ	محمد زبیر، بہرائچ
عطاء اللہ، بستی	عبدالرزاق، کلکتہ	عبدالکریم، آسام
معظم رضا، کشن گنج	اختر رضا، جوگیشوری	کتاب علی، آسام
ضمیرخان، ممبرا	اظہرالدین، بستی	محمد یونس، آسام
مظہررضا، ماہم	مختاراحمد، آسام	غلام محی الدین، مہراج گنج
صدام حسین، گونڈی	افسر رضا، تھانہ	رضاء اللہ، بہار
حنیف احمد، پونہ	فیصل رضا، ممبئی	محمد حسین، بہرائچ
ثناء اللہ رضوی، بہار	طاہررضا، بستی	محمد فضیل، ممبئی
ثناء اللہ برکاتی، بہار	مصطفی رضا، گونڈی	مجاہد حسین، کٹیہار
محمد عمران، پیلی بھیت	معراج الحق، آسام	بدرالدین، سدھارتھ نگر
غیاث الدین، بہرائچ	عباس احمد، پرتاپ گڑھ	بیت اللہ، گونڈی
حسان رضا، بہرائچ	توحید رضا، نیپال	مجیب الرحمن، فتح پور
عبداللہ، سدھارتھ نگر	نورمحمد، الہ آباد	محمد سلمان، پونہ
حسیب رضا، الہ آباد	خورشید، جھارکھنڈ	امان اللہ، سیتامڑھی
ذاکرحسین، بہار	محمد رئیس، بہرائچ	سیف تحقیق، سیتامڑھی
محمد سلیم، سدھارتھ نگر	اشفاق احمد، بستی	ساجد حسین، رانچی
محمد عارف رضا، بستی	شکیل احمد، دہلی	عبید رضا، سیتامڑھی
محمد طلحہ نظامی، بستی	احسان رضا، اناؤ	صدرعالم رضوی، چمپا کیمپ
عبدالجبار، ناندیڑ	ارمان احمد، بہرائچ	نورالدین، بارہ بنکی

- نور عالم، مدھوبنی
- غلام مرتضیٰ، بھیونڈی
- محمد داؤد، لاتور
- راشق حسین، بارہ بنکی
- ولی محمد حشمتی، بستی
- محمد رمضان، گھاٹ کوپر
- یار محمد، بلرام پور
- غلام عسقلانی، بلرام پور
- شفیق رضوان، آسام
- جمیل اختر، بنگال
- سیف رضا، فتح پور
- محمد آفتاب، نیپال
- سمیر احمد، وڈالا
- غلام مجتبیٰ، وسئی
- اسرار رضا، کٹیہار
- محمد عمران، سیتامڑھی
- عرفان خان، ممبرا
- نیاز احمد، بہرائچ
- اقبال احمد، بہار
- سلمان رضا، بہرائچ
- محب احمد، الٰہ آباد
- خورشید رضا، گریڈیہ
- امتیاز احمد، مدھوبنی
- انوار عالم، کشن گنج
- سیف رضا، بستی
- خالد رضا، بلرام پور
- شاہد رضا، باتھ اصلی
- عبدالمجید، آسام
- سلطان خان، گونڈی
- محمد ارشد، گونڈہ
- شاہ جہاں، بنگال
- دل شاد خان، بہار
- رضی اللہ، بہار
- اویس، ممبرا
- شوکت علی، پورنیہ
- زبیر رضوی، گونڈہ
- صلاح الدین، سنت کبیر نگر
- آفتاب عالم، بہرائچ
- نصیب علی، سدھارتھ نگر
- ارمان رضا، بستی
- شاہ جہاں، ہزاری باغ
- سید امتیاز، مہاراج گنج
- بلال رضا، بلرام پور
- محمد احمد خان، مہراج گنج
- محمد ابوحمزہ، قریش نگر
- ضیاء انور، لکھنؤ
- مجیب الرحمن، گھاٹ کوپر
- علاؤالدین، بلرام پور
- محمد ظہور عالم، بھیونڈی
- سید عاقل نظامی، گورے گاؤں
- عبدالمطلب، مرادآباد
- عبدالملک، آسام
- صادق رضا، پورنیہ
- مبارک حسین، اتر دیناج پور
- آفتاب عالم، جھارکھنڈ
- شوکت علی، پورنیہ
- رمضان علی، نیپال
- سلطان صلاح الدین، بلرام پور
- اسرارالحق، بہار
- اویس احمد، بلرام پور
- شاداب، گھاٹ کوپر
- ارمان رضا، گورکھ پور
- توفیق، ممبئی
- مبارک علی، وڈالا
- توصیف، ممبئی
- تمہید خان، پرتاپ گڑھ
- آصف پٹیل، گلبرگہ
- غلام نبی خرد، شاہ جہاں پور
- آصف القادری، بہرائچ

- عبدالحکیم، بلرام پور
- محمد احمد، بلرام پور
- صدام حسین، اتر دیناج پور
- عثمان رضا، گونڈہ
- فریدالدین، ممبرا
- جنید، بہرائچ
- راشد رضا، سنت کبیر نگر
- محمد عارف، لکھنؤ
- محمد راشد، بلیا
- معراج، بہرائچ
- کوثر، جھارکھنڈ
- مشیر احمد، بہار
- مختار احمد، بہرائچ
- شاداب رضا، گورکھ پور
- نور عالم، کٹیہار
- شاداب رضا، دلیل کھیڑا
- مصدق، لکھنؤ
- فاضل رضا، بریلی
- اشفاق، گونڈہ
- تبریز حسین، فیض آباد
- شہنشاہ، بریلی
- محمد ارشد، گونڈہ
- محمد امانت، سیتامڑھی
- کاشف، سدھارتھ نگر
- شعیب، بہار
- سید شاداب، فتح پور
- غلام نبی، سدھارتھ نگر
- محمد آزاد رضا، بہرائچ
- نیازالدین، سدھارتھ نگر
- رفیع الدین، سنت کبیر نگر
- شفیق احمد، بلرام پور
- عبدالواحد، بہار
- ندیم سرور، ویشالی
- انس خان، سلطان پور
- طیب رضا، پرتاپ گڑھ
- شفیق احمد، نیپال
- شعیب رضا، پرتاپ گڑھ
- شہزاد رضوی، بلرام پور
- سجاد رضا، سیتامڑھی
- ناصر رضا، کٹیہار
- تاج الدین، سدھارتھ نگر
- شاہد رضا، بلرام پور
- مطیع الرحمن، بلرام پور
- عبدالسلام، پرتاپ گڑھ
- امجد علی، یو۔پی
- ساحل رضا، کشن گنج
- عارف رضا، دہلی
- شمیم اختر، کشن گنج
- اعجاز احمد نظامی، سنت کبیر نگر
- اعجاز القادری، بہار
- سراج، بہرائچ
- کیفی، بہار
- سرفراز، بستی
- عبدالقیوم، بہرائچ
- غلام محی الدین، بستی
- عبید رضا، گونڈہ
- رحمت علی، سیتامڑھی
- محمد عرشی، دربھنگہ
- محمد توفیق رضا، الٰہ آباد
- محمد ریحان، لکھنؤ
- عاشق الرحمن، الٰہ آباد
- محسن رضا، نوگڑھ
- محمد راحل، کشن گنج
- محمد معراج، دربھنگہ
- محمد ابوبکر خان، مئو
- محمد انس، امروہہ
- غلام غوث خان، سراوستی
- محمد ابراہیم، پرتاپ گڑھ
- محمد شاہد، گونڈہ

- ضیاء الحق، کشن گنج
- غلام مصطفیٰ، بریلی
- عبدالمنان، مئو
- شہباز عالم، سدھارتھ نگر
- محمد علی، سدھارتھ نگر
- حسنین رضا، گونڈی
- تصنیف رضا، مدھوبنی
- عامر رضا، سیتامڑھی
- شہباز ضیائی، اعظم گڑھ
- محمد ارشد، سدھارتھ نگر
- محمد اسرار، گونڈہ
- غلام مصطفیٰ، سلطان پور
- محمد نفیس، بستی
- محمد توحید، فتح پور
- محمد سرتاج، سنت کبیر نگر
- معصوم علی، گونڈہ
- غلام محی الدین، سپری
- محمد تابش، سپری
- آفتاب عالم، سپری
- عبیداللہ بلرام پور
- محمد مجاہد، بلرام پور
- سلطان نورالدین، بلرام پور
- محمد شہباز، مئو
- محمد سمیر، گونڈہ
- منظر امام، کشن گنج
- محمد توصیف، سیتامڑھی
- محمد صدیقی، امبیڈکر نگر
- طاہر شیخ، سلطان پور
- محمد طاہر ،فیض آباد
- محمد فرحان، گونڈہ
- محمد زید خان، بستی
- محمد تاج الدین، بلرام پور
- شہاب الدین، بستی
- محمد جنید، ممبئی
- طیب علی، دہلی
- ریحان رضا، اتر دیناج پور
- ثناء المصطفیٰ، کاٹھ مانڈو
- اقرار احمد، دلی
- عبدالغنی، بستی
- نورحق، کشن گنج
- معین الدین، رائے بریلی
- ریحان رضا، پورنیہ
- عبداللہ، آسام
- عظمت اللہ، سیتامڑھی
- تجلی احمد، سنت کبیر نگر
- نظام الدین، پرتاپ گڑھ
- داؤد قریشی، فیض آباد
- نوشاد عالم، مئو
- سید انس، فتح پور
- انصاف علی، شراوستی
- سہیل اختر، نیپال
- محمد ایوب ،فیض آباد
- محمد عرفان، بلرام پور
- محمد شریف، بلرام پور
- محمد ذیشان، سدھارتھ نگر
- محمد اختر سبحانی، کشن گنج
- ذکاء اللہ، سیتامڑھی